خصوصی پیشکش

محی السنہ نمبر

ماہنامہ

صوت القرآن

احمد آباد

RS.30/-

اگست، ستمبر 2005

مدیر

عبدالاحد قاسمی تاراپوری

کیا یہ کلام اللہ پر ظلم نہیں؟

از: افادات محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقیؒ ہردوئی (م ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

(۱) خود کپڑے پہننا اور کلام اللہ کو ننگا رکھنا۔

(۲) اپنے اور بچوں کے کپڑے خریدنے کیلئے کئی گھنٹے بازار میں صرف کرنا اور کلام اللہ کا کپڑا قمیص وشلوار سے بچے کپڑے ہی سے بنادینا۔

(۳) اپنے کپڑے ہفتے میں دو تین بار دھونا اور کلام اللہ کا کپڑا جزدان زندگی بھر نہ دھونا۔

(۴) اگر دھونا تو اپنے کپڑے کی طرح اس پانی کو بھی پاخانہ کی نالی میں بہادینا (یاد رہے کہ گھر کی دیوار ودر پر برکت کے لیے چھڑک دے یا پھول کی کیاری وغیرہ میں احترام سے رکھنے کا اہتمام کرے)

(۵) اپنے کپڑے رکھنے کے لیے سیف، الماری اور شیشے کی الماری بنوانا اور کلام اللہ کو کھلا ہی رکھ دینا۔

(۶) میز، کھڑکی، الماری اور دروازوں پر کپڑا لٹکانا اور بچھانا اور کلام الٰہی بغیر کپڑا بچھائے رکھ دینا۔

(۷) اپنا بدن کٹ پھٹ جائے تو فوراً مرہم پٹی کرانا اور کلام اللہ کو اسی طرح پھٹا رہنے دینا، جلد نہ بنوانا۔

(۸) اپنی کرسی، چارپائی کا پایا ٹوٹ جائے تو کرسی، چارپائی الٹا کر کے استعمال نہ کرنا مگر کلام الٰہی کی کرسی یعنی رحل کا پایا ٹوٹ جائے تو الٹی رکھ کر استعمال کرنا۔

(۹) وزیر اعظم، صدر وغیرہ کی کرسی الگ الگ ہونا اور قرآن مجید وحدیث کی کرسی الگ نہ رکھنا بلکہ جس رحل پر کلام اللہ پڑھنا اسی پر حدیث رکھ پڑھنا۔

(۱۰) اپنا مکان، دوکان، نان اور پان بہتر سے بہتر ہونے کی فکر کرنا اور قرآن کریم تجوید کے ساتھ اچھا پڑھنے کی کوئی فکر نہ کرنا۔

(۱۱) دار الحدیث کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا اور دار القرآن سرے سے ہی نہ ہونا، اگر ہونا تو اس عزت کی نگاہ سے نہ دیکھنا۔

(۱۲) دار الحدیث میں بہترین دریاں بچھانا اور دار القرآن یعنی درجہ حفظ وناظرہ وتجوید وقراءت میں پھٹے ٹاٹ بچھانا۔

(۱۳) اپنی بیوی یا دوست کا خط بغیر پڑھی زبان میں آجائے تو پڑھوانے کے لیے جانکار تلاش کرنا اور بے چین ہوجانا اور کلام اللہ کے جانکار علماء سے تفسیر سننے کی کوئی فکر نہ ہونا۔

(۱۴) اپنے رشتہ دار کا انتقال ہوجائے تو اس کو کفنا کر دفنانے کا فوری انتظام کرنا اور کلام اللہ ورق جدا ہوجائیں اور پڑھنے میں نہ آئیں تو اندھے کنویں میں اوپر سے ہی چھوڑ دینا یا ''مسجد میں ڈال دو، نہر میں بہادو، جیسے جملے استعمال کرنا (یاد رہے کہ ان کو کفنا کر یعنی نئے کپڑے میں لپیٹ کر خوشبو لگا کر ایسی جگہ دفن کرنا چاہئے جہاں گذرگاہ نہ ہو یعنی دیوار، پیڑ وغیرہ کے سہارے)

جلد ۷
شاہ وجیہ الدین اکیڈمی احمد آباد (گجرات) کا علمی، تحقیقی اور دعوتی ترجمان
شمارہ نمبر ۲/۳

اگست رستمبر ۲۰۰۵ء
رجب، شعبان ۱۴۲۶ھ

AUGUST
SEPTEMBER
2005

ماہنامہ صوت القرآن احمد آباد

تاریخ
اجراء و تاسیس
۲۹ر جولائی
۱۹۹۹ء

بیادگار
حضرت مولانا
شاہ ابرار الحق
صاحب
نور اللہ مرقدہ

خصوصی پیشکش

محی السنہ نمبر

شرح خریداری

فی شمارہ —— 10
سالانہ —— 120
اعزازی زر تعاون 1000
بیرون ملک سالانہ 25/ڈالر
معاون خصوصی 5000

ترسیل زر مراسلت کا پتہ

ایڈیٹر۔ ماہنامہ صوت القرآن اردو۔ جامعہ ابن عباس بلڈنگ،
سرخیز ڈھال، احمد آباد، ۳۸۲۲۰۱ (گجرات) ۰۷۹-۲۶۸۲۱۵۳۰
رابطہ۔ دار العلوم تاراپور۔ فون فیکس (۰۲۶۹۸) ۲۵۵۵۷۱ ماہنامہ تبلیغ آنند فون فیکس (۰۲۶۹۲) ۲۵۲۶۲۸

:: THE EDITOR ::
SAWTUL QURA.AN (URDU MONTHLY)
Jamia ibne Abbas.Sarkhez.Dhal.Ahmedabad(079)-26821530
Contact(Tarapur)ph&fax-(02698)255571.(255625)-(Anand)-(02692) 25 2628
Tabligh Monthly office (Anand)-388 001 India

اس شمارے میں

مضامین

افادات محی السنۃ

ملفوظات، ارشادات، مواعظ حسنہ

آستانہ ابرار کی حاضری کے دو دن

(اداریہ)

بیمار عشق. نام تیرا لیکے سو گیا

عبدالاحد قاسمی تاراپوری

آج سے تقریبا پچیس سال پہلے کی بات ہے دہلی کے سفر کے دوران تبلیغی مرکز نظام الدین میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب منوبری سے ملاقات ہوگئی، پوچھا کیا نظام ہے؟ فرمایا دیوبند سہارنپور، تھانہ بھون، گنگوہ بزرگوں کی زیارت وفیض یابی۔ میں نے کہا وہ ہماری دیکھی بھالی علم وطریقت کی چہچہاتی گلیاں ہیں، چلئے اب کی مرتبہ سفر کا رخ بنا کر لکھنؤ والی پٹی پر اپنے سفر کا آغاز کریں۔ سنا ہے وہاں بھی عرفان واحسان کے مکتب عشق ضوفشاں ہیں اور عشق ومحبت کی دکانیں سجی ہیں۔۔ جاکر آنے والوں نے بتایا کہ وہاں درس [illegible]نیت کے مراکز ہیں، شب وروز رموز واسرار کی کلیاں چٹختی ہیں، شیخ کامل کی تلاش میں نور ومعرفت کے متوالے آتے ہیں، اور دامن مراد بھر کر جاتے ہیں ۔غرض مولانا تیار ہوگئے اور مولانا منظور نعمانیؒ اور مولانا سید ابوالحسن ندویؒ وغیرہ حضرات کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہوا پھر وہاں سے ہردوئی کے لئے سفر کا آغاز ہوا رات دس بجے اشرف المدارس پہنچے وہاں کے ضوابط کی کچھ باتیں سن رکھی تھیں شدید بھوک وتکان کا احساس تھا ایک دیوار پر آویزاں ایک تختی پر نظر پڑی جس پر لکھا ہوا تھا ”مہمان اپنے کھانے کا خود انتظام کرلیں“ پڑھکر ہم سکتے میں رہ گئے ہمیں مہمان خانہ میں پہنچا دیا گیا جہاں تہہ بہ تہہ گھاس اور اوپر ایک دری اور چادر اور تکیہ سب صاف شفاف سلیقہ سے لگے ہوئے تھے خادم آئے، کہا کہ حضرت کو آپکے آمد کی اطلاع دے دی گئی ہے ہم ابھی عشائیہ کی کشمکش میں ہی تھے کہ تھوڑی دیر میں ایک خادم سفید پوش رومال میں ایک خوان لیکر کمرہ میں پہنچ گیا چند لمحہ کے بعد ایک پرکشش، سفید پوش، نورانی چہرا کا اچانک دیدار ہوا قرینہ سے معلوم ہوا کہ یہی حضرت والا مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی ہیں، مسکراتے چہرے سے مصافحہ، معانقہ اور خیرت پوچھی اور دریافت کی اور پوچھا کہاں سے آئے ہیں؟ کس مقصد سے حاضری ہوئی ہے؟ کتنے روز قیام ہے؟ پوچھنے کے بعد فرمایا کھانا تناول کرلیجئے ایک خادم کو چھوڑ کر دولت خانہ تشریف لے گئے ہم لوگ کھانے کے لئے بیٹھ گئے، مجھے حیرت ہوئی کہ گرم گرم روٹیاں اور چاول اور دو تین قسم کے سالن قرینہ طشتریوں میں سجے ہوئے ہیں ہم بہت بھوکے تھے سیر ہوکر کھایا دسترخوان چلا گیا ہم مشتاق تھے کہ اب صبح حضرت کی مسند ارشاد بچھے گی حضرت کے ملفوظات سے مستفیض ہونگے ذاکرین وشاغلین ومعتکفین اور طالبین طریقت سے ملاقاتیں ہوگی خانقاہ اور طالبین کے کمرے دیکھینگے، بہر حال صبح صادق سے کچھ پہلے ہی ہمیں اٹھا دیا گیا دیکھا کہ لوگ وضو کرکے لوگ جوق در جوق مسجد کی طرف رواں دواں ہے مسجد کے دروازہ پر سب کے جوتے چپل خوب قرینے سے رکھے ہوئے ہیں مسجد چھت سے فرش تک سفید پوش تھی مسجد کی دو صفیں مکمل تھیں تیسری صف بن رہی تھی آنا فانا وہ بھی بھر گئی سب نماز کے انتظار میں ذکر وتلاوت میں مشغول تھے تھوڑی دیر میں ٹھیک وقت پر حضرت مسجد میں تشریف لائے فجر کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے قراءت کی آواز ایسی دلکش اور پرکشش تھی کہ پہلے کبھی نہ سنی تھی نماز کے بعد اجتماعی معمولات کے بعد سب باہر کے میدان میں جسمیں طالبین طریقت، مہمان، اساتذہ، بڑے طلبہ سب خاص ترتیب سے صف بصف کھڑے تھے، مہمانوں کے لئے ٹپیاں بچھی ہوئی تھی ہم اس پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد لوگ اپنے اپنے مستقر پر گئے ہم بھی کمرے میں آگئے خادم آئے پوچھا ناشتہ کب کروگے ہم نے کہا جب سہولت ہو تھوڑی دیر میں پر تکلف ناشتہ آگیا ہم نے [illegible] لیا خادم نے کہا اب آپ آرام کرسکتے ہیں حضرت کی نو بجے ملاقات ہوگی، مگر آٹھ بجے میں کمرے کے احاطہ سے باہر نکل آیا میدان میں دیکھا کہ سارے دفاتر کھل چکے ہیں اور سب اپنے اپنے کاموں میں فکر وبشاشت سے مصروف ہیں، کھڑے ہوئے سوچ رہا تھا کہ یا اللہ یہ تین سو چار سو آدمیوں کا قافلہ جو مسجد سے نکلتے پر نظر آرہا تھا کہاں غائب ہوگیا، دفتر کے اندرونی دیوار پر ایک تختی دیکھی جسمیں لکھا ہوا تھا کہ ”دفتر کے قلم، تکیے اور گدے سب منتظمی حضرات کے اپنے ذاتی ہیں“ باہر کچھ دیر گھومتا رہا، بہت سارے بزرگ صفت حضرات ایک دفتر سے دوسرے دفتر کو تیزی سے مجھے دیکھتے ہوئے نکل جارہے تھے کسی نے نہیں پوچھا تم کون ہو کہاں سے آئے ہو، ۹،۰ بجے پھر باہر آیا تو عملہ اسی مستعدی کے ساتھ اپنے کام

میں مگن تھا، کچھ حضرات صبح کی گاڑی سے جانے والے اور کچھ نو وارد مہمان چبوترے پر حضرت کی آمد کے منتظر تھے تھوڑی دیر میں ایک پر کشش شخصیت کو اپنے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا معلوم ہوا کہ آپکا یہی وہ مکان ہے جسکو حضرت والا نے اپنی پوری جائیداد سمیت سب مدرسہ کے لئے وقف کر دیا ہے اب تھوڑی دیر کے بعد حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر بشاشت ہو تو مدرسہ کا معائنہ کر لیجئے حضرت نے بذات خود ایک گھنٹہ تک ہر تعلیمی شعبہ کا معائنہ کرایا، اساتذہ، طلبہ میں سے کسی ایک نے ہم کو دیکھنے کے لئے نہیں دیکھا۔ واپسی پر حضرت دفتر میں بیٹھے ہم بھی سامنے بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا کہ کوئی قابل اصلاح بات ہو تو فرمایئے ٹھیک کرلیا جائیگا، ناکارہ نے حضرت کو کئی مشورے دے ڈالے، حضرت خوب غور سے سنتے رہے اتنا ہی نہیں میرے ہاتھ میں مولانا مناظر احسن صاحب کی کتاب "نظام تعلیم و تربیت" ہاتھ تھی حضرت کو میں نے کہا... کہ اسکا مطالعہ ضرور فرمائیں حضرت نے بڑے شوق سے اسکو دیکھا میں نے کہا حضرت اسکا پتہ نوٹ فرمالیجئے حضرت نے بہت اہتمام سے پتہ نوٹ کیا، مجھے معلوم تھا کہ ایک ادنیٰ سپاہی بچہ بادشاہ کی گود میں بیٹھ کر اسکی داڑھی سے کھیل رہا ہے، زندگی کی احمقانہ حرکت پر جب بھی یاد آجاتی ہے خوب شرمندگی محسوس کرتا ہوں۔

حضرت والا کو دیکھا کہ کبھی مہمانوں سے محو گفتگو ہیں کبھی طلبہ کی تربیت و نگرانی فرما رہے ہیں کبھی ہر شعبہ میں جا کر دفتر کی دیکھ بھال اور انکو ہدایت دے رہے ہیں اس عرصہ میں چلتے پھرتے بھی جب موقع ہوا رشد و ہدایت کے پھول جھڑتے ہوئے دکھائی دئے، اس ناکارہ کی حیثیت ہی کیا تھی کہ حضرت کے کمالات اور ہر لمحہ اتباع سنت میں سرشار آپکے ہر عمل کو پرکھ سکے۔ چونکہ عرصہ ہوا اپنے زمانے کے جبال العلم والعرفان حضرت الاستاذ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کی خانقاہوں سے بھی احقر تہی دست لوٹا تھا اور ان شیوخ کی خاص خانقاہی انداز تربیت سے، حضرت والا کے انداز اصلاح و تربیت جداگانہ تھے اس لئے انکو استعجاب کی نظر سے دیکھتا رہا لیکن ایک خاص طبعی مناسبت نے احقر کے دل و دماغ کو متاثر کر دیا، ہم ہردوئی سے الہ آباد حضرت مولانا محمد احمد صاحب کی خدمت میں بھی پہنچے جذبہ عشق میں آپکے ہاتھوں کو قرار نہ تھا کبھی ران پر ہاتھ مار رہے ہیں کبھی سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں سوچا کہ ایسے مقرب بندوں کی ملاقات سے ابتک کیوں محروم رہے حضرت مولانا نے پوچھا آپ کہاں سے آرہے ہو ہم نے کہا فی الحال ہردوئی سے حضرت نے فرمایا ان حضرات کی راحت و ضیافت کا انتظام کرو، بھائی جلدی کرو، یہ مولانا ابرار الحق صاحب کے پاس سے آرہے ہیں حضرت کے کلمات عالیہ سے مستفیض ہوئے اور چند گھنٹے وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر اس نورانی ماحول سے واپسی کا رخ کیا۔

حضرت والا ہردوئی سے پہلی ملاقات کی دھندلی سی یادوں کی یہ سرگذشت تھی اس کے بعد پچیس سال تک حضرت سے عشق و محبت میں مسلسل چکر کا تانتا رہا اب حضرت والا کی ملاقات کا پچیس سال کے بعد یہ آخری اور دوسرا دن تھا مورخہ ۹ مارچ ۲۰۰۵ کو [illegible] سے واپسی میں پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق اچانک حاضری ہوئی تو اشرف المدارس ہردوئی صرف مدرسہ نہ تھا ایک مقدس خانقاہ تھی وہ ایسے شیخ و مرشد کی خانقاہ تھی جسکی نظیر چشم فلک نے روئے زمین پر نہیں دیکھی ہے کبھی اس میخانے کے ساقی کو دیکھ کر جنید و شبلی سے [illegible] ہوتا ہے، کبھی اجمیری و صابری کلیری سے، کبھی خانقاہ امدادی و اشرفی کا نقش جمیل انکے سامنے آتا ہے تو محبت و حسرت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ خدایا اس امدادی و اشرفی چشتیہ سلسلہ کا آخری چراغ کو کب تک دیکھنا نصیب ہوتا ہے پھر اندھیری دنیا کو یاد دیکھتا ہے؟

یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ اس آخری نصف صدی میں اتباع و احیاء سنت کا جو نور ضوفشاں ہوا ہے وہ اس صدی کا ایک امتیازی روحانی باب ہے بہت سے آپ کے ہم عصر بزرگوں نے اعتراف کیا ہے کہ "ابرار" سنت نبوی کی قیمہ وترویج میں ہم سب سے آگے ہے محی السنہ کا لقب صدیوں کے بعد عوام و خواص کے دل میں القاء ہوا اور آپ کے نام کا جزو بن گیا اور ہزاروں لاکھوں انسان اس قدسی ذات سے مستفیض ہوئے، اس آخری دن کے سفر میں حضرت والا سے شرف و ملاقات کا وہ پہلے دن کا دھندلا نقش تھا اسکے بعد دو دہائیوں سے زیادہ تک خانقاہ عالی کے آستانہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوتا رہا اس طویل عرصہ میں کبھی دھلائی، کبھی ڈانٹ ڈپٹ، کبھی [illegible] [illegible] آخری سالوں میں اکثر آپ کی شفقت و محبت کے سایہ میں آکر سکون و سرور حاصل کرتا۔ مجھے معلوم تھا کہ مرشد کی ملاقات کا یہ آخری دن اور آخری دیدار ہے مگر غیر شعوری طور پر ہردوئی اسٹیشن آنے سے پہلے دل مسرتوں سے اچھل رہا تھا اور اسٹیشن پہنچ کر دیدار کا شوق تیز تر ہو گیا ٹرین سے ہی یہ شعر زبان پر جاری ہو گیا۔

کیوں باد صبا آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

حضرت سے خانقاہ میں پہنچ کر ملتے ہی ملاقات

ومعانقہ ہوا اور حسب ہدایت ہم حلقہ نمبر ۶ کے مہمان خانہ پہنچ کر رخت سفر چھوڑ دیا حضرت والا کو اپنی آمد اور واپسی ٹرین کی تخصیص اور رفیق سفر کی تحریری اطلاع حضرت کے دولت خانہ پر پہنچا دی گئی اتفاق کی بات ایک دن رات گذرنے کے باوجود بھی خلاف معمول حضرت کی طرف سے بلاوا نہ آیا ان دنوں ملک اور بیرون ملک کے مہمانوں کا ہجوم اس قدر رہا کہ قافلے آتے گئے اور حضرت رخصت کرتے گئے میں بے چینی سے دوسرے دن بھی حضرت کے بلاوے کا انتظار کرتا رہا سرسری ملاقات سے ... وہ بارگاہ میں باریابی کا شرف حاصل نہ ہو سکا تیسرے دن صبر کا جام لبریز ہو گیا نائب صاحب کو اطلاع کرائی جواب میں بتایا تمام آنے جانے والے مہمانوں کا نقشہ اور نظام حضرت کے ذہن میں ہے مہمانوں کا ہجوم کم ہو تب آپ کو بلا لینگے، چنانچہ ٹرین کی روانگی سے صرف دو گھنٹہ پہلے حضرت نے یاد فرمایا اور رحمت وشفقت کی وہ بارشیں دل کی تپتی ہوئی زمین پر برساتی رہی جسکی چاشنی شاید موت کے کڑوے ذائقہ تک نہ بھول سکوں گا رفیق سفر کو بتا دیا گیا نائب صاحب کو آنے کی اجازت نہیں تھی حتی کہ آپ کے چھیتے نواسے بھی آکر کے کھڑے ہو گئے کہ حضرت کار باہر آ گئی ہے سامان لگ چکا ہے ٹرین میں صرف پندرہ منٹ باقی ہے تاہم حضرت کی میرے ساتھ مشفقانہ اور رازدارانہ عنایتیں ہوتی رہی حضرت والا مجھ نااہل کو وداع کرنے کے لئے وہیل چیر پر خود باہر تشریف لائے، خدائے پاک کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ حضرت کی آخری ملاقات ہے تو ہفتوں تک میں اس خانقاہ کی دہلیز سے باہر نہ جاتا، وطن پہنچنے کے بعد میں شغل میں لگ گیا یہاں تک کہ میرے قلب کے جلد آپریشن کے لئے ڈاکٹروں نے تاکید کی میں بمبئی چلا گیا آپریشن کی تاریخ طے ہوئی آپریشن کی ساری تیاریاں مکمل تھی صبح بمبئی کی مشہور ہندوجا ہسپتال میں مجھے پہنچنا تھا خدایا وہ کیسی ہولناک گھڑی تھی جب (مولانا علاؤ الدین مظاہری) نے فون پر کہا کہ آج مغرب کے بعد حضرت ہردوئی انتقال فرما چکے ہیں میں نے پوچھا کیا حضرت؟ کیا حضرت ہردوئی؟ انہوں نے جواب دیا ہاں اس جانکاہ اطلاع سے دل پارہ پارہ ہو گیا آنکھیں پتھرا گئی، بدن پر سکتہ طاری ہو گیا میں نے گھر والوں سے کہا مجھے ہردوئی پہنچاؤ، آپریشن ملتوی کر دو لیکن ایسا نہ ہو سکا میری آواز بلند ہو گئی اس کلمہ کے ساتھ کہ آج کے بعد بطن الارض خیر من ظہرھا بہر حال مسلسل مختلف متعلقین کے فون آتے رہے میں نے پوچھا حضرت کے مرض الوفات کی کیا کیفیت تھی کلکتہ سے شہود بھائی نے بتایا، بمبئی سے امتیاز بھائی نے یکساں تفصیل بتائی کہ حضرت کئی روز سے معمول سے زیادہ اپنے متعلقین کی نظم وضبط کو درست کرنے میں مسلسل مصروف رہے اسی جہد مسلسل میں مغرب کی نماز ادا فرمائی عشاء کے بعد کھانسی میں خون آیا، ناک سے خون بہنے لگا، حضرت کو وہاں کے نرسنگ ہوم میں لے ہی جا رہے تھے کہ حضرت نے اپنے مالک حقیقی کا حکم سنا **یا ایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربك راضية مرضية** حضرت اپنی حیات میں آخرت کے سفر کے لئے یوں ترغیب دیتے تھے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ دنیا سے رخصت میں ہو عافیت سے ہو، عزت سے ہو حضرت کا حادثہ وفات اس کی مصداق بن گئی، آسمانی مخلوق کے لئے بھی حضرت کی وفات کا حادثہ قابل رشک تھا صرف چند منٹوں میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے نماز تو کیا شاید بندوں کا حق اپنے ذمہ سے سبکدوش کر کے چل دئے۔

بیمار عشق تیرا نام لے کے سو گیا
مدت سے دل بے قرار کو آرام آ گیا

اللهم لا تفتنا بعده ولا تحرمنا اجره

حضرت کی وفات کا حادثہ عالم اسلام کے لئے ایک ناقابل برداشت حادثہ ہے علم وعرفان کا ایک باب بند ہو گیا لاکھوں انسان سوگوار ہیں مگر اللہ حاکم وحکیم ہے نبی آخر الزمان محمد ﷺ کی وفات کا حادثہ حادثے سے کوئی بڑا حادثہ نہیں۔

الا انما كانت وفات محمد
دليل على ان ليس لله غالب

اب ہم سب کا یہ فرض ہے کہ حضرت کے مشن کو اور حضرت کے طریقہ کار کو آگے بڑھائیں اور حضرت کے نقش قدم پر خوب ہم چلیں اور منزل کی طرف بغیر مایوسی کے رواں دواں رہے یہی حضرت کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

پوری خانقاہ ابرار کے افراد حضرت کی تعلیم وتربیت سے شمع وچراغ اور آفتاب ومہتاب ہیں حضرت نے اپنے بعد ایک نہیں سینکڑوں ہزاروں جاں نثار چھوڑے ہیں حق تعالیٰ حضرت کی روح اقدس کے قرب کے مقامات کو دن بدن بڑھاتا رہے اور اس کے پسماندگان کو صبر جمیل پر اجر عظیم عطا فرمائے۔

واذا اتتك بهالك فتيقن - ان السبيل سبيله فتزود

محی السنہ کے لقب سے جنہیں یاد کیا جاتا ہے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم باحسانه دعابدعوته الى يوم الدين وبعد!

علماء دین کو اللہ تعالی نے اپنے دین کی تقویت وحفاظت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور ان سے اس اہم کام کے انجام دینے کے لئے جن کو اختیار فرماتا ہے، تو ان کے ذریعہ ایک طرف تو دین حق کی حفاظت اور تقویت ہوتی ہے دوسری طرف ان کے پروردگار کی طرف سے ایسے پاکیزہ اور اس کے پسندیدہ کام کے لئے انتخاب کیے جانے سے ان کی برکت اور ان سے انسانی قلوب پر سکینت ورحمت نازل ہونے کی سبیل پیدا ہو جاتی ہے، اور غیر محسوس طریقہ سے ان کی مقبولیت عام ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ سب کا مرکز توجہ بن جاتے ہیں، اور ان سے استفادہ کے لیے اور دلوں کے لیے سکینت حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق ان کی طرف لوگ مائل ہوتے ہیں، ایسی مبارک شخصیتوں میں سے جو کوئی شخصیت اللہ کی طرف سے مقرر کردہ اپنی مدت پوری کر کے دنیا سے رخصت ہوتی ہے، تو رنج وغم کا ایک ماحول بن جاتا ہے، یہ ماحول دنیاوی طور پر آہ وبکا کا ماحول نہیں ہوتا، بلکہ دلوں کے افسردہ ہو جانے اور بے چین وغمزدہ ہو جانے کا ماحول ہوتا ہے، جس میں آخرت کی کامیابی کی فکر کرنے والے اور آخرت میں اپنی کامیابی اور سرخ روئی کے طلب گار لوگوں کے لیے تسکین خاطر اور شفائے قلب کو سخت صدمہ پیش آجانے کا واقعہ محسوس کیا جاتا ہے، گذشتہ مدت میں متعدد ایسی عظیم شخصیتیں اس صغیر ہند وپاک میں اس عالم رنگ وبو سے رخصت ہوئیں، ان میں ہر جانے والے کے جانے پر بڑا حزن وملال محسوس کیا گیا، لیکن یہ خیال بھی ہوتا رہا کہ ایسے بندگان خدا ابھی ختم نہیں ہوئے ہیں کسی نہ کسی حد تک بدل مل جانے کی امیدیں ہیں اور اللہ تعالی کا اس امت کے ساتھ معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ کسی عظیم شخصیت کو وہ اٹھا لیتا ہے تو اس کی تلافی کے لیے سامان مہیا فرما دیتا ہے، لیکن ادھر کچھ عرصہ سے ایسا ڈر محسوس ہونے لگا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے اس کرم میں کمی تو نہیں واقع ہو رہی ہے، اور بندگان خدا کی اپنے رحیم وکریم مالک کی نافرمانیوں کی کثرت سے اس کی طرف سے ناراضگی کے شکل میں تو ظاہر نہیں ہو رہی ہے، کہ اپنے ان نیک بندوں کو جو بے چین دلوں کی راحت کا ذریعہ بنتے ہیں، اور انسان نوازی کا خیر خواہانہ کام کرتے ہیں، بندگان خدا کی نافرمانیوں کے سبب ان کی تعداد کو کم کر دینے کا ارادہ کیا گیا ہو؟ یہ بڑے فکر کی بات ہے، اللہ تعالی سے ہم سب کو اس کی التجا کرنی چاہئے کہ وہ اپنی رحمت کو اور کرم کو ایسی برگزیدہ بندوں کے ذریعہ جو وہ فرماتا رہتا ہے کم نہ کرے۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقی جن کو محی السنہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جنھوں نے گذشتہ صدی میں تجدید واحیائے سنت وشریعت کا بڑا کام انجام دیا تھا اور اس کام میں آپ نے خلفاء کی ایک خاصی تعداد چھوڑ کر رخصت ہوئے تھے، ان کے سب سے کم عمری میں ہونے والے خلیفہ تھے۔ ان کو اللہ تعالی نے ان کے بعد خاصی مدت (۶۲_۶۳) تک خدمت دین وشریعت کے کام کے لیے باقی رکھا، خدمت دین شریعت کے کام میں وہ اپنے رفقاء کے یکے بعد دیگرے رخصت ہونے پر

مرجع خلائق بن کر چلے گئے۔ اور ان سے اس برصغیر کے طالبان کو اصلاح کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا رہا، وہ بھی گذشتہ دنوں (۹ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ کی شب کو تقریبا نوے سال کی عمر میں اپنے بے شمار معتقدین اور مریدین کو غمزدہ چھوڑ کر اپنے خالق ومالک سے جا ملے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

وہ متعدد سالوں سے کچھ علالت کی حالت میں تھے، لیکن دین کی تقویت اور اصلاح وتزکیہ کا کام اسی شغف اور توجہ سے انجام دے رہے تھے، اور اس کا انہوں نے شروع سے اہتمام رکھا، اور باوجود معذوریوں کے وہ سفر بھی کرتے رہتے تھے لوگوں کو اتباع سنت اور دین کے صحیح احکام پر عمل کرنے کی شدت سے تلقین کرتے تھے، اور اپنا سارا وقت اسی میں لگاتے تھے، لوگوں سے ملاقاتوں میں، اپنی مجلس میں برابر ان دینی کمزوریوں کی طرف توجہ دلاتے جو مسلمانوں میں بلکہ دینداروں میں بھی بے خیالی کے سبب سے پھیل گئی ہیں، اصلاحی کام میں اپنی خاص توجہ میں دوسروں سے کہیں زیادہ فکر واہتمام کرنے والے تھے، اس طرح ان کمزوریوں کا ازالہ بہت سے لوگوں سے ان کے ذریعہ انجام پایا، ان کے فیض صحبت سے بہت لوگوں کو دینی اصلاح اور احکام شریعت پر پوری طرح عمل کرنے کے کام کا حوصلہ ملا، اور ان کے کاز کو ان کے خلفا، اور ان کے مریدین نے اختیار کیا۔ جس کے ذریعہ ان کا فیض بالواسطہ الحمد للہ جاری ہے۔ انہوں نے اپنے اصلاحی مقصد کے لیے جگہ جگہ مکاتب بھی قائم کیے اور ان مکاتب کو چلانے کے لیے ادارے قائم کیے جو مجلس دعوۃ الحق کے نام سے کام کر رہے ہیں، اور اپنے وطن ہردوئی میں ایک بڑا مدرسہ "اشرف المدارس" کے نام سے قائم کیا جو تعلیم دین کے مختلف شعبوں پر مشتمل ہے، اور قرآن مجید کی تلاوت کی تصحیح کے کام واہتمام میں وہ اپنی خاص شہرت بھی رکھتا ہے۔ اللہ تعالی حضرت والا کو امت اسلامیہ کی طرف سے بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محنتوں کا عظیم صلہ عطا کرے، اور اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے اخلاف کو ان کی برکات سے پوری طرح مستفید فرمائے اور لوگوں کو ان اخلاف سے خاص طور پر ان کے جانشین محترمی جناب حکیم کلیم اللہ صاحب جو ان کے داماد بھی ہیں ان کے بزرگ پیش رو کے طریقہ پر فیض عطا فرمائے۔

ادھر چند برسوں سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا کے درمیان قریبی ربط قائم ہوگیا تھا، حضرت مولانا ندوۃ العلماء تشریف لاتے اور بڑے انشراح کے ساتھ طلبہ واساتذہ سے خطاب فرماتے، طلبہ واساتذہ کو بھی حضرت مولانا سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملتا، اس طرح حضرت مولانا کی وفات پر اساتذہ اور طلبہ کی بڑی تعداد نے ہردوئی کا سفر کرکے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں اور اساتذہ نے خطاب کیا، اور حضرت والا کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی، کہ کس طرح انہوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو قیمتی بنایا، اور بندوں کے اپنے خالق ومالک سے رشتہ مضبوط کرنے اور بندوں کے ساتھ صحیح تعلق قائم کیے جانے کے لیے وعظ ونصیحت اور اصلاح وتربیت کے ذریعہ اپنی دینی ذمہ داری انجام دی۔ اور ایک بامقصد اور مفید زندگی گذار کر رخصت ہوئے۔

غفر الله له وادخله في جنت النعيم مع الصديقين والشهدا والصالحين الابرار الاخيار،

ایک شمع رہ گئی تھی، سو وہ بھی خموش ہے

مولانا عبدالعلی فاروقی صاحب

مئی ۲۰۰۵ء کی ۱۷ رتاریخ اور رات تقریباً ۱۰ ربجے کا وقت تھا کہ اچانک برادر عزیز مولوی عبدالولی فاروقی سلمہ، نے یہ دلخراش خبر دی کہ ابھی علم ہوا ہے کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ کی وفات ہوگئی، زبان پر بے ساختہ کلمہ ترجیع آیا اور دماغ پر ایک سناٹا سا چھا گیا۔

دل نے سرگوشی کی کہ سال ڈیڑھ سال پہلے کی طرح یہ خبر غلط بھی تو ہو سکتی ہے؟ کافی تگ و دو کے بعد ہردوئی سے رابطہ قائم ہو سکا اور فون پر مفتی مفضال الرحمن صاحب نے خبر کی تصدیق کر ہی دی کہ ع جانے والا گیا داستان رہ گئی

کیوں کر باور کراؤں کہ بزم تھانویؒ کی اس آخری شمع کے گل ہو جانے کی یہ خبر میرے لئے غیر متوقع تھی قانون فطرت، دین وایمان، حضرتؒ کی عمر طبعی، اور پھر اس طویل علالت کا سلسلہ جس کا مقابلہ صرف ''قوت ارادی'' یا ''قوت روحانی'' سے ہو رہا تھا...... یہ ساری چیزیں خبر وفات کو ''غیر متوقع'' گردانئے کے حق میں کہاں تھیں؟ مگر ہائے رے انسان کی غفلت شعاری، شیوۂ ناقدری، اور زندگی جیسی بودی اور کمزور چیز پر اندھے اعتماد کا عالم کہ موت وحیات کے بیچ کے صرف ایک سانس کے فاصلہ کو طویل سے طویل تر بنانے دینے کا آرزومند ہوتا ہے؟ اپنوں کی چاہت کا یہ انداز ابھی کیسا عبرت ناک ہے کہ موت جیسی کڑوی اور اٹل حقیقت بھی نظروں سے اوجھل رہتی ہے، اور روح کے بجائے جسم سے، کمال کے بجائے اعضائے وجوارح سے، اور محبوب کی پسند کے بجائے اس سے وابستہ اپنی پسند ہی کو مدار محبت اور کمال سعادت سمجھتا رہتا ہے۔ **فیا حسرتنا علی العباد...**

آنکھوں میں ''بے تعبیر خواب'' سجانے کا انجام تو یہی ہونا فطری ہے کہ جب آنکھ کھلی تو سب کچھ ''غیر متوقع'' نظر آئے، لیکن اسے کیا کیجئے کہ راقم الحروف جیسے ظلوم وجہول کا تو ذکر ہی کیا، عمر بن الخطابؓ جیسے دانا وبینا فرزانے کو بھی ''دیوانگی محبت'' کے ہاتھوں اپنے محبوب ﷺ کی خبر وفات ''غیر متوقع'' ہی لگی تھی!

ان سب کے باوجود حقیقت بہر حال یہی ہے کہ وہ ایک منارۂ نور، وہ مرکز رشد وہدایت، وہ پیکر اخلاص ومروت، وہ آئینہ کمالات نبوت، وہ وارفتۂ عشق رسولؐ، وہ شیدائے اصحاب رسول ﷺ، وہ اتباع سنت کا پیکر جمیل، وہ حسنات اسلاف کا آخری جامع، وہ مرشد تھانویؒ کا آخری منظور نظر، اور وہ احسان وتصوف کے قلمرو کا متفقہ تاجدار...... یعنی محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقیؒ ہماری اس فانی دنیا سے رخصت ہو کر اپنے انعام واکرام عطا کرنے والے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً.

حضرتؒ کا تعلق ایک خوش حال اور عصری تعلیم یافتہ لیکن دین پسند گھرانے سے تھا، ان کے والد ماجد محمود الحق صاحب اپنے وقت کے ایک نامور وکیل تھے۔ ان کی اولاد میں سے ایک صاحبزادہ انوار الحق حقی صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سبکدوش اور وظیفہ یافتہ پروفیسر ہیں، دوسرے چھوٹے بھائی پاکستان میں کسی اعلی منصب کے وظیفہ یافتہ ہیں، ایک صاحبزادی مرادآباد کے ایک گرلز کالج میں پرنسپل ہو کر وظیفہ یافتہ ہیں۔ سب بھائی بہنوں میں تنہا حضرت مولانا ہی تھے جن کا انتخاب انہوں نے اپنے مرشد حکیم الامۃ حضرت

تھانویؒ کے ایما، پر دینی تعلیم کے لئے کیا تھا، اور اس میں کیا شک ہے کہ اخلاص نیت کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان کے اس فرزند کو اس طرح قبول فرمایا کہ نہ صرف وہ ایک عالم باعمل بنا، بلکہ اس کی قرآن وسنت سے پختہ وابستگی نے اسے روز اول ہی سے یہ امتیاز عطا کیا کہ ایک مرتبہ مرشد تھانویؒ نے وکیل صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کا ایک بیٹا عصری تعلیم حاصل کر رہا ہے اور دوسرا دینی تعلیم، آپ نے دونوں میں کیا فرق محسوس کیا؟

وکیل صاحب نے نہایت ہی بلیغ جواب دیا کہ میں جب اپنے جوتے کے لئے پکار کر کہتا ہوں تو عصری تعلیم حاصل کرنے والا بیٹا میرے جوتے نوکر کے ذریعہ بھجوا دیتا ہے اور یہ دینی تعلیم حاصل کرنے والا نوکر سے نہیں بھجواتا ہے بلکہ خود لے کر آتا ہے۔

اللہ اللہ! کسی صالح وخدا شناس باپ کا اپنے بیٹے کی سعادت مندی ولیاقت پر یہ اعتماد، اور اپنے انتخاب پر اس درجہ اطمینان، کیا کسی بیٹے کے لئے معمولی سرمایہ ہے؟ اور پھر اس ''سرمایہ'' میں اضافہ وترقی تو ایسی ہوئی کہ ''اگر پدر نتواند پسر تمام کند''.... کی بات یوں صادق آ کر رہی کہ اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود باپ تو مرشد تھانویؒ سے مجاز بیعت ہونے کے حق دار نہ بن سکے لیکن بیٹا صرف ۲۲ ربرس کی عمر میں اس مقام پر پہنچ گیا کہ حضرت تھانویؒ جیسے بااصول اور متبع سنت مرشد نے اسے اجازت بیعت وارشاد عطا فرمادی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

یوں تو ہمارے تمام اکابر بزرگان دین کے یہاں بزرگی وبڑائی کا اصل پیمانہ ''اتباع سنت'' ہی رہا، اور معیار یہی رہا کہ جس کی زندگی اور اس کے معمولات رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرامؓ سے جتنے زیادہ قریب ہوئے اسے اسی درجہ میں بزرگی وولایت کا حق دار گردانا گیا.... تاہم محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کے یہاں یہ رنگ کچھ زیادہ ہی گہرا، نکھرا، اور نمایاں رہا... جینے کی مختلف راہوں میں سے نبی کی راہ پر گامزن ہونے کے لئے ان کے حرص واسرار نے انہیں اپنے معاصرین بلکہ اپنے اکابر کے درمیان بھی محبت آمیز احترام اور عقیدت آمیز اعتماد عطا کر دیا تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دنیا مسافرت کا گھر ہے، ہم سب مسافر ہیں اور ہمارے سفر کی آخری منزل آخرت ہے.... دنیا کے ہر مسافر کو اپنے سفر میں تین چیزیں مطلوب ہوتی ہیں۔ (۱) یہ کہ سفر راحت وآرام سے ہو۔ (۲) یہ کہ سفر عزت کے ساتھ ہو، (۳) یہ کہ سفر عجلت کے ساتھ ہو، ان ہی تینوں چیزوں کے حصول کے لئے ہر مسافر اپنی حقیقت کے مطابق اے سی کلاس سے لے کر سلیپر کلاس تک ریزرویشن کراتا ہے تاکہ سفر راحت کے ساتھ ہو، ٹکٹ خریدتا ہے اور ریلوے کے دوسرے تمام قوانین کی پابندی کرتا ہے تاکہ سفر عزت کے ساتھ طے ہو اور دوران سفر کسی قسم کی بے عزتی کا سامنا نہ کرنا پڑے، اور پھر منزل تک پہنچنے کے لئے تیز رفتار گاڑیوں کا انتخاب کرتا ہے تاکہ سفر عجلت کے ساتھ ہو اور جلد سے جلد منزل تک پہنچ سکے..... دنیا سے آخرت کی طرف سفر میں یہی تین چیزیں مطلوب ہیں کہ یہ سفر بھی راحت کے ساتھ ہو، عزت ساتھ ہو، اور عجلت کے ساتھ ہو، اور اس شان کے ساتھ سفر طے ہونے کا واحد ذریعہ ''اتباع سنت'' ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دنیا سے آخرت کی طرف سفر کو جس طرح طے کر کے دکھلایا ہے اسی پر گامزن ہو جانے میں راحت بھی ہے، عزت بھی ہے، اور عجلت بھی...... اور اسی چیز کا نام ''اتباع سنت'' ہے۔

ترویج واشاعت سنت کے علاوہ حضرتؒ کی دوسری محنت ''صحت قرآن مجید'' کے سلسلہ میں تھی جس کے لئے انہوں نے اپنے مدرسہ اشرف المدارس کے علاوہ ملک وبیرون ملک میں بہت سے مکاتب قائم فرمائے تھے جہاں بچوں کو ابتدا ہی سے قواعد تجوید کی پوری رعایت کے ساتھ حروف والفاظ کی شناخت کرائی جاتی ہے، ان درس گاہوں میں حفظ وناظرہ کی تعلیم حاصل کرنے والے بچے ''قاری'' کی سند حاصل کئے بغیر ہی قرآن کو اس کے اصل لب ولہجہ میں اور مخارج وقواعد کی پوری رعایت کے ساتھ پڑھنے پر قابل رشک

حد تک قابو یافتہ ہوتے ہیں۔

حضرت کو عام ارباب مدارس سے بجا طور پر اس کا شکوہ بھی ہوتا اور وقتاً فوقتاً اس کی فہمائش بھی کرتے رہتے کہ ہمارے عام دینی مدارس میں قرآن مجید کو نہ اس کے شایان شان مقام حاصل ہوتا ہے نہ اس پر وہ محنت ہوتی ہے جو ہونا ضروری ہے ...... جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے حافظ بلکہ علمائے کرام بھی قرآن مجید کو مجہول پڑھتے ہیں، وقف اور وصل میں غلطیاں کرتے ہیں، حروف کو ان کے مخارج کے خلاف ادا کرتے ہیں۔ حتی کہ بسا اوقات تو "لحن جلی" کر گزرتے ہیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہو پاتا کہ کیا پڑھنا چاہئے تھا اور کیا پڑھ دیا؟

القرآن یعنی کتاب اللہ کو ساری کتابوں میں سب سے افضل و برتر قرار دیتے ہوئے اس کی درسگاہ، اس کے طلبہ، اور اس کے اساتذہ کو وہ سب سے زیادہ اکرام و مراعات کا حقدار قرار دیتے تھے کہ ان سب کا رشتہ براہ راست قرآن مجید سے ہوتا ہے۔ وہ قرآن کے جزدان اور رکھنے کی رحل کے سلسلہ میں انتہائی حساس تھے اور ادنی بے توقیری اور بے لحاظی پر سخت گرفت کرتے تھے۔

وہ ایک جید الاستعداد اور صاحب نظر عالم تھے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ اقوال فقہاء پر انکی گہری نظر تھی ان سب کے باوجود انکی یادگار کتابوں میں ضخیم علمی وفنی کتابوں کے بجائے سب سے اہم کتاب "ایک منٹ کا مدرسہ" ہے اس کا تعلق ایک عام مسلمان سے لیکر جلیل القدر علماء تک سے ہے اور جس کے ذریعہ انہوں نے روزانہ صرف ایک منٹ صرف کر کے ایک مسلمان سچا اور اچھا پابند سنت مسلمان بنانے کا انتہائی سادہ اور عام فہم نصاب پیش کیا ہے ...اور جسکی برکت سے نہ جانے کتنے روایتی مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ہر اہم اور لائق ذکر آدمی کے اس دنیا سے رخصت ہونے پر یہ کہا جاتا ہے کہ انکی وفات سے ایک "خلا" پیدا ہو گیا ......لیکن حضرت" ہردوئی کے ہماری اس فانی دنیا سے رخصت ہونے کے بعد احسان و تصوف، اصلاح وموعظت، اخلاص ومروت، نظم واکرام، اور ادب ورعایت مراتب کے میدانوں میں اسلامی تعلیم کے عملی نمونہ کے طور پر جو خلا پیدا ہوا ہے انکی کسک دور تک اور دیر تک محسوس کی جاتی رہیگی... اور بس یہی ہے انکی عمر بھر کی کمائی جسکا بہترین صلہ انشاء اللہ انکو اپنے اس رب سے ملیگا جسکے دین کی سربلندی کے لئے وہ ساری زندگی کوشاں وسرگرداں رہے... **فرحمه الله عليه ورحمة واسعة**.. ذکر اس انعام خداوندی کا کر دینا بھی مناسب ہے کہ اپنی تمام تر بے صلاحیتوں اور عملی کوتاہیوں کے باوجود محض باپ دادا کی نسبت اور علماء وصلحاء کے خاندان میں پیدا ہو جانے کی سعادت کی وجہ سے اپنے وقت کے بہت سے اکابر، صلحاء اور علماء سے مخاطب ہونے، جوتیاں سیدھی کرنے، اور دعائیں پانے کے اس ناکارہ راقم الحروف کو خوب خوب مواقع ملے ...یہ الگ بات ہے کہ پیاسا کنویں کے قریب ہو کر بھی اپنی کوتاہی عمل کی بنا پر پیاسا کا پیاسا ہی رہ گیا۔

شعور کی آنکھ کھلتے ہی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کی حکمرانی دل پر پائی۔ ان کی ہیبت وجلالت کا سکہ ان کی آخری سانس تک چلتا رہا......وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ تندخو اور کھرے ہوں، یا بات بے بات جھڑک دینے کا انداز ہو! نہیں نہیں! وہ تو قطرۂ شبنم کی طرح نرم، کھلتی کلی کی طرح خوبرو، اور ایک مالی کی طرح اپنے گلشن کے گلوں ہی کے نہیں خاروں کے بھی قدرداں ونگہبان تھے۔ ان کی ایک لطیف مسکراہٹ دور دراز سے آنے والے مسافروں کی تھکاوٹ دور کر دیتی تھی، پھر ان کا پروقار استقبال، تبسم آمیز استفسار، اور ضیافت ومہمان نوازی کا والہانہ انداز، غرض کہ کیفیت کچھ یوں تھی کہ ؏

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

ہاں سامنا کرنے سے جھجک، اور دل پر ہیبت اس بات کی ضرور ہوا کرتی ہے کہ میرے بے اصول سراپا اور میری بے ربط گفتگو سے کہیں اس "آبگینے" کو ٹھیس نہ لگ جائے اور میں فرحت انبساط کے بجائے اذیت وانقباض کا ذریعہ نہ بن جاؤں...... اس کے باوجود وہ جو بزرگوں کے یہاں "نسبت

"کے نام سے ایک "مراعاتی کالم" ہوا کرتا ہے اس کا فائدہ راقم الحروف کو خوب خوب ملا۔ ملاقات نہیں ملاقاتیں اتنی مرتبہ ہوئیں کہ تعداد یاد نہیں، خصوصی ضیافتوں کے مزے بھی لوٹے، یادگار لمحے میسر آئے، الطاف وعنایات کی بارشوں سے شرابور ہونے کی سعادت بھی ملی، ان کی خرد نوازی کے صدقے ان کے حلقوں میں کئی مرتبہ "خصوصی مقرر" بن کر دینی مجلسوں سے خطاب کرنے کے مواقع بھی ملے۔ اور میری ایک ادنی بلکہ صحیح معنوں میں "گستاخانہ" درخواست پر پہلے سے طے شدہ پروگرام میں بروقت ترمیم کر کے ہردوئی سے لکھنو جاتے ہوئے دارالعلوم فاروقیہ کاکوری میں قدم رنجہ فرما کر اپنے نصیحت آمیز خطاب اور دعاؤں سے بھی نوازا..... اللہ اللہ ع

یہ عنایتیں یہ نوازشیں، مری ایک خستہ سی جان پر

اور پھر ابھی پانچ ہفتہ قبل ہی کی اس آخری زیارت وملاقات کو کیوں کر فراموش کر سکتا ہوں جو ۱۴/۱۵ اپریل ۲۰۰۵ء کو اس حال میں ہوئی تھی کہ شدید ضعف ونقاہت کے باعث حضرت والا تین دن سے اپنے رہائشی کمرہ سے نکل کر مدرسہ نہیں آسکے تھے۔ اور جناب مولانا افضال الرحمن صاحب جیسے قریبی بلکہ "منہ لگے" بھی مجھے فون پر پیشگی اس بات کی یقین دہانی نہیں کرا سکے تھے کہ زیارت وملاقات ہو ہی جائے گی۔

سفر بلگرام ضلع ہردوئی کے ایک دینی جلسہ میں شرکت کے لئے تھا، اور میں نے اپنے مشفق بھائی مولانا افضال صاحب سے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم لوگ نماز عصر مدرسہ اشرف المدارس کی مسجد میں ادا کریں گے۔ آپ اس کی اطلاع کردیں اگر اجازت مل گئی تو زیارت ومصافحہ ہو جائے گا۔ ورنہ میری قسمت!

نماز عصر سے ۱۵۔۲۰ منٹ قبل مدرسہ میں قدم رکھتے ہی مولانا افضال الرحمن کو منتظر پایا، اور انہوں نے کہا بس جلدی کر کے ابھی نماز سے قبل ہی آپ حضرات ملاقات کر لیجئے، حضرت آپ لوگوں کے منتظر ہیں۔ اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے میں نے اور میرے ساتھیوں مولانا حسین احمد صاحب، حافظ محمد ہاشم صاحب اور محمد حنیف صاحب (ڈرائیور) نے حاضری دی اور حضرت والا نے حسب سابق نہایت ہی کشادہ روئی کے ساتھ ملاقات ہی نہیں کی، بلکہ میرا نظام سفر دریافت فرمانے کے بعد فرمایا کہ نماز کے بعد میری طرف سے چائے پی لیں۔ اس کے بعد پھر ایک ملاقات ہو جائے گی۔ دوبارہ حاضری پر حضرت والا نے چائے کے سلسلہ میں دریافت فرمایا اور خاص طور پر ڈرائیور صاحب کے بارے میں پوچھا اور ان سے پھر مصافحہ فرمایا پھر بلگرام سے لکھنؤ واپسی کا نظام دریافت فرمایا اور میرے اس جواب پر کہ صبح فجر بعد واپسی ہوگی، اپنے خاص انداز میں فرمایا کہ اگر کوئی زحمت نہ ہو اور کسی نظام میں خلل نہ ہو تو صبح کا ناشتہ یہیں کر لیں..... اندھا کیا چاہے؟ چنانچہ ہم لوگ نماز فجر کے بعد ایک پیالی چائے پی کر بلگرام سے روانہ ہو کر ہردوئی پہنچ گئے۔ یہ ۱۵ اپریل کی صبح تھی اور جمعہ کا دن، حضرت والا کئی دن کے بعد آج اپنی مخصوص کرسی (وہیل چیئر) پر بیٹھ کر مدرسہ کے ایک ایک چپہ کا معائنہ فرمارہے تھے اور مختلف ہدایات دے رہے تھے، مجھے مدرسہ میں داخل ہوتے ہی جہاں یہ خوشخبری ملی کہ آج حضرت والا کی طبیعت بشاش ہے اور مدرسہ آکر حسب معمول معائنہ فرمارہے ہیں وہیں یہ جان کر ایک نامعلوم قسم کی بے چینی اور گھبراہٹ بھی ہوئی کہ اس دوران نظام میں کچھ بے ترتیبی کی وجہ سے حضرت والا کو تکلیف ہوئی ہے اور متعلقہ ذمہ داروں سے باز پرس فرمارہے ہیں، اور آج کل کے چلتے ہوئے الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ "موڈ آف ہے" ابھی میں "اپنی خیریت" کے بارے سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت والا کی مخصوص کرسی آگئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ کب غصہ آیا تھا اور کس پر اترا تھا؟ میں نے تو اسی منور منور، اجلے اجلے چہرہ کی زیارت کی اور حضرت والا نے مسکراتے لبوں اور بولتی آنکھوں سے ہم "بے استحقاقوں" کا استقبال کرتے ہوئے مصافحہ کی سعادت بخشی، پھر بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی نگرانی میں ہمیں ناشتہ کرایا۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد حضرت والا نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈال کر فرمایا کہ ابھی اتنی گنجائش ہے کہ آدھ گھنٹہ کے بعد بھی روانہ ہو کر آپ لوگ انشاء اللہ ۱۱ بجے لکھنؤ پہنچ جائیں گے۔ اگر بارش

ہو اور طبیعت میں انشراح ہو تو چند منٹ مسجد میں کچھ بیان کر دیجئے۔ طلبہ و اساتذہ کے علاوہ کچھ بیرونی مہمان اور جوار کی شاخوں سے آئے ہوئے اساتذہ و علماء بھی ہیں۔ تعمیل حکم کو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے میں نے بلا تاخیر اپنی رضامندی ظاہر کردی۔ کیونکہ ایسی سعادت پہلے بھی میسر آچکی تھی..... چند منٹ کے بعد میں مسجد پہنچ گیا اور مجھے کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، اس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا دیکھا کہ حضرت والا کی مخصوص کرسی آئی اور میری کرسی کے ٹھیک سیدھ میں کچھ فاصلہ پر روک دی گئی..... مجھے کیا معلوم تھا کہ حضرت والا کے روبرو اور ان کی سماعت میں لاتے ہوئے مجھے اس طرح "خطیب" بن کر کچھ کہنا پڑے گا؟ کیوں کر بیان کروں کہ فوری طور پر میری کیا کیفیت ہوئی؟ کرسی سے کیوں کر اتروں؟ اور اپنی بے بضاعتی کا حوالہ دے کر حضرت سے واپس چلے جانے کی درخواست کرنے کی ہمت کہاں سے لاؤں؟ کچھ بھی نہ کرسکا اور بات اس حوالہ سے شروع کردی کہ یہاں سب طالب بن کر آتے ہیں اور مجھے اچھی طرح اس کا احساس ہے کہ ان طالبین میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کے سامنے مجھ جیسے تہی مایہ کو جرأت بیان نہ ہونا چاہئے..... مگر کیا کروں؟ حکم حضرت والا کا ہے اور یہاں ان کے تشریف فرما ہونے سے یقین ہے کہ توجہ بھی فرما رہے ہوں گے، اس لئے اپنی نہیں بلکہ حضرت والا کی زبان سے مختلف مواقع پر سنی ہوئی کچھ باتیں آپ کے سامنے دہرانے کی جرأت کر رہا ہوں، نقل و تعبیر میں جو قصور ہو وہ میری زبان و فہم کے قصور کا نتیجہ ہوگا۔

۲۰۔۲۵ منٹ بیان ہوا اور میں نے صاف طور پر محسوس کیا کہ ابتداء میں قائم ہونے والی ہیبت، اور سانسوں کی بے ترتیبی کی کیفیت بہت جلد ختم ہوگئی اور میں نے جو کچھ کہا شرح صدر کے ساتھ کہا اور درمیان تقریر وقفہ وقفہ سے حضرت والا کے لبوں پر پھیلنے والی مسکراہٹ میرے لئے آکسیجن کا کام کرتی رہی۔ تقریر ختم ہونے کے بعد حضرت والا کے چہرہ کی بشاشت، لبوں کی مسکراہٹ، تحسینی کلمات، اور دعاؤں نے مجھے یقین دلایا کہ "کچھ کام کی بات" ہوگئی۔ مزاج شناس دوستوں نے بھی بقلم مبارکباد دی کہ حضرت والا بہت مسرور و محظوظ ہوئے ہیں۔ پھر یہ بھی علم ہوا کہ اس بیان کی کیسٹ کو بعد میں خود حضرت والا نے سنا بھی اور اہتمام کے ساتھ سنوایا بھی۔

کچھ دیر بعد حضرت والا نے تو مجھے مصافحہ و معانقہ فرما کر رخصت کردیا لیکن خدا گواہ کہ اس کے بعد کئی دنوں تک میں ایک کیف و سرور کے عالم میں رہا، اپنی اس خوش بختی کا ذکر اپنے دوستوں اور گھر والوں سے بھی کیا..... اور نہ جانے کیوں یہ یقین آج بھی قائم ہے کہ میری عاقبت سنورنے کا کچھ انتظام ہوہی گیا..... اس یقین کا آغاز تو اسی مجلس بیان سے ہوگیا تھا، پھر اسے تقویت اس سے ملی کہ حضرتؒ کے ایماء سے برادرم مولانا افضال الرحمن صاحب نے حضرت کے متعلقین و منتسبین کے زیر اہتمام ۲؍جون ۲۰۰۵ء کو شہر ہردوئی میں منعقد ہونے والے ایک دینی جلسہ میں شرکت و بیان کا وعدہ لیا، اور خود حضرت والاؒ نے بھی "بہ شرط قیام و اجازت معالج" اس جلسہ میں شرکت کا وعدہ فرما لیا تھا۔

میں مگن تھا کہ ایک مرتبہ پھر ہردوئی حاضری ہوگی، حضرت والاؒ کی زیارت ہوگی..... اور اس مرتبہ تو کچھ اور بھی "خصوصی نگاہ" ہوگی، ممکن ہے کہ بیان کے لئے کسی مضمون کی بھی رہنمائی ہو..... لیکن یہ کیا؟ ابھی تو ۲؍جون کی تاریخ آئی بھی نہیں تھی کہ حضرت والاؒ اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

سہانے خواب بکھر گئے اور ان کی جگہ خواہشوں، تمناؤں اور حسرتوں نے لے لی۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں، پھر بھی کم نکلے

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ ہماری اس فانی دنیا سے رخصت ہوگئے، یہی اس دنیا کا نظام بھی ہے کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ ابھی زخم ہرے ہیں اس لئے احساس کی شدت ہے، اب کیا ہوگا؟ اب کون ایسا روحانی معالج ملے گا؟ اب کون ایسا ہے جسے دیکھ کر اور جس کی ایک ایک نقل و حرکت سے

سنتوں کا علم ہوگا؟ اتباع سنت کی وہ لگن، اور نہی عن المنکرات کے لئے وہ تڑپ اب کہاں دیکھنے کو ملے گی؟ یہ اور اس جیسے بہت سے سوالات ذہنوں میں کلبلا کر بے چین و بے قرار کر رہے ہیں.....مگر حقیقت بہر حال یہی ہے کہ حق کا کارواں چلتا ہی رہے گا۔ اللہ کے دین کا کام کسی بھی شخصیت کا محتاج نہیں ہے۔ جس کا کام ہے وہی اپنے کام کیلئے افراد پیدا کرتا رہا ہے اور آئندہ بھی یہ نظام انشاء اللہ یوں ہی چلتا رہے گا۔

ہاں ہماری حضرت والاؒ سے سچی وابستگی، اور حقیقی عقیدت کا تقاضا یہ ضرور ہے کہ اس کے جلائے ہوئے چراغوں کو ہم روشن رکھیں اور ان کے مشن کا اپنے کو وارث سمجھ کر اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کوشاں ہوں.....بس یہی ہے ان کو سچا خراج عقیدت!

سدا رہے نام اللہ کا...

صفحہ نمبر ۳۱ رکا مابقیہ

اچک لے گیا انا للہ وانا الیہ راجعون آج بزم اشرف سونی سونی ہے ہر طرف پژمردگی کا سا سماں ہے ان کے رخصت ہونے سے پوری امت مسلمہ اشکبار ہے اور ارض ہند کا ایک ایک ذرہ ماتم کناں اور زبان حال سے درد بھرے لہجے میں اس طرح نغمہ سرائی کرتا ہوا نظر آرہا ہے" آہ ہمارا پاسباں ہمیں چھوڑ کر کہاں چلا گیا"۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا (اقبالؒ)

بقیہ صفحہ نمبر ۳۶ رکا مابقیہ

ودماغ پر خاصا اثر پڑا کوشش کی گئی کہ کسی طرح حضرت والا کی تدفین میں شرکت ہو جائے بوجہ بعد مسافت ممکن نہ ہوسکا۔

۵ ر شام میں ہردوئی حاضری ہوئی حضرت والاؒ کی قبر پر ... دی گئی حضرت حکیم صاحب اور دیگر اقارب اور حضرت مو... امیر حسن صاحب مدظلہ کی خدمت میں تعزیتی کلمات ... اشرف المدارس کا نظام معمول کے مطابق ہی نظر آیا لیکن چمن کی اصل زینت اور روح ہی غائب ہو جائے تو اس کا احساس تو یقیناً ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت والاؒ کو کروٹ کروٹ سکون عطا فرمائے اور ہمیں بھی اتباع سنت کی توفیق و معرفت الٰہی وافر عطا کرے۔ آمین۔ حضرت محی السنہ اور جذبہ نہی عن المنکر

صفحہ نمبر ۴۷ رکا مابقیہ

مولانا کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ مدارس کے اساتذہ کی تنخواہ ضرورت کے مطابق دینے کے قائل اور عامل تھے مولانا کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنی تحریک سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے تو اعلیٰ درجہ کی فہم و ذکاوت، قوی روحانیت اور تواضع وخاکساری کے حامل تھے اور مولانا عبدالحق کے خانوادے کے آخری عالم دین تھے اسی لئے حقی لکھتے تھے۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

راقم نے مولانا علی میاںؒ کے انتقال کے بعد مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ ہے مولانا نے جواب دیا کہ ہم خود حضرت ہردوئی کے یہاں حاضری دیتے ہیں آپ بھی وہاں جائیں۔

باقی رہنے والی ذات اللہ کی ہے وہی اصل مربی ونگراں ہے مولاناؒ کے انتقال کے بعد جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہے **وما ذلك على الله بعزيز**۔

حضرت محی السنۃ ÷ حیات وکارنامے

از: جانشین محی السنۃ حضرت الحاج حکیم محمد کلیم اللہ صاحب مدظلہ

آپ کا نام نامی ''ابرار الحق'' تھا۔ والد ماجد ''محمود الحق صاحب'' تھے جن کا ہردوئی کے معروف ومشہور بڑے وکیلوں میں شمار ہوتا تھا نیز آپ کے والد حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز صحبت تھے۔

آپ کی ولادت ۲۰ر دسمبر ۱۹۲۰ء کو ہوئی۔ تاحیات ہردوئی میں قیام رہا۔ حضرت والا محی السنۃ کی زندگی از ابتدا پابند شریعت تھی۔ آپ نے ۲۱ رسال کی عمر میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ سے مجاز بیعت وخلافت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ محی السنۃ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ''آپ طالب علمی کے زمانے سے صاحب نسبت تھے''

کارنامے:

حضرت محی السنۃؒ نے ۱۹۴۲ء میں ''اشرف المدارس'' کا سنگ بنیاد رکھا، جمعہ کے دن مسجد میں اعلان کروادیا کہ ''مدرسہ کا آغاز ہورہا ہے جو حضرات اپنے بچوں کو بھیجنا چاہیں وہ بھیجیں ان پر کوئی مالی بار نہیں پڑے گا، پہلے ہی دن مسجد کے صحن میں چارپائی ڈلوادی۔ ہردوئی کے دو طالبعلم شروع دن میں ہی تشریف لائے، اس طرح سے مدرسے کا آغاز ہوا، جو تادم تحریر جاری ہے۔

''دعوۃ الحق'' کا قیام ۱۹۵۰ء کو ہردوئی میں عمل میں آیا، ۱۹۵۳ء میں آپ نے مکاتب کا اجراء فرمایا، ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ کو پہلا مکتب اسی اعظم پور میں قائم کیا، وہاں کے پہلے مدرس منشی احمد صدیق تھے جو موضع رسول پور آنٹہ میں بھی کام کرتے تھے۔ ضلع ہردوئی کی چاروں تحصیل میں ۲۴۴ر مکاتب ہیں اور دیگر اضلاع میں ۳۵ر ہیں۔ دیگر صوبہ جات میں ۲۷ر ہیں اور تا مرگ وفات محی السنۃ کے ۹۶ر مکاتب زیر نگرانی تھے۔

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے مجاز بیعت وخلافت تھے، پھر مرشد تھانویؒ کی وفات کے بعد خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے وابستہ رہے، ان کے بعد شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوریؒ سے انتساب بیعت کیا، پھر قطب العالم شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا، ان کے وصال کے بعد مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ سے فیض اٹھاتے رہے، ان کے یہاں بہت اہتمام سے جاتے تھے۔

طرز زندگی:

محی السنۃ کی پوری حیات نمونۂ اسلاف تھی، سادگی، بے ساختگی، اصلاح امت کی فکر، سیاست وکسی بھی سیاسی جماعت سے کوئی ربط وتعلق نہ تھا۔ ہر خاص وعام سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، ہر اس شخص کا درد دل میں رکھتے جس کو تکلیف وپریشانی ہو۔ خاص بات یہ تھی کہ پریشان ومضطرب شخص بھی حضرتؒ سے مل کر قلبی سکون پاتا تھا، اس کی پریشانی کے حل کی صورتیں نکلتی تھیں، پر تکلف غذائیں پسند نہیں فرماتے تھے، ہر چیز میں نظم پسند فرماتے تھے، خلاف اصول بات پر برجستہ بروقت وبر موقع نکیر فرماتے تھے۔ اس میں کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے، ہر وقت پیش نظر رضائے الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ کل حیات اصلاح معاشرہ، نبی کریم ﷺ کی سنت کی ترویج واشاعت میں دینی تعلیم کو فروغ دینے میں قرآن شریف کی عظمت ومحبت ساری امت کے دلوں میں پیدا کرنے، سنت کے مطابق تلاوت کرنے کی اہمیت دلانے میں

صرف کی، اکابرین واسلاف سے ملاقات کا اہتمام کرتے تھے، بیماروں کی عیادت کے لیے ہدایت فرماتے تھے، چنانچہ خاص طور پر حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے دو مرتبہ تشریف لے گئے جس پر حضرت والا نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا رابع صاحب ندوی سے بے حد محبت وعقیدت فرماتے تھے، خاص طور پر جب حیدرآباد میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر کا انتخاب ہو رہا تھا تو حضرت محی السنۃ نے بورڈ کے لیے اور مولانا رابع صاحب کے لیے دعائیں کیں تھیں۔ نیز کئی مرتبہ محی السنۃ علیہ الرحمۃ نے مولانا رابع صاحب کو بطور خاص اپنے مدرسہ اشرف المدارس کے جلسے میں مدعو فرمایا اور تقریر کروائی۔

حضرت محی السنۃ کا جب بھی لکھنؤ سے علی گڑھ و بمبئی جانا ہوتا تھا تو حضرت محی السنۃ کے سامنے ندوہ کی بات رکھی جاتی تھی تو حضرت والا نہایت خوشی سے قبول فرمالیتے۔ اور جب بھی ندوہ تشریف لے جاتے تو پہلے ہی بذریعہ ٹیلی فون حافظ مصباح الدین سے اطلاع کرواتے۔ پھر ندوہ جا کر طلبہ واساتذہ سے اصلاحی وتربیتی خطاب فرماتے، حضرت مولانا رابع صاحب ندوی بھی بغرض ملاقات ودعا ہردوئی آیا کرتے تھے۔ اور حضرت والا کے تمام اہل خانہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی کو اپنا بڑا تسلیم کرتے تھے۔ نیز مولانا رابع صاحب ندوی بھی حضرت محی السنۃ کو اپنا رہبر وسرپرست گردانتے تھے، فرد خانہ کی حیثیت سے آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔

خلفاء:

محی السنۃ علیہ الرحمۃ کے دو قسم کے خلفاء ہیں۔

(۱) مجازین بیعت

(۲) مجازین صحبت

مجازین بیعت کی تعداد ۱۰۳ ار ہیں اور مجازین صحبت ۳۶ ر ہیں

مجازین بیعت ہندوستان میں ۶۰ ر، پاکستان میں ۶ ر، انگلینڈ میں ایک، امریکہ میں ایک، افریقہ میں ۳، سعودی عرب میں ۵ ر، بنگلہ دیش میں ۲۷ ر ہیں۔ جن میں حکیم محمد اختر صاحب کراچوی، (پاکستان) مفتی عبدالرحمن صاحب بنگلہ دیش، مولوی ایوب صاحب، انگلینڈ، مولوی یحیٰ صاحب بھام افریقی، مولوی سلیمان صاحب ڈھانچی، عبدالحق صاحب ڈیسائی افریقی، جدہ میں انوارالحق صاحب اور مولانا عبدالرحمن صاحب حیدرآبادی، اعجاز صاحب حیدرآبادی، مدینہ طیبہ میں جناب منصور علی خاں صاحب، اور مکہ مکرمہ میں قاری خلیق اللہ صاحب ہیں اور بھی دیگر خلفاء ہیں جن کا ذکر اس مختصر تحریر میں اختصار کے پیش نظر ترک کیا گیا ہے۔

پسماندگان:

حضرت والا کے کل پانچ بھائی اور ایک بہن تھیں۔ دو بھائی حیات ہیں۔ ایک پاکستان میں اور ایک علی گڑھ میں، حضرت کی اہلیہ محترمہ دو دختر نیک صالحہ حیات ہیں، حضرت والا کے تین نواسے اور تین نواسیاں ہیں، جن میں حضرت کے نواسے حلیم الحق سلمہ مجاز بیعت ہیں۔

حضرت کے صاحبزادے حافظ اشرف الحق ۲۸ رسال کی عمر میں ۱۳۹۷ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ نہایت متقی وپرہیزگار وزیرک تھے۔

حضرت والا نے اخیر وقت میں مرادآبادی مضمون کی تقسیم واشاعت کا بہت خاص اہتمام فرمایا۔ اور زبانی بھی سب کو اس کی تقسیم کی ترغیب دیتے تھے۔

خانقاہ تھانویؒ کا آخری چراغ

ڈاکٹر رشید الوحیدی

نہایت ہی افسوس اور تشویش کی بات ہے کہ یہ دنیا اچھے اور نیک لوگوں سے خالی ہوتی جارہی ہے اور جو چلا گیا اس کی جگہ خالی ہی رہ جاتی ہے ابھی چند دن گزرے امت کا بہت بڑا نقصان تب ہوا جب حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ خاص حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا وصال ہوگیا۔ ہندوستان کی سرزمین پر سے خانقاہ تھانویؒ کے فیوض و برکات تقسیم کرنے والا سایہ اٹھ گیا یہ باب بند ہوگیا۔

خانقاہ تھانہ بھون سے روحانیت کی عظیم امانت لے کر انھے اپنے مرشد کے اشارے پر ہردوئی کو آباد کیا اور پھر نصف صدی سے زیادہ تعلیم و تربیت اور روحانیت کی ضیاء پاشیاں اس نئے علاقے سے ہوتی رہیں۔ گوشہ نشین رہ کر خاموشی سے یہ دولت لٹاتے رہے۔ عجیب انداز ہے ان اولیاء کرام کا، نام ونمود، جاہ وشہرت اور ناموری کی طلب اور اس کے لئے تگ و دو اس قسم کی تمام لایعنی باتوں سے بہت دور وبے نیاز، اپنے اللہ سے لو لگائے مخلوق خدا کی اصلاح وخدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ طبیعت میں انکسار و تواضع کا یہ عالم کہ سب کچھ یا بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی گویا کچھ نہیں ہیں۔ یہی شان حضرت شاہ صاحبؒ مرحوم کی دیکھی۔ قسمت سے ایک بار حاضری اور زیارت کا شرف نصیب ہوگیا۔ آج تک اس کا سرور دل و دماغ پر باقی ہے۔ چار پانچ سال قبل کی بات ہے اپنے ایک واقف کار فاضل دیوبند کے ساتھ کسی تعلیمی کام سے دہلی سے لکھنؤ کا سفر کیا، چارباغ ریلوے اسٹیشن لکھنؤ مسافر خانے میں قیام ہوا، کام ایک دو دن میں ختم ہوگیا۔ ایک دن فاضل بچ گیا۔ اگلے دن دہلی واپسی تھی۔ ہم دونوں میں طے ہوا کہ یہ فاضل دن ہردوئی چل کر شاہ صاحب کی زیارت کی جائے، نیت بخیر تھی، اللہ نے مدد کی مسافر خانے سے باہر نکلے۔ سامنے بس رکی ہوئی تھی۔ کنڈکٹر چلا رہا تھا۔ ہردوئی، ہردوئی!! ہم جھٹ جا بیٹھے بس چل دی سکون ہوا، اچانک جانے کیا سوجھی میں نے ساتھی سے کہا میاں! ایک کام کریں آپ اپنا فاضل دیوبند اور میرا خانقاہ مدنی کے خادم کی حیثیت سے تعارف نہ کرا کر ایک اجنبی کی حیثیت سے شاہ صاحب سے ملیں، ایسا کیوں کہا؟ اللہ معاف فرمائیں شاید کہیں تحت الشعور میں یہ خیال تھا کہ دیکھیں حضرت کا اجنبیوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، دیوبند اور حضرت مدنیؒ کی نسبت سے تو ہر جگہ دو گھونٹ پانی اور ٹکڑے کو لوگ پوچھ لیتے ہیں۔ بہر حال بات طے ہوگئی۔

ہم وہاں پہونچے تو ظہر کی نماز تیار تھی گرمی کا زمانہ تھا ظہر "ابردوا بالظہر" کی حدیث کے مطابق کچھ دیر ہو رہی، ہم مسجد میں جا بیٹھے سنت پڑھ کر حضرت کا انتظار کرتے رہے۔ کبھی زیارت تو ہوئی نہ تھی ذہن میں طرح طرح کا نقشہ ابھرتا رہا، جس میں تقدس اور نورانی چہرہ بہر حال نمایاں تھا، انتظار ہی میں جماعت کھڑی ہوگئی۔ عین وقت پر تشریف لائے اور شریک ہوگئے ہوں گے، سلام کے بعد پیچھے سے آواز آئی "میاں! سجدے میں انگلیاں پھیلا کر نہیں، ملا کر رکھو" اپنے مدرسے کے کسی نئے طالب علم سے مخاطب تھے میں نے قیاس یہی کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ ہیں ان کے سامنے اور کسی کی ہمت کچھ بولنے کی کہاں تھی۔ نماز بعد ہم دونوں نے شفقت سے کھڑے ہوکر مصافحہ کیا۔ پھر سوال ہوا کہ کہاں سے آئے، طے شدہ بات کے مطابق عرض کیا کہ لکھنؤ سے زیارت کو آئے ہیں۔ ہم دونوں کو دائیں بائیں لے کر قیام گاہ کی طرف چل

پڑے، معمول کے مطابق اپنی نشست گاہ پر بیٹھ گئے مدرسے کے طلبہ، اساتذہ، باہر کے مہمان، شہر کے معتقدین سب حاضر تھے مگر نہایت شفقت سے حضرت ہم دونوں نوواردان سے مخاطب تھے اور اکرام ضیف کا پوراحق ادا کر رہے تھے، اکابر واسلاف کی شان یہی رہی ہے اجنبی ہو یا اپنا وقریب، خاص وعام غرض مہمان تو مہمان ہے اور اکرام کا مستحق ہے۔ چند منٹ بعد اشارہ کرتے ہوئے فرمایا" ان صاحب کے ساتھ کمرے میں جاکر کھانا کھالیں"۔

کھانے کا وقت دیر ہوئی گذر چکا تھا، اس کے باوجود یہ نہیں کہ" کھانا تو نہیں کھایا؟" یا" کھانا لگوایا جائے؟" کچھ نہیں خادم کو اشارہ کیا، کھانا آگیا، حکم ہو گیا، وقت کم تھا ہمیں ٹرین سے لکھنؤ واپس آنا تھا، بار بار دعا دیتے رہے ہماری حاضری پر ممنونیت کا اظہار فرماتے رہے حالانکہ غرض ہمیں تھی اچانک ایک صاحب بیس پچیس رسالوں وکتابچوں کا بنڈل لائے، اور ہمارے سپرد کر دیا، حضرت نے فرمایا" یہ آپ دونوں کی نذر ہے" اللہ اکبر! آج کل تو لوگ خدام اور نیازمندوں سے نذر کے منتظر رہتے ہیں، یہ کیسے بزرگ ہیں جو تمام خاطر مدارات کے بعد نذر بھی خود ہی پیش کر رہے ہیں، جی ہاں! یہ ان نام نہاد صوفیا میں سے نہیں ہیں یہ اپنے بزرگوں کے سچے جانشین ہیں اور ان کے بزرگوں کا تصور قرآن وحدیث اور اخلاق محمدی ﷺ سے ماخوذ ومستفاد ہے، یہ امداد اللہ، محمد قاسمؒ، رشید احمدؒ، اشرف علیؒ اور حسین احمدؒ کے فیض یافتہ ہیں دارالعلوم ان کی تربیت گاہ ہے، ہماری روانگی کا وقت ہو چکا تھا، وقت تنگ تھا، حضرت نے بھی محسوس کر لیا اپنے ایک مقامی واقف کار کو اشارہ فرمایا وہ اپنی گاڑی لے کر آگئے اور ہم مصافحہ کر کے دعا لیتے ہوئے واپس ہو گئے۔ یہ دارالعلوم یا حضرت مدنیؒ کی نسبت سے نہیں، دو اجنبیوں کے ساتھ معاملہ تھا، سادہ لباس، تھانوی گول ٹوپی، درمیانہ قد، درمیانہ جسم، بھری داڑھی، پروقار نورانی سنجیدہ چہرہ، اول وہلے میں بولنے کی ہمت نہ ہو مگر خود حضرتؒ بولیں تو شیریں بیانی سے بات کرنے والا بے تکلف ہو جائے گا، لہجہ ہمدردانہ، گفتگو میں کوئی نہ کوئی نصیحت یا اپنے بزرگوں کا کوئی واقعہ یہ مبارک ذات دل ودماغ پر چھائی ہوئی ہے، رخصت ہوتے ہوئے عرض کیا: حضرت دہلی کا پروگرام بنے تو خادم کو فون کروا دیں جہاں بھی ہوں گے خادم حاضر ہو کر دست بوسی کرے گا، فرمایا" ضرور ضرور ذاکر نگر میں تو میری ایک عزیزہ بھی رہتی ہے"۔

مختصری فرصت میں شاہ صاحبؒ کے حکم سے ایک استاذ نے مدرسے کی سیر بھی کرا دی، ایک ایک درسگاہ، بچوں کی قیام گاہ، مطبخ سب کچھ دیکھا، حسن انتظام، صفائی سلیقہ، ظاہری ومعنوی خوبی، ہر جگہ نظر آئی، شاہ صاحبؒ آخر کار حضرت تھانویؒ کے تربیت یافتہ تھے! خانقاہ تھانوی کے اصول وقواعد، ضبط ونظم کی جھلک ہر جگہ ظاہر تھی، ابھی حال ہی میں شاہ صاحب کے ایک عزیز ساتھی اپنے وقت کے عالم ولی مرشد مولانا صدیق احمد باندویؒ کا وصال ہو چکا تھا۔ حضرت پر اس کا خاصہ اثر تھا، دیر تک ان کے مناقب بیان فرماتے رہے، حضرت تھانویؒ کے نصائح، حکمتیں سنا کر تو جیسے شاہ صاحبؒ کو روحانی غذا اور تقویت مل رہی تھی ہم لاکھ اجنبی سہی، حضرت کی ظاہری خاطر ومدارات کے ساتھ لگتا تھا کہ روحانی نسبت سے بھی کم لے رہے ہیں۔ احساس یوں ہوا کہ اس تمام عرصے میں دنیا ومافیہا سے ذہن ہٹ کر صرف اور صرف اللہ ورسول ﷺ کی یاد اس میں محو ہے اور کے تصور میں لطف آرہا ہے حالانکہ ؏ نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی

خانقاہ سے باہر آتے ہی پھر وہی ہم، وہی دنیا کی جھنجھٹ وہ جو سنا ہے،" ولی کامل وہ ہے جس کے پاس بیٹھ کر اللہ یاد آئے"، ہردوئی کے اس قلندر کی بارگاہ میں خوب خوب مشاہدہ ہوا اللہ پاک حضرت کی قبر کو منور فرمائے۔ (وہ تو ہے ہی) اللہ پاک ہماری اصلاح فرمادے اور معصیت سے محفوظ رکھے آمین ☆☆☆☆☆

یہ تھے حضرت شاہ مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ

مولانا عبدالقوی صاحب مدظلہ

محترم مولانا عبدالقوی صاحب مدظلہ حیدر آباد کی ممتاز علمی و دینی شخصیت اور وہاں کے متعدد مفید اداروں کے روح رواں ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے ایک عرصہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کی خدمت میں گزارا ہے، اور اسی وقت چند برس آپ بھی حضرت کے گھر رہے (ادارہ)

محی السنۃ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب حقی رحمۃ اللہ علیہ جو اس دور میں اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ تھے، ۸؍ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ ۱۷؍ مئی ۲۰۰۵ء بروز منگل شب کو قریب ۹؍ بجے تقریباً ۸۵؍ سال کی عمر میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرماگئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

ولادت:

حضرتؒ کی ولادت باسعادت ۸؍ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰؍ دسمبر ۱۹۲۰ء بروز دوشنبہ ہوئی۔ آبائی وطن دہلی کے نواح میں "پلول" نامی ایک جگہ ہے۔ وہاں سے صوبۂ یوپی میں میرٹھ پھر ہردوئی منتقل ہوئے۔

خاندان:

آپ کے والد گرامی قدر مولوی محمود الحق حقی ضلع ہردوئی کے نہایت ہی معزز و نامور وکیل تھے۔ وہ علی گڑھ یونیورسٹی سے فارغ تھے اور اپنے علاقہ میں اخلاق و کردار اور فن وکالت میں نہایت وقار و اعتبار کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ ہردوئی کی انجمن اسلامیہ کے قیام اور اس کے تحت مسلمانوں کے لئے مختلف سماجی و رفاہی شعبوں کا انتظام و انصرام انہی کی مساعی جمیلہ اور جذبۂ خدمت ملی کا نتیجہ تھا جو آج تک ان کی یادگار و شاہکار ہے۔ انہیں بھی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ سے غایت درجہ عقیدت تھی۔ فکری و عملی اعتبار سے انہی کے ہم مشرب تھے۔ حضرت تھانویؒ کو بھی ان سے خاص تعلق تھا اور انکے اخلاق و اعمال پر اس قدر اعتبار تھا کہ انہیں اپنی طرف سے خلافت بھی عطا فرمائی تھی۔ حضرت کی والدہ محترمہ بھی نہایت ہی رقیق القلب، ملنسار، اور خوش مزاج خاتون تھیں۔ ایک رئیس خاندان سے تعلق تھا۔ غرباء پروری اور یتامیٰ نوازی میں اپنی مثال آپ تھیں۔ مصیبت زدوں کی مصیبت میں شرکت اور ان کی دلداری میں پیش پیش رہتی تھی۔ بہر حال حضرتؒ کی پرورش و تربیت اسی خوش حال، و خوش اخلاق اور راسخ العقیدہ گھرانہ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

جس طرح آپ کا سلسلہ نسب ایک عظیم المرتبت محدث شیخ عبدالحق دہلویؒ سے ملتا ہے اسی طرح آپ کی تعلیم کی ابتداء یعنی بسم اللہ خوانی بھی ایک جلیل القدر محدث مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ کے ہاتھوں انجام پائی تھی۔ پھر ابتدائی تعلیم اپنے والد کی قائم کردہ "انجمن اسلامیہ" کے تحت ایک مدرسہ میں حاصل فرمائی اردو، فارسی، عربی کی کتابیں یہیں پر آپ نے پڑھیں اور حفظ قرآن کریم مکمل فرمایا۔ آپ کی ذہانت و فطانت کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ نے صرف ۸؍ سال کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ مکمل کرلیا تھا۔ اور یاد بھی ماشاء اللہ ایسا تھا کہ اچھے اچھے حفاظ آپ کے سامنے قرآن مجید سنانے سے گھبراتے تھے۔ خود بھی مدت العمر تراویح میں قرآن پاک سنانے کا اہتمام فرماتے رہے۔ اس کے بعد علوم و فنون کی تعلیم کے لئے ہندوستان کی عظیم و قدیم دینی درسگاہ اور بڑے بڑے علماء و صوفیاء کی قیام گاہ مدرسہ

مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے۔ باوجود ناز ونعم میں پل کر بڑے ہونے اور راحت وآرام کے عادی ہونے کے بھی آپ نے یہاں ہر قسم کی مشقت ومجاہدہ کو ذوق وشوق سے تحصیل علم کے لئے برداشت فرمایا۔ اپنے سب کام خود کرتے تھے۔ مدرسہ کے نظام تعلیم کے علاوہ بھی خارج میں متعدد کتب پڑھنے کا اہتمام کیا۔ قرآن مجید سے چونکہ والہانہ تعلق تھا۔ اس لئے فجر کی نماز مدرسہ سے تقریباً ایک کلومیٹر دور جاکر جامع مسجد سہارنپور میں ادا کرتے۔ جہاں قاری عبدالخالق صاحبؒ بعد نماز فجر ایک آیت کی مشق کراتے تھے۔

اخلاق وکردار:

اپنے اخلاق وکردار اعمال صالحہ ومسنونہ کے اہتمام کی وجہ سے طالب علمی ہی کے زمانہ میں حضرت نے اپنے اساتذہ کی نظر میں محبوب وپسندیدہ مقام بنالیا تھا۔ چنانچہ آپ کے استاذ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طالب علمی ہی کے زمانہ میں صاحب نسبت ہونے اور تعلق مع اللہ کی دولت عطا فرمادی تھی۔ چنانچہ اسی زمانہ میں آپ کو علوم شرعیہ ظاہرہ میں درک وکمال کے شوق کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس وتصفیۂ باطن کی فکر بھی دامن گیر رہی ۔ اسی لئے چھٹی کے ایام تھانہ بھون کی خانقاہ امدادیہ میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی صحبت ومعیت میں گزارا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جمعہ کی ہفتہ واری تعطیل بھی وہیں گزارتے تھے۔ حضرت تھانویؒ نے بھی ان کے اندر تقوی اور تعلق مع اللہ کے آثار واطوار کو بھانپ لیا تھا، اسی لئے خصوصی عنایت وتوجہ فرماتے رہے۔ چنانچہ آپ نے علوم ظاہرہ میں ۱۳۵۶ھ میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی اور امتحان سالانہ میں درجۂ اول سے کامیاب اور خصوصی انعام کے مستحق قرار دیئے گئے۔ اس کے بعد دوسال مزید مدرسہ میں قیام فرما کر افتاء، منطق وفلسفہ بلاغت وادب کی مزید کتب کی تعلیم حاصل فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو عربی زبان پر بھی اچھا عبور حاصل تھا۔ فنون کی تعلیم وتدریس میں خاص کمال نصیب تھا۔ جن لوگوں کو ان سے کچھ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے وہ اس کا اعتراف کریں گے کہ اللہ پاک نے تمام فنون میں یکساں استعداد وصلاحیت سے انہیں بہرہ یاب فرمایا تھا۔

درس وتدریس:

درس نظامی اور متعلقات سے فراغت کے بعد آپ کو اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے انتظامیہ نے مدرسہ مظاہر علوم ہی میں معین مدرس کی حیثیت سے مقرر کردیا۔ اس طرح آپ کی تدریسی خدمات کا آغاز اپنی مادر علمی میں اپنے اساتذہ واکابر کی سرپرستی میں ہی ہوا۔ اس کے بعد اپنے مرشد حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ایماء واشارہ سے کانپور کی قدیم دینی درسگاہ جامع العلوم پٹکاپور، جہاں خود حکیم الامت تھانویؒ بھی ۱۴ سال مدرس رہے، تشریف لے گئے۔ یہاں تقریباً دو برس آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد فتحپور ہسوہ کے مدرسہ اسلامیہ میں تشریف لائے۔ یہاں بھی دوسال تدریسی کام کرتے رہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کے لئے کام کا میدان وانداز کچھ اور ہی مقدر فرمایا ہوا تھا۔ اس لئے حضرتؒ اپنے جذبات واحساسات اپنے مرشد حضرت تھانویؒ کی خدمت میں پیش کرتے رہے۔

اشرف المدارس کا قیام:

بالآخر انہی کے حکم ومشورہ سے ہردوئی پہنچ کر شوال ۱۳۶۳ھ میں ایک مدرسہ کی توکلاً علی اللہ بنیاد ڈالی، اور اس کا نام اپنے مرشد کی نسبت سے اشرف المدارس رکھا۔ بفضلہ تعالیٰ اس مدرسہ نے حضرتؒ کی محنتوں سے اپنی ایک خاص شان وپہچان بنائی۔ اور ہندوستان کی مختلف ریاستوں ہی سے نہیں پورے ایشیاء، افریقہ اور یورپ تک سے شوق مند و قدردان طلبہ آکر مستفید ہوتے رہے اور ہورہے ہیں۔

سلوک واحسان:

جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ حضرتؒ بچپن ہی سے علوم ظاہرہ کا ذوق وشوق اور اس میں نہایت دلچسپی اور محنت کے ساتھ ساتھ علوم باطنہ یعنی تکمیل سلوک وتصوف کی جانب بھی پوری توجہ وانہماک رکھتے تھے، اور اپنے وقت کے عظیم المرتبت روحانی پیشوا حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے

منسلک ہو کر قلبی و روحانی مراتب عالیہ سے سرفراز ہوتے رہے بالآخر آپ کے مرشد نے آپ کی تیز رفتار روحانی ترقیات اور شانِ تلقین و تربیت پر اطمینان فرماتے ہوئے۔ ۱۳۶۱ھ میں آپ کو اپنی جانب سے توکلاً علی اللہ اجازت بیعت وارشاد اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ یہ حضرت حکیم الامت کی آخری اجازتِ خلافت تھی اس کے بعد حضرت نے کسی کو اجازت مرحمت نہیں فرمائی اور حضرت بھی اس وقت دنیا میں آپ کے آخری خلیفہ رہ گئے تھے۔ آپ کے بعد اب حضرت تھانویؒ کے کوئی خلیفہ دنیا میں نہیں رہ گئے۔ حضرت نے اپنے شیخ کے اس اعتماد کی بھرپور لاج رکھی۔ اور پوری زندگی تصوف وسلوک کے منہاج ومزاج کی رعایت فرماتے ہوئے لاکھوں بندگانِ خدا کی سرپرستی ورہنمائی فرماتے رہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کا فیضان علم اور عرفان تربیت آج بالواسطہ اور بلاواسطہ پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہیگا۔

نکاح:

حضرت کا نکاح آپ کے پیر ومرشد حضرت تھانویؒ کے مشورہ سے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے باوجود ایک جدید تعلیم یافتہ اور نہایت ہی متمول خاندان سے تعلق رکھنے اور اپنے والدین کی ایک ہی بیٹی ہونے کی حیثیت سے بہت ہی ناز ونعم کی عادی ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو اس خالص دین دارانہ ماحول اور ایک عالم ومصلح کے مزاج کے موافق بنایا اور رفاقت کا واقعی حق ادا فرمایا۔ راقم الحروف کو بچپن کے چند برس حضرت کے گھر گزارنے کا موقع ملا۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ حضرتؒ کے لئے ایک صالحہ وقانتہ رفیقہ حیات ہی نہیں وفادار خدمت گزار عقیدت کیش بھی تھیں۔ ان کے معمولات زندگی ایک ولی کامل کا نمونہ ہیں۔ عورتوں میں اس کی نظیریں اقل قلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وسلامتی اور ہمت وصبر نصیب فرمائے۔

اولاد واحفاد:

حضرت کی دو اولاد میں ایک لڑکا ایک لڑکی۔

صاحبزادہ حافظ مولوی اشرف الحق صاحب مرحوم تقریباً ۸؍سال تک مسلسل بیماری کی آزمائشوں سے گزر کر عمر ۲۸؍ برس حضرت کی حیات ہی میں انتقال فرما گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ نہایت ذہین وفطین اور اعلیٰ درجہ کے خوش وزم گفتار تھے۔ بیماری کے اس طویل عرصہ میں بھی طاعات وعبادات کا اہتمام برابر جاری رکھا۔ حضرتؒ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک فرمایا تھا۔ صاحبزادی صاحبہ مدظلہا الحمد للہ موجود ہیں۔ اور حضرت کے عالی مرتبت خلیفہ اور متعدد بزرگوں کے منظور نظر حضرت کلیم اللہ صاحب مدظلہ کی زوجیت میں ہیں۔ ان کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہے۔ حضرت کے تینوں نواسے ماشاء اللہ صالح وسعادت مند ہیں۔ انہیں بچوں نے حضرتؒ کی آخری سانس تک خدمت کی ہے اور مثالی خدمت کی ہے۔ اللہ پاک تمام متعلقین کی طرف سے انکو بہتر جزائے خیر عطا فرمائے۔

تلامذہ اور مسترشدین:

حضرت کی روحانی اولاد، تلامذہ ومسترشدین کا شمار مشکل ہے۔ حضرت سے تربیت پاکر اصلاح نفوس وتزکیہ قلوب حاصل کرنے والے خلفاء کرام کی فہرست طویل ہے جو دعوۃ الحق ہردوئی سے منگوائی جاسکتی ہے۔ اس میں قابل ذکر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ ''کراچی'' اور ان کے صاحبزادہ محترم حضرت حکیم محمد مظہر صاحب، علامہ قمر الدین استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد عاشق صاحب استاذ فقہ مفتاح العلوم جلال آباد، مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتی وصیۃ العلوم پرتاپ گڑھ، حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب علی گڑھ، محترم ماسٹر اظہر کلیم صاحب اڑیسہ، صوفی محمد عبد الرحمن صاحب گلبرگہ، حافظ محمد اسحٰق صاحب مدرسہ فیض العلوم سعید آباد، مولانا محمد ایوب صاحب لندن، مولانا یحییٰ صاحب افریقہ، مفتی عبد الرحمن صاحب بنگلہ دیش، مولانا تمیم الحق صاحب، مولانا عبد الرؤف صاحب اور مولانا افضال الحق صاحب ہردوئی وغیرہ ہیں۔

مجلس دعوۃ الحق:

حضرت نے اپنے مرشد حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی قائم کردہ "مجلس دعوۃ الحق" کی زمام اختیار وکاران کے بعد اپنے ہاتھ میں لی۔ اس مجلس کی ہردوئی میں نشاۃ ثانیہ کرکے اس کے تحت پورے ملک میں دینی مدارس ومکاتب کا سلسلہ قائم فرمایا۔ ان تمام مدارس میں قرآن مجید کی باتجوید تعلیم اور طلبہ علم دین کو مسنون زندگی سے آراستہ کرنے کا اہتمام فرمایا۔ وقتاً فوقتاً دینی مضامین اور اصلاحی پوسٹرز کے ذریعہ پیغام حق کو عام کرنے کا انتظام کیا۔ کچھ رسالے بھی تالیف فرمائے۔ احکام تبلیغ، اشرف النصائح، اشرف الاصلاح، اشرف النظام، اشرف الخطاب، اذکار مسنونہ، اشرف التفہیم وغیرہ رسائل آپ کے قلم مبارک کی یادگار ہیں۔ ساری زندگی وعظ ونصیحت میں گزاری۔ آپ کے مواعظ بیسیوں کی تعداد میں چھپ چکے ہیں۔ ملفوظات کو بھی جمع کیا گیا جو مجالس ابرار کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ دعوۃ الحق کا کام حضرتؒ کی سرپرستی میں پورے برصغیر میں پھیلا۔ بالخصوص بنگلہ دیش میں اس کو علماء ومشائخ میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ ابھی چند ماہ قبل جب حضرتؒ ڈھاکہ تشریف لے گئے تھے تو حضرتؒ کے مختصر سے خطاب کی سماعت کے لئے پورے ملک سے لوگ امنڈ آئے تھے۔ حاضرین کی تعداد کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک وقت کے کھانے کے لئے ۴۲ ربڑے جانور ذبح کئے گئے تھے۔ گذشتہ چند برسوں سے ہردوئی ہی علماء وعوام کا مرکز عقیدت وتعلق بنا ہوا تھا۔ تین برس پہلے آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی تھی۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ کرشماتی طور پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے زندگی بخشی ہے۔ لیکن میموری (حافظہ) کا کام کرنا مشکل ہے۔

عزم وحوصلہ:

مگر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اس مقبول بندے کا نہ صرف کہ حافظہ محفوظ تھا بلکہ حسب معمول تمام تر علمی اور اصلاحی ودعوتی سرگرمیوں میں مشغول بھی ہوگئے تھے۔ وفات سے دو تین ہی دن قبل کی بات ہے کہ احقر نے عصر بعد فون کیا تو معلوم ہوا کہ مجلس چل رہی ہے۔ اور عشاء کے قریب فون کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسجد تشریف لے گئے ہیں۔ خود انتقال کے دن صبح ۶ ربجے سے شام ۷ ربجے تک کام میں مشغول رہے۔ صبح کی نماز، ترانہ کی حاضری، پورے مدرسہ کا دورہ کرکے انتظام اور صفائی کی نگرانی خود کی۔ مہمانوں کو مدرسہ اور اس کے نظامی خصوصیات سے واقف کرایا۔ جانے والوں کو رخصت فرمایا۔ عصر بعد مہمانوں کی چائے کا اہتمام فرمایا۔ مدرسہ کے امور مشورہ کو ملاحظہ اور ان کا حل فرمایا۔ نمازیں وقت پر پڑھیں۔ مغرب بعد کچھ ضعف ونقاہت کا اظہار فرمایا۔ اور عشاء سے قبل محبوب حقیقی سے جاملے۔ سانحۂ وفات کی اطلاع آدھے گھنٹہ میں ملک وبیرون ملک پہنچ گئی۔ حضرتؒ کو جنازوں کی منتقلی اور تدفین میں تاخیر کی غلطی بہت ناگوار تھی۔ اس پر نکیر بھی فرماتے رہتے تھے۔ متعلقین وخدام نے طے کیا کہ رات کے کسی حصہ ہی میں یا پھر علی الصباح حضرت کی تدفین کا کام مکمل ہو جائے۔ لیکن تمام رات لوگوں کی آمد جاری رہی۔ صبح ہوتے ہوتے سوگواروں اور جنازہ میں شرکت کرنے کے خواہشمندوں کا حد نظر تا نتا بندھ گیا۔ مجمع قابو سے باہر اور انتظام منتظمین کے لئے دوبھر ہو گیا پھر بھی تمام تر کوشش کرکے جنازہ ہردوئی کی وسیع وعریض عیدگاہ تک پہنچایا گیا۔ مخدومی حضرت قاری امیر حسن صاحب مدظلہ نے ۹ ربجے نماز جنازہ پڑھائی اور ۱۰ ربجے اللہ پاک کی اس امانت کو سپرد لحد کرکے اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردیا۔

حضرت کی تعلیمات، ان کی فکر اور انداز تربیت ایک مستقل عنوان ہے۔ اس کے لئے وقت اور سلیقہ درکار ہے۔ راقم السطور نے بہت جلدی میں بہ یک نشست یہ چند سطریں سپرد قرطاس کی ہیں۔ اللہ نے چاہا تو آئندہ کسی موقع پر یا مستقلاً بقیہ تفصیلات عقیدتمندوں تک پہونچانے کی کوشش کی جائیگی۔ آخر میں حضرتؒ کے بار بار دہرائے ہوئے حضرت خواجہ صاحب کے ان اشعار پر ان سطروں کو ختم کیا جاتا ہے:

دل میں لگا کے ان کی لو، کردے جہاں میں نشر ضو،
شمعیں تو جل رہی ہیں سو، بزم میں مگر روشنی نہیں ہے

مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری

وہ مرد خدا جس کا خمیر پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتوں کی چاشنی سے مل کر بنا تھا، وہ رہنمائی شریعت جس کے رگ وریشہ میں اسلامی شریعت کی کامل پیروی کی روح جاری وساری تھی، جس کی زندگی کا ہر لمحہ اور حیات طیبہ کا ہر گوشہ قرآن وسنت کی روشنی سے مستنیر اور اسوۂ حسنہ کی تابانیوں سے پرنور تھا۔ جس نے اس دور پرفتن میں ہردوئی کی سرزمین سے احیائے سنت کی ایسی تحریک کی داغ بیل ڈالی کہ اکناف عالم میں اتباع سنت کے خوشنما نظارے دکھائی دینے لگے، اور خلق خدا کی طرف سے جسے بے اختیار "محی السنۃ" کا لقب عطا ہوا جو بعد میں نام مبارک کا جزو لازم بن گیا، یہی عشق نبوت کا آفتاب اور اتباع سنت کا ماہتاب ۸۶ رسال دنیا میں اپنی جلوہ سامانیاں دکھا کر بالآخر ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷ مئی بروز منگل رات میں پونے نو بجے ہردوئی کی زمین پر ہمیشہ کے لئے غروب ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلاشبہ محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کا سانحہ وفات امت مسلمہ کے لئے بہت عظیم سانحہ اور قریبی دور کا سب سے بڑا نقصان ہے، حضرت والا ہردوئیؒ ہم سب کے سرپرست تھے، آپ کی حیثیت امت کے مشفق باپ کی طرح تھی جو ہر وقت اپنی اولاد کی بہتر ائی کی فکر میں رہتا ہے، اور جس کے گھنے سایہ میں اولاد کے لئے ترقی اور کامیابی کی راہیں کھلی رہتی ہیں۔ آپ کی ذات اسلامیان عالم کے لئے بہت بڑی ڈھارس تھی۔ اور آپ کا وجود مسعود زمانہ کی گھٹاٹوپ اندھیریوں میں منارۂ نور کی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ کی مجلسیں فیضان حکمت سے لبریز ہوتیں، اور آپ کی زبان مبارک سے نکلنے والے الفاظ دعوت الی الخیر کا حقیقی مصداق ہوتے، آپ کی صحبت طیبہ سے ہدایت کے چشمے پھوٹتے، اور اپنی کوتاہیوں پر پڑے ہوئے دبیز پردے خود بخود ہٹتے چلے جاتے تھے۔ آپ کے پرنور چہرے کو دیکھ کر خدایاد آتا، اور آخرت کی فکر بیدار ہو جاتی، حضرت محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے امت کی دینی اصلاح کی فکر گویا کہ اپنے اوپر اوڑھ لی تھی، آپ کی کوئی گفتگو سفر ہو یا حضر، مجمع ہو یا تنہائی اصلاحی جذبہ سے خالی نہ ہوتی تھی، عوام ہوں یا خواص سبھی آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے اور ہر طبقہ اپنے اپنے ظرف کے اعتبار سے آپ سے اکتساب فیض کرتا تھا۔

آپ کی پیدائش ۱۳۳۹ھ (مطابق ۱۹۲۰ء) میں ہوئی، والد محترم مولانا محمود الحق صاحب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فیض یافتہ تھے، اس لئے گھر کا ماحول خالصۃً دینی تھا، ابتدائی تعلیم انجمن اسلامیہ ہردوئی میں حاصل کی، اس کے بعد ۱۳۴۹ھ میں مظاہر علوم تشریف لے گئے وہاں مسلسل سات سال تعلیمی سلسلہ جاری رکھ کر ۱۳۵۶ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی، استاذ العلماء حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوری، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وغیرہ آپ کے خاص اساتذہ میں ہیں۔ مظاہر علوم سے تکمیل کے بعد آپ چند سال وہیں معین مدرس رہے، اس کے بعد جامع العلوم کانپور اور فتح پور ہسوہ میں تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیں، اس دوران آپ نے اصلاحی تعلق حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے قائم کیا، اور جلد ہی اپنی صالحیت وصلاحیت کی بنا پر حضرت تھانویؒ کی طرف سے ۱۳۶۱ھ میں

خرقۂ خلافت سے نوازے گئے، بعدازاں ۱۳۶۲ھ میں ہردوئی میں اپنی ذاتی جگہ میں مدرسہ اشرف المدارس قائم فرمایا جس کا شمار اب ملک کے اہم مدارس میں ہوتا ہے، حضرت والا ہردوئی نے اپنی محنت اور جدوجہد کا خاص محور قرآن کریم کی خدمت کو بنایا اور ۱۳۷۰ھ میں "مجلس دعوۃ الحق" قائم کرکے ملک کے طول وعرض میں مکاتب کا جال بچھادیا۔

تصحیح قرآن پاک کا اہتمام:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا سب سے روشن پہلو قرآن کریم کی خدمت ہے، آپ نے قرآن پاک کو باتجوید پڑھنے کو ایک تحریک کی شکل دی اور اس مقصد کو گویا کہ اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ آپ کے زیرانتظام چلنے والی تنظیم "مجلس دعوۃ الحق" کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے عوام وخواص کو تصحیح قرآن کریم کا شعور عطا کیا۔ حضرت والاؒ نے نورانی قاعدہ کو خاص انداز میں مرتب کرا کے چھوٹے بچوں کو تجوید کے موٹے موٹے قواعد یاد کرانے اور پھر قرآن کریم کا اجراء کرانے پر بھرپور محنت کی۔ اور آپ کا جاری کردہ نورانی قاعدہ اطراف عالم میں مشہور ومقبول ہوگیا، اور اس طرز تعلیم کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ جو طالب علم اس کو اصول کے مطابق پڑھ لے تو وہ قرآن کریم کی تلاوت میں غلطی اور مجہول پڑھنے سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ الحمدللہ اب دینی مدارس ومکاتب میں پہلے سے زیادہ اچھے انداز میں قرآن کریم کی تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ نے اپنے مدرسہ میں اساتذہ کی تربیت کا خاص نظم قائم کیا تھا، چنانچہ ملک کے مختلف علاقوں سے قرآن کریم کے خدام ہردوئی حاضر ہوکر تصحیح کا کورس مکمل کرکے جاتے تھے، اور اپنے اپنے علاقوں میں اسی طرز پر کام کرتے تھے۔

مکاتب ومدارس کا قیام:

ہردوئی، فرخ آباد، شاہ جہاں پور، سیتاپور اور لکھیم پور کے اضلاع دینی اعتبار سے پچھڑے ہوئے مانے جاتے ہیں، آج تو ان میں بہت کچھ تبدیلیاں ہوچکی ہیں اور ماشاء اللہ حالات امید افزاء ہیں، لیکن جس وقت حضرت والاؒ نے یہاں اپنا ادارہ "اشرف المدارس" قائم کیا تو گویا کہ بدعات ورسومات اور جہالتوں کی تاریکیاں تھیں، شہروں اور قصبات میں کچھ دینی رمق نظر آتی تھی، لیکن دیہاتی آبادیوں کے حالات انتہائی ناگفتہ بہ تھے، اس یاس انگیز دور میں حضرت والاؒ نے سائیکل کے ذریعہ تن تنہا گاؤں گاؤں کے دورے سے اور دیہاتوں میں مکاتب قائم کرنے کی تحریک چلائی، [illegible] قائم کرکے ان کی کفالت کا نظم کیا، جس کی وجہ سے یہ آبادیاں مرتد ہونے سے محفوظ رہیں۔ پھر حضرت کے زیر [illegible] مکاتب کا دائرہ صرف علاقہ تک محدود نہیں رہا بلکہ ملک کے اطراف واکناف میں پھیل گیا، اور آج "مجلس دعوۃ الحق" کے مکاتب کی تعداد سو سے زائد تک پہنچ چکی ہے، اور سب [illegible] بفضلہ تعالیٰ آباد، شاداب اور بافیض ہیں، یہ سب [illegible] حضرت والاؒ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں گی۔

سنتوں کا احیاء:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص امت میں بگاڑ کے زمانہ میں میری کسی سنت کو زندگی بخشے تو اسے [illegible] شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا" (مشکوۃ شریف) اسی [illegible] سامنے رکھ کر محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نوراللہ مرقدہ نے اس دور میں جب کہ قدم قدم سنتوں کو پامال کیا جارہا ہے، اور عوام تو کیا خواص میں بھی [illegible] اور مستحبات کی پابندی کا اہتمام نہیں ہے، حضرت والاؒ نے احیاء سنت کو ایک عالمی تحریک کی شکل دیدی۔ چھوٹی چھوٹی سنتوں سے امت کو روشناس کرایا اور تقریر وتحریر کے ذریعہ سنتوں [illegible] کی موثر انداز میں ترغیب دی، حضرت والاؒ اپنے یہاں [illegible] کھانے، پانی پینے، دسترخوان پر بیٹھنے اٹھنے، سلام وکلام کرنے، گھروں میں اجازت لے کر اندر جانے، مریض کی [illegible] کرنے اور مہمانوں کے اکرام وغیرہ امور سے متعلق آداب وسنن کا اہتمام کرنے کی تاکید فرماتے اور خود ان [illegible] سے عامل تھے، بالخصوص عبادات، طہارت اور نماز وغیرہ [illegible] میں حضرت والاؒ جس قدر سنتوں کا اہتمام فرماتے تھے وہ آپ کا خاص امتیاز تھا۔

اذان واقامت کی اصلاح:

عام طور پر معاشرے میں اذان کے عمل کو معمولی سمجھ کر اس کی درستگی سے اعراض کیا جاتا ہے، اکثر مساجد کے موذنین اذکار رفتہ ہوتے ہیں، اور اذانوں کو اس انداز میں دیتے ہیں کہ نہ تو حروف کی ادائیگی صحیح ہوتی ہے اور نہ ہی لہجہ پر کشش ہوتا ہے۔ حضرت والاؒ کو اس کوتاہی کا بڑا احساس تھا، اس کے لئے آپ نے اذان واقامت کی عملی تربیت اور مشق کا بڑا اہتمام کر رکھا تھا، اذان کے مدوں میں غیر ضروری کھینچ تان آپ کو ناپسند تھی، آپ اذان میں قواعد تجوید کی مکمل رعایت پر زور دیتے تھے، اور اس کی خلاف ورزی پر سخت نکیر فرمایا کرتے تھے، بلا شبہ آپ کی اس تحریک سے کتنے موذنین نے اپنی اصلاح کرلی، اور لوگوں میں اذان واقامت کی عظمت بیدار ہوئی فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

نماز کی عملی مشق:

امت میں نماز ایسی رائج ہو جو شروع سے لے کر اخیر تک مکمل طور پر سنت کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہو اور نمازی کی کوئی بھی حرکت آداب وسنن کے خلاف نہ ہو اس پہلو پر حضرت والاؒ ہردوئی بہت زیادہ زور دیتے تھے، اور اس بارے میں آپ نے متعدد چارٹ چھپوار کھے تھے، جن میں نماز کے ہر رکن کی الگ الگ سنتیں نمبروار درج تھیں، آپ نہ صرف ان کو یاد کرنے کا حکم دیتے بلکہ باقاعدہ نماز کی عملی مشق کرتے تھے، نیت کیسے کریں؟ کان کی لوتک ہاتھ اٹھاتے ہوئے ہتھیلی کی ہیئت کیا رہے؟ قیام کی حالت میں پیروں کی کیفیت کیا رہے؟ رکوع میں کمر سیدھی رہے، گھٹنوں میں خم نہ ہو، رکوع سے سجدے میں جاتے ہوئے آگے کو جھکتے ہوئے نہ جائے بلکہ کمر سیدھی رکھتے ہوئے پہلے گھٹنے ٹکیں اس کے بعد ہتھیلی رکھیں اور پھر پیشانی زمین پر رکھیں، اس طرح کے آداب وسنن کا حضرت والاؒ کے یہاں خاص اہتمام تھا، آپ کے مدرسہ اور خانقاہ میں روزانہ فجر کے بعد نماز کی عملی مشق اور مذاکرہ کا نظام قائم تھا، نیز آپ جہاں سفر میں تشریف لے جاتے وہاں بھی اس سلسلہ کو جاری فرماتے، اس سے ہزاروں لوگوں نے اپنی نماز کی اصلاح کی اور عام طور پر نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا ماحول قائم ہوا، فالحمد کلہ للہ۔

اصلاح امت کی فکر:

امت کی دینی ومعاشرتی اصلاح کو آپ نے زندگی کا نصب العین بنالیا تھا، دن رات آپ کو یہی فکر دامن گیر تھی، کہ امت کی اصلاح کیسے ہو اور امت راہ حق پر کیسے چلے؟ آپ کی عمومی وخصوصی مجالس اور تقریرات وتحریرات سب کا اصلا موضوع ہی "اصلاح امت" تھا۔ آپ خود اصلاح کے آسان طریقے تجویز کرتے اور اپنے حلقۂ اثر میں انہیں جاری کراتے، آپ کے فیض یافتہ بزرگ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا مرتب کردہ "ایک منٹ کا مدرسہ" اس سلسلہ کے ایک انقلابی قدم کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے لاکھوں لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور اب بھی اٹھا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے خود متعدد اصلاحی رسالے اپنے شیخ مرشد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات سے منتخب کر کے شائع فرمائے۔ آپ کے اصلاحی ملفوظات اور اقوال حکمت کا سلسلہ سفر وحضر ہر جگہ جاری رہتا، اس سلسلہ کے بہت سے گراں قدر ملفوظات اور اصلاح کے طریقے "مجالس ابرار" نامی کتاب میں جمع کردیئے گئے ہیں، یہ ملفوظات اصلاح امت کے لئے اکسیر ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت کو ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

منکرات پر نکیر:

حضرت والاؒ ہردوئی کو اس بات کا بڑا احساس تھا کہ آج بھلائیوں کی تبلیغ واشاعت پر تو کافی محنت ہو رہی ہے لیکن منکرات پر نکیر کے لئے جس انداز میں محنت کی ضرورت ہے وہ نہیں ہو پا رہی ہے۔ آپ عام مجالس میں اس کا اظہار فرمایا کرتے تھے، اور حکمت عملی کے ساتھ منکرات پر نکیر کرنے پر زور دیتے تھے، خود حضرت کا عمل اس بارے میں صاف گوئی کا تھا، اور آپ کی جرأت نے اتنی شہرت پائی تھی کہ کسی کو آپ کی موجودگی میں کسی منکر کے ارتکاب کی جسارت نہ ہوتی تھی۔

اور ہر شخص پر آپ کا قدرتی رعب رہتا تھا کہ کہیں کسی بات پر نکیر نہ فرمادیں، مدراس کے بعض احباب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ سفر مدراس کے دوران پیری میٹ کی بڑی مسجد میں جب کہ وہاں کے بڑے بڑے سرمایہ دار مجلس میں موجود تھے آپ نے پوری صفائی کے ساتھ ڈاڑھی منڈانے اور کتروانے پر سخت نکیر کی، اور پرانے لوگوں نے بتایا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے بعد کسی شخص نے آج تک یہاں اس انداز میں برملا اس خلاف سنت ناجائز عمل پر نکیر نہیں کی تھی، جیسی حضرت والاؒ نے فرمائی: بلاشبہ منکر پر نکیر کی یہ جرأت آپ ہی کا حصہ تھی، جو آج ہمارے لئے نمونۂ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ منکرات کی نفرت ہمارے دلوں میں پیوست فرمائے، اور ان پر نکیر کرنے والوں میں شامل فرمائے، آمین۔

نظم وضبط کی پابندی:

آپ طبعی طور پر نظم وضبط اور اصول کے پابند تھے، اور اصول کی خلاف ورزی آپ کو قطعاً پسند نہ تھی، اشرف المدارس کے احاطہ میں داخل ہوتے ہی آپ کے نظم وضبط کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا، ہر چیز اپنی جگہ پر ملتی، جابجا کاغذ کی دفتی پر ہدایات آویزاں رہتیں، وقت اور جگہ سب میں نظم وضبط کا اظہار ہوگا، اور آپ جہاں بھی رہتے نظم بنانے کی کوشش فرماتے۔ اگر کسی جلسہ میں مصافحہ کے لئے بھیڑ لگ جاتی تو آپ فوراً قائم کرکے لائن لگوادیتے اور معاملہ آسانی کے ساتھ حل ہوجاتا۔ ایک مرتبہ احقر مکہ معظمہ میں آپ کی اقامت گاہ (مکان قاری خلیق اللہ صاحب) میں حاضر ہوا، عصر کے بعد کا وقت تھا اس وقت حضرتؒ کے یہاں مختصر مجلس ہوا کرتی تھی، آپ کے کمرے میں کیف ما اتفق بھیڑ اکھٹی ہوگئی، حضرتؒ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ مجلس اس وقت تک شروع نہ ہوگی جب تک کہ نظم قائم نہ ہو، اس کے بعد آپ نے سب حاضرین کو کمرے سے باہر جانے کا حکم دیا، پھر فرمایا کہ اس مجمع میں جو اہل علم ہیں وہ اندر آجائیں، اس کے بعد فرمایا کہ اب جو لوگ عمر دراز ہیں وہ آجائیں، اس کے بعد حسب گنجائش دیگر لوگوں کو آنے کی جازت دی، الغرض نظم وضبط کے سانچے میں آپ کی طبیعت ڈھلی ہوئی تھی، اسی بناپر آپ ''حضرت ناظم صاحب'' کے معزز لقب سے مشہور تھے۔

طلبہ کی قدردانی:

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سن کر ہم لوگ علماء کی ایک جماعت کے ساتھ مرادآباد سے ہتھورا کے لئے روانہ ہوئے، اتفاق سے اسی روز مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی میں سالانہ جلسہ تھا، ہم لوگ شام کو ہردوئی پہنچ گئے، جلسہ میں شرکت کی اور رات میں وہیں قیام کیا مجمع بہت تھا، لیکن حضرت والا نے ہم لوگوں کا نہایت اکرام فرمایا، صبح کو فجر کے بعد ناشتہ میں خود تشریف لائے اور پوری بشاشت کے ساتھ دینی واخلاقی ہدایات دیتے رہے، اسی وقت کا ایک ملفوظ احقر کو یاد رہ گیا، آپ نے طلبۂ مدارس کی قدردانی پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ طلبہ ہمارے ہر طرح سے محسن ہیں۔ مثلاً (۱) یہ محسن معاش ہیں، کہ اگر مدرسہ میں طلبہ نہ ہوں تو کوئی اساتذہ وملازمین کو تنخواہ نہ دے گا، طلبہ کے وجود پر اہل مدارس کے معاش کا مدار ہے (۲) اسی طرح یہ طلبہ محسن علم ہیں یعنی پڑھنے والے طلبہ ہی نہ رہیں تو پڑھانے والے کا علم ہرگز تازہ نہیں رہ سکتا (۳) نیز یہ طلبہ محسن معاد بھی ہیں یعنی آخرت میں ان کی وجہ سے ثواب میں اضافہ اور درجات میں بلندی نصیب ہوگی۔ اسی سلسلہ گفتگو میں آپ نے فرمایا کہ طلبہ مہمانان رسول ہیں جتنا ہم اپنے خاص اور معزز ترین مہمانوں کا اکرام کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ طلبہ عزت واکرام کے مستحق ہیں۔

طلبہ کی ضرورت کا خیال:

اسی سال احقر ۱۶؍صفر کو ہردوئی حاضر ہوا، ظہر کے بعد حضرت والاؒ کی خدمت میں باریابی ہوئی، تو نہایت شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ آپ کے مدرسہ میں طلبہ کے لئے گرم پانی کا انتظام ہے یا نہیں؟ احقر نے اثبات میں جواب دیا، تو آپ نے بڑے افسوس سے فرمایا کہ بہت سے مدارس اس کا بالکل

اہتمام نہیں کرتے ،حتی کہ ایک مدرسہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہاں سخت سردی میں ایک طالب علم کو غسل کی ضرورت پیش آئی وہ غسل خانہ میں گیا وہاں پانی اتنا سرد تھا کہ سر پر ڈالتے ہی بے ہوش ہوگیا۔ حضرت نے اس پر افسوس ظاہر کیا اور احقر کو تاکید کی کہ آپ مدارس میں جاتے رہتے ہیں تو وہاں جاکر اس جانب ضرور توجہ دلایا کریں، اور اگر کہیں ضرورت محسوس کریں اور وہاں اس کا انتظام نہ ہو تو مجھے بتائیں میں اہل خیر حضرات کو توجہ دلاکر اس ضرورت کو پورا کروں گا۔ حضرت نے بڑے درد کے ساتھ فرمایا کہ آج لوگ مدارس میں غیر ضروری چیزوں پر تو بے دریغ خرچ کرتے ہیں مگر ضرورت کے مواقع پر خرچ کرنے میں حد درجہ کفایت سے کام لیتے ہیں، حضرت والاؒ نے جس طرف توجہ دلائی تھی اس میں واقعۃً کوتاہی ہوتی ہے حضرت والاؒ کا ہردوئی میں خود اپنا انتظام اس سلسلہ میں نمونہ عمل ہے کہ وہاں طلبہ کے لئے سال بھر گرم پانی کا اہتمام کیا جاتا ہے، نیز گرمی میں فریج کے ٹھنڈے پانی کا باقاعدہ نظم رہتا ہے۔ اسی طرح بجلی کے لئے جنریٹر کا معقول انتظام ہے، اور طلبہ کے ساتھ آپ کا طرز عمل بالکل ایک مشفق باپ کے مانند رہتا تھا، چھوٹے بچے آپ سے حد درجہ مانوس رہتے تھے، آپ خود ان سے قرآن پاک اور دعائیں سنا کرتے اور اہل مجلس کو سنوا کر انہیں شاباشی دیا کرتے تھے۔

اہل علم کی عزت افزائی:

حضرت والاؒ کے یہاں اہل علم خدام دین کی بڑی وقعت تھی، ان میں سے اگر کوئی ہردوئی حاضر ہوتا تو اس کا حد درجہ اکرام فرماتے، پہلے سے نظام معلوم ہوتا تو اسٹیشن پر لینے کے لئے آدمی اور سواری بھیجتے، قیام وطعام کا بہترین نظم فرماتے اور موقع ہوتا تو طلبہ میں کچھ نہ کچھ بیان کرنے کا حکم فرماتے۔ راقم الحروف کو بھی متعدد مرتبہ یہ عزت افزائی نصیب ہوئی، کئی سال قبل احقر حاضر ہوا پہلے سے پروگرام تھا، حضرت والاؒ نے ملاقات کے وقت فرمایا کہ: ''جب سے آپ کی آمد کو سنا ہے قلب میں ایک خاص فرحت محسوس کرتا ہوں'' حضرت والاؒ کے حکم پر کئی مرتبہ اشرف المدارس کے سالانہ جلسہ اور انجمن اسلامیہ ہردوئی کے جلسہ ہائے سیرت میں شرکت کا موقع ملا۔ تقریبا ڈیڑھ ماہ قبل احقر نوچندی ایکسپریس سے ہردوئی حاضر ہوا، یہ گاڑی رات میں ساڑھے تین بجے ہردوئی پہنچتی ہے، دیکھا کہ حضرت والاؒ کی خاص ہدایت پر مولانا مفتی فہیم احمد اور حافظ کلیم حسن اسٹیشن پر سواری کے ساتھ موجود ہیں۔ مدرسہ آکر مہمان خانہ میں کچھ دیر آرام کیا پھر حضرت کی طرف سے پیغام آیا کہ آج مسجد حقی میں فجر کی نماز آپ پڑھائیں، فجر کے بعد ناشتہ کا نظام تھا اس کے بعد حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی، حضرت کی طبیعت بہت کھلی ہوئی تھی کافی دیر تک گفتگو فرماتے رہے، اسی درمیان مدرسہ کے ترانہ کا وقت ہوگیا (مدرسہ اشرف المدارس میں معمول ہے کہ روزانہ درس شروع ہونے سے پہلے سب طلبہ احاطہ میں جمع ہوکر دعائیہ ترانہ پڑھتے ہیں، اور اجتماعی دعا کرتے ہیں اور اسی وقت بعض اہم ہدایات دی جاتی ہیں) مگر حضرت کی گفتگو جاری رہی۔ اور آپ نے منتظمین سے کہلوا بھیجا کہ ابھی سب طلبہ احاطہ میں جمع رہیں اور کہ (راقم الحروف) جب احاطہ میں پہنچے تو ترانہ اور دعائیہ کلمات دوبارہ سنوائے جائیں، پھر احقر سے فرمایا کہ آپ ہمارے اس معمول کو بغور ملاحظہ کریں اور کوئی بات قابل اصلاح ہو تو ضرور توجہ دلائیں۔ اور پھر اپنی بشاشت سے جتنی دیر چاہیں کچھ بیان کریں۔ قارئین اس سے حضرت والاؒ کی وسعت ظرفی خوردنوازی اور تواضع وفنائیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، چنانچہ احقر نے سعادت سمجھ کر حضرت والا کے حکم کی تعمیل میں چند منٹ بیان کیا اس کے بعد احقر کو آگے سندیلہ اور کان پور کے سفر پر جانا تھا، حضرت والا خود وہیل چیئر پر باہر تشریف لائے اور گاڑی کے قریب آکر احقر کو رخصت کیا۔

اسی سفر میں احقر نے اپنی کتاب ''اللہ والوں کی مقبولیت کا راز'' کا جدید ایڈیشن خدمت میں پیش کیا، حضرت والا کو وہ کتاب اس قدر پسند آئی کہ عصر کے بعد کی مجلس میں اس کے اقتباسات کافی دنوں تک سنوائے، اور بیچ بیچ میں تشریح فرماتے رہے، اور اس کے بعض اجزا، کو مجلس دعوۃ الحق کے کارکنان میں پڑھ کر سنوانے کا اہتمام فرمایا۔ باشبہ یہ

حضرت والاؒ کی خورد نوازی ہی تھی ورنہ اس عزت افزائی کا تو ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔

وفات سے ۱۲ روز قبل ۵ رمئی کو بھی احقر کی حاضری ہوئی، حضرت والا نے حسب سابق نہایت توجہ اور اکرام کا معاملہ فرمایا، اور حضرت کا یہ معاملہ کسی خاص شخص کے ساتھ ہی نہیں تھا، بلکہ اہل علم کے ساتھ آپ اسی طرح اکرام اور اعزاز کا معاملہ فرماتے تھے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

نفاست اور سلیقہ مندی:

شریعت اور سنت کی پابندی کے ساتھ حضرت والاؒ کے یہاں ہر چیز میں نفاست، پاکیزگی اور سلیقہ مندی کا بھی بڑا اہتمام تھا، سادگی کے ساتھ ہر چیز میں نفاست آپ کو پسند تھی، جس کا اثر آپ کے لباس، نشست گاہ اور مدرسہ وخانقاہ میں نمایاں نظر آتا تھا، حتی کہ وضوخانہ میں لوٹے بھی سب سلیقے سے رکھے دکھائی دیتے تھے۔ طلبہ کو تاکید تھی کہ جب وہ مسجد میں جائیں تو اپنے جوتے اور چپل سب لائن وار سلیقے سے رکھیں ادھر ادھر نہ ڈالیں۔ مدرسہ، مسجد اور خانقاہ کی دیواریں سفیدی سے رنگی ہوئی اور صاف ستھری رہتی تھیں۔ راستہ میں کوئی کوڑا کرکٹ یا کاغذ کا پرزہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مسجد میں قرآن پاک سب جزدان میں رکھے جاتے، صفوں پر سفید جازم بچھائی جاتی، درسگاہوں میں بچھائے جانے والے فرش بھی معیاری ہوتے، اور حضرت والاؒ اس ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود بذات خود ان باتوں کی نگرانی اور معائنہ فرماتے رہتے تھے۔

زیارت حرمین شریفین:

حضرت والاؒ کو زیارت حرمین شریفین اور حج وعمرہ سے بھی شغف تھا، سالوں تک بالالتزام ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے رہے، ۳۵ رسے زائد مرتبہ آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی، آپ مکمل آداب، سنن اور مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے حج کے ارکان ادا فرماتے تھے اور ہر جگہ اصلاحی مجالس اور ملفوظات کا سلسلہ جاری رہتا۔ ادھر غالباً چار سالوں سے ضعف کی وجہ سے حج میں جانے کا سلسلہ بند ہوگیا تھا، لیکن بیچ سال میں جب موقع عمرہ کے لئے تشریف لے جاتے، آخری مرتبہ رمضان المبارک سے قبل ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

زھد واستغناء:

اگرچہ بڑے بڑے سرمایہ دار آپ کے متوسلین اور عقیدت مندوں میں شامل تھے لیکن آپ نے پوری زندگی نہایت استغناء کے ساتھ گزاری، آپ کبھی کسی مالدار سے اس کے مال کی بناء پر مرعوب نہیں ہوئے، اور غلط بات پر نکیر کرنے میں کسی مالدار کی خوشنودی یا ناراضگی کا کبھی خیال نہیں فرمایا، آپ آنے والے مہمانوں کا اکرام ضرور فرماتے تھے، لیکن مال داروں کے سامنے گفتگو میں تملق یا خوشامد کا شائبہ بھی محسوس نہ ہوتا تھا، اسی لئے بڑے بڑے سرمایہ دار، ارباب منصب حتی کہ علاقہ کے ارباب حکومت بھی آپ کی مجلس میں نیازمندانہ حاضری دیتے اور آپ کی زاہدانہ شان سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ اللہ تعالی ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

نفس مطمئنہ:

اللہ تعالی نے حضرت والا کو مطمئن مزاج فرمایا تھا، آپ نے اپنے ہر قول وعمل کو شریعت کے تابع بنادیا تھا، جو بات شریعت کے موافق ہوتی اس پر پورے شرح صدر سے عمل فرماتے اور جو معاملہ شریعت کے خلاف ہوتا اس سے آپ اجتناب فرماتے۔ تیسرا کوئی خانہ آپ کے یہاں نہ تھا، کوئی شخص مصلحت دکھا کر آپ کو خلاف شریعت امر کی تائید اور اس میں شرکت پر مجبور نہ کرسکتا تھا، آپ ہر معاملہ کو شریعت پر پرکھتے تھے اور شریعت کے خلاف کسی کی رورعایت نہ فرماتے تھے، اور واقعہ یہ ہے کہ جو شخص بھی یکسو ہوکر شریعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے تو وہ ہر طرح کے شکوک وشبہات سے محفوظ ہوکر دلی سکون واطمینان کی زندگی گزار سکتا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو "نفس مطمئنہ" سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔

علالت اور وفات:

حضرت والاؒ چوں کہ اصول حفظان صحت کا حتی الامکان خیال رکھتے تھے، اس لئے عام طور پر آپ کی زندگی کا

اکثر حصہ صحت وعافیت کے ساتھ گزرا، لیکن اخیر میں پیرانہ سالی کی وجہ سے متعدد عوارض آپ کو پیش آئے ۴ سال قبل دماغ کی رگ پھٹنے سے حالت نازک ہوگئی، فوراً لکھنؤ لے جایا گیا، پھر وہاں سے بمبئی کا علاج تجویز ہوا الحمدللہ اس علاج سے کافی افاقہ ہوا، تاہم اس کی وجہ سے حضرت والا کا زیادہ قیام بمبئی میں رہنے لگا، اور اللہ کی قدرت کہ آپ کا یہ قیام عوام وخواص کی دینی ہدایت اور روحانی ترقی کا ذریعہ بن گیا، بمبئی کے زمانہ قیام میں صوبہ مہاراشٹر، گجرات وغیرہ کے علماء ائمہ اور عوام وخواص بڑی تعداد میں آپ کی مجالس میں حاضر ہوکر مستفیض ہوتے۔ وفات والے روز آپ نے مغرب کی نماز اطمینان سے پڑھی، اس کے بعد آٹھ بجے کے بعد سے طبیعت بگڑنی شروع ہوئی، معمولی ہچکیوں کے بعد خون کی قے آنے لگی، خدام نے فوراً نرسنگ ہوم لے جانے کا نظم کیا لیکن ابھی گاڑی میں لے کر کچھ دور ہی پہنچے تھے کہ پیغام اجل آپہنچا، اور آپ نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تدفین:

آپ کی وفات کی خبر منٹوں میں سارے عالم میں پھیل گئی، جس نے اس اچانک خبر کو سنا وہ وہیں حیران وششدر رہ گیا، اور پھر جس کو جیسی سواری ملی وہ آخری زیارت وتدفین میں شرکت کے لئے ہردوئی کی طرف چل پڑا، رات ہی میں مدرسہ اشرف المدارس کا پورا احاطہ حاضرین سے کھچا کھچ بھر گیا۔ آپ کو غسل رات کے آخری حصہ میں دے دیا گیا تھا، لیکن زیارت کا نظم صبح ۶ر بجے سے کیا گیا، ہزاروں افراد نے آٹھ بجے تک آپ کی آخری زیارت کی سعادت حاصل کی، اس کے بعد جنازہ اٹھایا گیا تاحد نظر آدمی ہی آدمی تھے، اور آپ کی عنداللہ وعندالناس قبولیت کا کھلا نقشہ نظر آتا تھا۔ عیدگاہ تک پہنچنے میں تقریباً پونے دو گھنٹے لگے، پونے دس بجے آپ کے ۶۵ رسالہ رفیق عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری امیر حسن صاحب دامت برکاتہم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، نہ صرف یہ کہ پوری عیدگاہ نمازیوں سے بھری ہوئی تھی بلکہ اس سے زیادہ آدمی عیدگاہ سے باہر رہ کر نماز میں شریک تھے۔ اس کے بعد قریب کے عام قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی، مجمع کی کثرت کی وجہ سے مٹی دینے اور قبر تیار کرنے میں دو گھنٹے سے زیادہ صرف ہوئے، رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

اولاد:

حضرت والا کی ۲ر اولاد ہوئیں، صاحبزادہ اشرف الحق کا ۲۸ر سال کی عمر میں وصال ہوگیا تھا، صاحبزادی حضرت کلیم اللہ صاحب سے منسوب ہوئیں موصوفہ کے بطن سے تین صاحبزادے: علیم الحق فہیم الحق اور سلیم الحق اور تین صاحبزادیاں ہیں۔

خلفاء اور جانشین:

آپ کے دست مبارک پر ہزاروں نے بیعت کی جن میں ۹۵ر خوش نصیب حضرات آپ کی طرف مجاز بیعت بنائے گئے جب کہ ۳۵ر حضرات مجاز صحبت ہیں۔ آپ سے متعلق تمام امور کی دیکھ بھال اور نیابت کے لئے آپ کے خلیفۂ اجل اور داماد حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب زید مجدہم کو بطور جانشین مقرر کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی حضرت والا کے فیض کو جاری رکھے، پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، اور آپ کے مشن کو دوام عطا فرمائے۔ آمین۔

اعتذار

صوت القرآن کے محی السنہ نمبر کے لئے حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب خلیفہ حضرت ہردوئی سمیت دیگر متعلقین حضرات سے حضرت والا کے سلسلے میں لکھنے کی درخواست کی گئی تھی اور اس سلسلہ میں انہیں متعدد بار یاددہانی بھی کرائی گئی اور ان حضرات نے اپنے قیمتی مضامین ارسال کرنے کا وعدہ بھی کر رکھا تھا لیکن گجرات میں فسادات کی وجہ سے آمد ورفت کے ذرائع بالکل مسدود ہو گئے تھے جس کی بنا پر ان کا کلام بھی منقطع ہو کر رہ گیا اور ہمیں ان حضرات کے قیمتی اور اہم مضامین وقت پر نہ مل سکے اور محی السنہ نمبر اس سے محروم رہا جس پر ادارہ کو بے حد افسوس ہے اب انشاء اللہ اگلی سہ ماہی کے شمارہ میں جلد ہی اشاعت کے ذریعہ کر دی جائے گی (ادارہ)

فاروق اعظم عاجز گھگھویاوی

ایک عہد زریں کا طلوع:

۱۳۳۹ھ کا زمانہ تھا مرکز علم وعرفان دارالعلوم دیوبند اور اس کے بانی مبانی امام قاسم نانوتویؒ کے علوم ومعارف کا حقیقی وارث وامین اوران کی تحریک کا اصل ہیرو (شیخ الہندؒ) اس دنیائے فانی کو الوداع کہہ گیا اور فضائے ہند کو سوگوار چھوڑ گیا اس غم فراق میں اپنے اور پرائے ہی نہیں بلکہ یہاں کہ چرند وپرند، شجر وحجر اور آسمان وزمین سبھی اشکبار اور رنج والم کے نوحے گا رہے تھے، انکے اردگرد سے ایسی صدائے بازگشت سنائی دے رہی تھی کہ ہم اجڑ گئے... ہم لٹ گئے، لیکن ابھی ارض وطن کا زخم ہرا ہی تھا کہ یکا یک ان کی تسلی کے لئے باد بہاری کا ایک خوشگوار جھونکا ''دہلی'' کے ''خانوادہ حق'' (عبدالحق محدث دہلوی) کے پرکشش شیش محل سے جاٹکرایا... پھر کیا تھا کچھ موسم کی خوشگواری، کچھ نسیم سحر کی عطر ریزی دونوں کے حسین امتزاج سے ۲۰ دسمبر ۱۹۲۰ء ۱۳۳۹ھ کو محمودی باغ (والد محترم محمود الحق ہردوئی) میں ایک ایسا دلکش پھول (ابرار الحق) کھلا جس کی متنوع مہک اور معصوم ادا گویا ہند کی سوگوار فضا کے لیے سامان تسلی لیکر آئی ہو اور اسے غم کے ہلکا کرنے کا احساس دلا رہی ہو۔

کسے معلوم تھا کہ آج کا یہ ذرہ بے نوا کل احیائے سنت کا کوہ ہمالہ بن کر ابھرے گا اور جہالت، بدعات وخرافات ہندوانہ رسم ورواج سے بوجھل لرزتی زمین کو شہارا دیگا قرآن وسنت سے کوسوں دور انسانیت کو ان دونوں کے شیریں چشموں سے جام بھر کے انسانیت کی خشک کھیتیوں کو سیراب کرے گا کہ جن سے ان کے بگڑے عقائد کے مضر مادے صاف وشفاف ہو جائیں اور ان کے ایمان میں تازگی پیدا ہوگی۔

بلندیوں کا سفر:

جب کسی بچے کے مستقبل میں بلندی مقدر ہوتی ہے اور خدا کو اس سے اپنے دین متین کی خدمت لینا مقصود ہوتی ہے تو ابتداء ہی سے اللہ پاک اس کی بہتر تعلیم وتربیت کی تمام راہیں ہموار کر دیتے ہیں اور اسی وقت سے اس کی آئندہ زندگی کی تابناکی محسوس ہونے لگتی ہے پس اسی طرح کا واقعہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ چنانچہ آپ نے بڑے پاکیزہ ماحول میں آنکھیں کھولیں اور اپنی عمر کے چار زینے طے کرنے کے بعد ہی وقت کے ولی کامل میاں جی سید اصغر حسین دیوبند کے ذریعہ آپ کی بسم اللہ ہوئی۔

اپنی ابتدائی تعلیم کا مرحلہ ہردوئی میں طے ہو گیا، ۱۳۳۹ھ میں آپ نے ملک کی دوسری مشہور ترین دینی درسگاہ ''مظاہر علوم'' سہارنپور کے لیے رخت سفر باندھا، اور آٹھ نو سال کی طویل مدت تک آپ نے وہاں قیام کیا اور پوری تندہی کے ساتھ اپنی علمی پیاس بجھانے اور علمی جد وجہد میں مشغول رہ کر ۱۳۵۸ھ میں جملہ علوم کی تکمیل کی، اور اول درجہ کی کامیابی کا عظیم تمغہ حاصل کیا۔

بزم نبویؐ کا ساقی:

آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز اپنے مادر علمی ''مظاہر علوم'' ہی سے ہوا، پھر چوں کہ آپ کا اپنے عہد طالب علمی ہی سے ہر ہفتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضری کا معمول رہا اور یہ قلبی تعلق فراغت تک کافی استوار ہو چکا تھا اس لیے آپ ان کے ایما پر مظاہر علوم سے مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے تقریباً دو سال تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیں لیکن تقدیر کے فیصلے نے وہاں

سے "فتح پور" کے ایک مدرسہ میں مسند درس پر فائز کردیا، آپ نے وہاں رہ کر نمایاں کردار ادا کیا، آپ کے طرز تدریس کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا گیا اور طلبہ بھی آپ کے انداز واسلوب پر پوری طرح فریفتہ ہو چکے تھے، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، چنانچہ آپ نے اس جگہ کو بھی خیر آباد کہا، چوں کہ اس انتقال مکانی کے فلسفے میں ایک عظیم حکمت پنہاں تھی جس کے رخ سے چند روز بعد ہی اس طرح پردہ واشگاف ہوا کہ اپنے وطن ہردوئی میں آپ کے ہاتھوں اصلاح امت کی ایک نئی پود لگی، بعد میں اسی ننھے سی کونپل نے ایک بڑے تناور درخت کی شکل اختیار کرلی اور امت کو اپنے اس نورانی وایمانی سائبان کے نیچے اصلاح باطن اور اعمال صالحہ کی آسودگی سے بہرہ اندوز کیا۔

تاج اشرفی کا اعزاز:

۱۳۶۱ھ میں جب کہ آپ "فتح پور" میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اسی وقت حضرت تھانویؒ نے آپ کی طبیعت کی سلامت روی، نفس کی پاکیزگی، اخلاق کی درستگی اور عبادات وریاضات میں غایت درجہ کا ذوق؛ بلکہ اس کم عمری ہی میں آپ کے اندر امت مسلمہ کی بدحالی کے درد وکرب کو دیکھ کر اور اپنے تمام اصول وضوابط پر کھرا پا کر حضرت مولانا ابرار الحق کو خلافت کے عظیم اعزاز سے نوزا اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس وقت آپ اپنی عمر کی اکیسویں ہی منزل پر تھے۔

تاریکیوں میں ایک تازہ حرم روشن:

چراغ روشن ہو اور اس کے تلے اندھیرا چھایا ہے ایسا کیسے ہوسکتا تھا، چنانچہ قدرت نے آپ کو دور دراز سے بلا کر اپنے علاقے میں ہی پہنچا دیا کہ جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی، لوگ نور ایمانی سے کوسوں دور تھے اور جو نام نہاد مسلمان تھے بھی تو ان کے ایمان کا سوتا بالکل خشک ہو چکا تھا، ان کی کشتی حیات بدعات وخرافات اور بدعقیدگی کے ایسے بحر بے کنار میں ہچکولے کھارہی تھی کہ ساحل کی راہ تک دکھانے والا دور دور تک کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا: مگر تھانہ بھون کا ایک درویش اپنی مومنانہ فراست کی دوربین سے تمام مناظر دیکھ رہا تھا، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے اپنے گلشن کے ایک حسین پھول "ابرار الحق" کو ہردوئی کے ظلمت کدہ میں ایک تازہ حرم روشن کرنے کا حکم دیا، آپ نے "سرتسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے" ۱۳۶۲ھ میں "اشرف المدارس" کے نام سے ایک شمع روشن کی جس کی روشنی دور دراز کے علاقوں تک پہنچی، دنیا کو کیا خبر تھی کہ یہ معمولی سی قندیل کل مینارۂ نور بن کر اپنے اردگرد کو بقعۂ نور بنادے گی اور یہ بے حیثیت صفہ مستقبل میں حرم نبوی ﷺ کی سی شکل اختیار کرلے گا اور اطراف عالم سے طالبان علوم نبویہ پروانہ وار یہاں آکر اسے اپنا گہوارہ علم وعمل بنائیں گے۔

ابتداء میں اس درسگاہ کے آس پاس کی فضا بڑی ناہموار تھی، خود حضرت ہردوئیؒ اپنے رفقاء کے ہمراہ اس چھوٹے سے چشمے سے ایمان واعمال کا جام باصفا چھان چھان کر اسے توحید کے پیاسوں کے پاس لے جاتے، بڑے مخلصانہ اور محبت بھرے انداز میں پیش کرتے پھر بھی ان دین سے کورے اور نادان لوگ اسے پینے سے یکسر انکار کردیتے اور اپنی کجی کی بناء پر انہیں اپنے حلق سے اتارنے میں تلخی محسوس ہوتی تھی۔

چوں کہ اہل اللہ کا جینا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہوا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی وہ دھرتی اور اس کے برگ وشجر آپ کی صداقت اور اخلاص کے گیت گارہے ہیں جب آپ اپنے رفقاء کے ساتھ تبلیغ دین کے لیے نکلتے اور پیادہ پا ستر ستر کلومیٹر چلتے رہتے، آپ کو دشوار گزار گھاٹیوں کا سامنا کرنا پڑتا، اس امت مرحومہ کی فکر میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہتے، نہ کھانے کا ٹھکانہ نہ پینے کا کوئی بندوبست، کئی کئی روز بعد گھر واپسی ہوتی، ایک مرتبہ تو آپ اس مشن کو آگے بڑھانے والے حضرات لوگوں کو تبلیغ کرتے ہوئے پیدل ہردوئی سے سہارنپور پہنچ گئے۔ جس کا لازمی نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ جہاں جہاں اس نسیم سحر کا معطر جھونکا پہنچا، وہاں وہاں کی مسجدیں یکلخت ویرانیوں سے آبادیوں میں تبدیل ہوگئیں۔

مساجد کی وہ صفیں جو برسہا برس سے جبین نیاز کو ترس رہی تھیں آج ان مخلصوں کی جفاکشی اور عظیم قربانیوں کے طفیل نہ صرف یہ کہ اللہ کے گھر آباد ہوئے بلکہ خود ان بدؤں کی بوسیدہ جھونپڑیاں بھی جنت نشان بن گئیں۔

قرآن میں ہو غوطہ زن......:

قرآن کریم سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا، اسی کے ساتھ ساتھ احادیث نبوی کو تادم زیست اپنے درد کا درماں بنائے رکھا اور آپؒ کی حیات مستعار ان دونوں کی عملی تفسیر تھی اور یہ تڑپ دل میں موجزن تھی کہ امت مسلمہ کا ہر فرد اسی دو آبے کے حسین سنگم سے آب حیات حاصل کرے اور اس کے ایک ایک گھونٹ کو پی کر اپنے ایمان واعمال کو تازگی بخشے۔ اسی جذبہ خالص کا جیتا جاگتا نمونہ آپ کے زیر نگرانی ملک و بیرون ملک چلنے والے وہ بے شمار مکاتب ہیں جن میں ایک خاص طرز طریق پر قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔

• احیائے سنت کا حال یہ ہے کہ ہم اپنی کور چشمی کے باعث جن جن سنتوں کو معمولی سمجھتے ہیں آپ ان کو انتہائی ادب واحترام کی پلکوں پر سجاتے تھے اور نبی کے ان طریقوں کو نگاہ مرد مومن کے لئے سرمۂ بصیرت تصور کرتے تھے، آپ نے پیارے نبی ﷺ کی ایسی ایسی سنتوں کو زندگی بخشی جسے امت نے پس پشت ڈال کر طاق نسیاں میں رکھ چھوڑا تھا اور اگر یہ کہا جائے تو بالکل مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی زندگی کا ایک ایک سانس قرآن وسنت کا آئینہ دار تھا اور اپنے متعلقین کو بھی بڑے تاکیدی لہجے میں اس پر کاربند فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے فیض بے بہا سے سیراب ہونے والوں کی زندگیوں میں آپ کا عکس جمیل نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

آپ کا قلب وجگر قرآن کی عظمت سے معمور تھا، اس کے حقوق کی ادائیگی نیز حفظ وتجوید کے ساتھ ساتھ اس کی تعلیمات کی اشاعت میں زندگی کے اخیر لمحہ تک لگے رہے۔

اخلاص کا ایسا تاج محل:

• آپ کی رفتار وگفتار نشست وبرخاست خورد ونوش گویا ہر ادا میں اپنے شیخ حضرت ''تھانوی'' کا پرتو پوری طرح جھلکتا تھا، ایک طرف قدرت نے آپ کو انتہائی نفیس طبیعت ودیعت کی تھی تو اسی کے ساتھ ساتھ آپ غایت درجہ متواضع بھی تھے اور عضو عضو سے عجز وانکساری ٹپکتی تھی، ایک مرتبہ ایک صاحب نے آپ کو بعض اصلاحی خصوصیات میں دیگر لوگوں سے ممتاز قرار دیا تو آپ نے بڑے عاجزانہ لہجے میں فرمایا کہ ''بھلا کہاں سلیمان اور کہاں بے حیثیت ہدہد (ذکر ابرار) یہ تھی آپ کی حیرت انگیز اخلاص کی ایک جھلک۔

کل یہ مجھ سے کہہ رہا تھا موج دریا کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

لوح وقلم تیرے ہیں:

جہاں آپ نے اپنے روحانی اور اثر انگیز مواعظ سے امت مرحومہ کی قدم قدم پر دستگیری فرمائی وہیں آئندہ نسلوں کے لئے آپ کے گہر بار قلم سے نکلے ہوئے چند تحریری نقوش بھی ہیں جو اصلاح باطن کے حوالے سے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور آج جب کہ آپ ہمارے درمیان نہیں رہے تاہم ان کے چھوڑے ہوئے روشن نقوش کے سہارے ساحل مراد تک رسائی ممکن ہے۔ آپ کی قلمی یادگار میں سے ''اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات''، ''اشرف التفہیم''، ''اصلاح الغیبت'' اور ''ایک منٹ کا مدرسہ'' خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جن میں آخر الذکر سب سے زیادہ مقبول ہوئی اس کی ہر ہر سطر آپ کے سوز دروں، امت کی اصلاح کے خالص جذبہ اوران کے اعمال وعقائد کی درستگی کے درد وکرب کا صاف وشفاف آئینہ ہے۔

آہ اے انجم گردوں فروز......:

دنیا میں حیات ایک ایسا تلخ گھونٹ ہے کہ جس نے بھی اسے پیا تو ایک نہ ایک دن اس پر موت کا نشہ طاری ہونا یقینی ہے اور دنیا کا یہ کاروبار ابتداء سے ہوتا چلا آرہا ہے، گردش ایام کا کیا بھروسہ کب کس پر آدھمکے چنانچہ ایک روز (۸ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ) اسی تلخ فضا کا ایک جاں سوز ''تھپیڑا'' گلشن اشرفی پر حملہ آور ہوا اور اس کے آخری پھول کو

بقیہ صفحہ نمبر ۹۰ پر

محی السنہ۔ کچھ باتیں کچھ یادیں

فخر گجرات حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ اس عالم رنگ وبو میں جو بھی متنفس آیا ہے وہ جانے ہی کے لئے آیا ہے لاکھوں سال گذر گئے موت وحیات کا یہ سلسلہ جاری ہے اور تا ابد جاری رہیگا قرآن مجید نے اس ابدی حقیقت کو **کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذو الجلال والاکرام** کے بلیغ انداز میں پیش فرمادیا ہے۔ ہر چیز کو فنا ہے بقا صرف اور صرف اس مالک کے لئے ہے جو ذوالجلال والاکرام ہے۔

اگر موت کا یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ قائم نہ فرماتے تو اس سرزمین پر چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا۔

عربی کے مشہور شاعر احمد بن حسین المتنبی نے کہا ہے۔ ؎

سبقنا الی الدنیا ولو عاش اهلها
منعنا بها من جیئة و ذهاب

ہم سے پہلے بہتیرے لوگ گذر گئے اگر یہ سب اہل زمین زندہ رہتے تو آج ہمارے لئے آنا جانا دشوار ہوتا۔

حکیم مشرق نے کہا کہ ؎

اول وآخر فنا ظاہر وباطن فنا — نقش کہن ہو کہ نو منزل آخر فنا
ہے مگر اس نقش میں رنگ ثبات ودوام
جسکو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام

جی ہاں.. ان سب حقیقتوں اور صداقتوں کو جانتے ہوئے بھی کچھ نفوس قدسیہ ایسے ہوتے ہیں کہ انکی وفات دنیا میں شور برپا کر دیتی ہے ہزاروں آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں اور ہزاروں دل مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں۔ عرصہ تک یہ زخم تروتازہ رہتا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکی زندگیاں منارۂ نور ہوتی ہیں جنکے اس دنیا سے اٹھ جانے سے ہر طرف تاریکی محسوس ہونے لگتی ہے اور انکی وفات سے قوم کی بنیادیں ہلنے لگتی ہیں۔ ؎

وماكان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

انہیں نفوس قدسیہ میں محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقی ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔ مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ نے علم وعرفان کے جو چراغ روشن فرمائے تھے اس بزم اشرف کے حضرت ہردوئیؒ آخری چراغ تھے جنہوں نے اپنے شیخ کے طریقۂ تعلیم وتربیت، تزکیۂ باطن، اور اصلاح اعمال، واخلاق کا عظیم الشان کام ہند اور بیرون ہند ۶۰۔۶۵ سال تک جاری رکھ کر ہزاروں انسانوں کی زندگیوں میں نظم وضبط، طہارت وپاکیزگی، اصول وقواعد کی پابندی، معاملات کی درستگی، اور سادگی، شائستگی پیدا کر دی اور سب سے بڑھ کر ان میں قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ سے بے انتہا محبت وشیفتگی فرمادی۔

قرآن مجید جو تمام انسانوں کے لئے منبع ہدایت اور مریض دلوں کے لئے شفاء ہے اسکی صحیح تلاوت اور تجوید کا جو اہتمام حضرت کے یہاں دیکھا گیا اسکی مثال کم ملتی ہے چنانچہ بچوں کے لئے نورانی قاعدہ مرتب ہوا اور دعوۃ الحق کے ذریعہ ہندوستان میں جگہ جگہ صحت قراءت کا نظم کر دیا گیا جس نے عمومی طور پر عام نفع پہونچایا۔ **فجزاه عنا وعن المسلمین الجزاء۔**

حضرتؒ کا یہی ایک عمل انکی مغفرت اور رفع درجات کے لئے کافی تھا حضرت کو صحت تلاوت کا اس قدر اہتمام تھا کہ دینی مدرسوں کے فارغ التحصیل اور مدرسین کرام بھی اگر بیعت کی درخواست کرتے تو سب سے پہلے انکو قرآن

کریم کی چند آیات سنانے کیلئے ارشاد فرماتے اگر ذرا سی بھی کمزوری محسوس ہوتی تو سب سے پہلے اسکی اصلاح کے لئے چند روز محنت کروائی جاتی اس فکر وعہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل تعلق میں صحت تلاوت کا خیال مضبوط ہوتا گیا اور ہزاروں انسانوں نے اصلاح کی طرف توجہ فرمائی۔

حضرتؒ کی ایک امتیازی شان یہ بھی تھی کہ امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کا بھی اہتمام فرماتے تھے اور اس سلسلے میں کبھی کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں فرماتے دینی یا دنیوی اعتبار سے چاہے کوئی کیسا ذی وجاہت ہو حضرت اپنی بات کرنے سے کبھی نہیں رہتے اور اصلاح حال کی طرف متوجہ فرماتے ابھی چند سال قبل حضرت کا برطانیہ کا سفر ہوا تھا اتفاق سے ناچیز بھی وہاں موجود تھا حضرت کی مجلس میں شرکت کو باعث سعادت سمجھ کر حاضری دیتا رہا ایک مسجد میں حضرت کا واسطہ مسجد مصلیوں سے بھری تھی نماز کے بعد وعظ شروع ہوا ۔ایک وجیہ آدمی حضرت کے سامنے بیٹھ کر تسبیح کے دانے گھمانے لگے حضرت نے فرمایا بھائی '' آدمی ایک وقت میں دو کام ساتھ نہیں کرسکتا'' یا تو آپ میری بات سنیں یا دوسری طرف بیٹھ کر اللہ اللہ کریں اس نے فوراً تسبیح جیب میں ڈال دی اور وعظ سننے لگا ہمارے جیسے لوگ ایسے وقت مصلحت یا مروت کے نام سے خاموش رہتے ہیں مگر حضرت کے یہاں سب سے مقدم اصلاح حال تھی اس میں رو رعایت کی گنجائش نہ تھی یو۔ کے۔ ہی کے ایک اور شہر میں نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلے حضرت کی نظر پڑی کہ مسجد کے دروازے سے باہر سگریٹ کے خالی ڈبے اور ردی کاغذ ادھر ادھر پڑے ہیں حضرت فوراً کھڑے ہوگئے اور دریافت فرمایا کہ مسجد کے متولی صاحبان میں کوئی صاحب موجود ہیں مجمع میں دو آدمیوں کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ حضرات اس مسجد کے ذمہ داروں میں ہیں حضرت نے ان سے مصافحہ فرمایا اور سوال کیا کہ کیا آپ اپنے گھر کے سامنے کوڑا کرکٹ پسند فرماتے ہیں انہوں نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا کو پھر یہ اللہ تعالی کے گھر کے سامنے کوڑا پڑا ہے اسکا کیوں خیال نہیں فرماتے مسجد کے متولی ہونے کے ناطے سب سے پہلے آپ کی ذمہ داری ہے کہ مسجد کے صحن اور اندر صفائی رکھیں اور پھر فرمایا آیئے ہم ان کاغذات کو اٹھالیں فوراً اراکین کمیٹی اور دوسرے لوگ صفائی کرنے لگ گئے۔ بندہ حیران تھا کہ اہل ثروت سے متاثر ہوئے بغیر حضرت کس طرح اصلاح فرماتے ہیں اذان واقامت کی صحت نیز مسجد میں بغیر چند دان کے قرآن مجید کا ہونا بھی حضرت کو گوارہ نہ تھا جہاں بھی تشریف لے جاتے اسکی اصلاح فرماتے قرآن مجید کے اہتمام کرنے پر خاص توجہ فرماتے ہر کام میں اتباع سنت کا خیال فرماتے تھے سال گذشتہ حضرت بمبئی تشریف لائے تھے عصر کے بعد عمومی مجلس ہوتی تھی جس میں لوگ دور دور سے آکر شرکت کرتے ہم بھی حاضر ہوئے مصافحہ کر کے پیچھے بیٹھ گئے۔

مولانا یعقوب اشرف صاحب مدظلہ بھی موجود تھے ۔انہوں نے کچھ تعارفی کلمات کہے حضرت نے فوراً حاضرین سے فرمایا کہ مجلس میں اہل علم کو آگے بٹھاؤ پھر بڑی عمر والوں کو اسکے بعد نوجوانوں کو حضرت کے مزاج میں بڑی سلیقہ بندی اور نظم وضبط کی پابندی تھی دو سال قبل ہم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاضر ہوئے وہاں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کی علالت کی خبر سن کر حضرت مولانا محمد رابع صاحب مدظلہ اپنے رفقاء کے ساتھ ہردوئی گئے ہیں مولانا مدظلہ رات واپس تشریف لائے اور حضرت کی صحت کے بارے میں فرمایا کہ شدید ضعف ہے۔ ہم نے رفقاء سے مشورہ کیا کہ ہمیں ہردوئی جاکر حضرت کی عیادت کرنی چاہئے فجر کی نماز پڑھ کر لکھنؤ سے روانہ ہوئے سردی کا موسم تھا ۱۰ بجے کے بعد ہردوئی پہونچے مدرسہ اشرف العلوم میں داخل ہوتے ہی ہر طرف نظافت دیکھ کر مسرت ہوئی حضرت کو آمد کی اطلاع کر کے حاضری کی اجازت چاہی حضرت نے خادم کو بھیجا سلام کہلوایا اور فرمایا کہ تھوڑی دیر مہمان خانہ میں آرام کرلیں خادم نے رضائیں پیش کی بیت الخلاء، غسل خانہ بتلایا ہر طرف صفائی اور نورانیت نظر آئی تھوڑا وقفہ گذرا چائی اور بسکٹ سے تواضع کی گئی ۱۱ بجے خادم تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ کچھ مہمانوں سے بات چیت کر رہا تھا

اس لئے دماغ میں ضعف محسوس کرتا ہوں اگر آپ حضرات مزید تھوڑا انتظار کرلیں تو بہتر ہے اور اگر واپسی میں عجلت ہے تو ابھی حاضر ہو جائیں۔ اللہ اللہ بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی مہمانوں کی کیسی رعایت، کتنی صفائی سے معاملہ کرنا ہم لوگوں نے عرض کیا حضرت آرام فرمالیں ہمیں اتنی عجلت نہیں نصف گھنٹہ کے بعد طلب فرمایا بشاشت سے ملاقات فرمائی اور قیمتی نصائح فرماتے رہے خصوصا نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔

دس... وہ نوجوان علماء کو بلوایا... اور ہر ایک سے سوال فرمایا کہ کہاں سے تشریف لائیں ہیں کس مدرسہ میں پڑھاتے ہیں، یہاں تشریف لانے کا مقصد کیا ہے سبھی حضرات نے باری باری اپنا تعارف کروایا ہر ایک نے یہ بھی کہا کہ ہم تجوید درست کرنے اور اپنی اصلاح کے لئے یہاں مقیم ہیں، اس سے حضرت کے عمومی فیض کا اندازہ ہوا ہم حضرت کی بیماری کی وجہ سے جلدی ہی دعا کی درخواست کرکے باہر نکلے تو حضرت نے دعاء فرمائی اور ناظم کتب خانہ سے فرمایا کہ ان حضرات سے مطبوعہ کتابیں اور پرچے عنایت فرمادیں ہم لوگ یہ قیمتی تحفہ لیکر لکھنؤ واپس آئے آج جب ان واقعات کو یاد کرتے ہیں تو بے اختیار زبان پر یہ شعر آتا ہے۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل — وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔

فالی اللہ المشتکی۔

حضرت کا نور تقوی سے چمکتا اور دمکتا چہرہ آنکھوں کے سامنے کھتا رہتا ہے بلاشبہ حضرت رحمۃ اللہ کا فیض ہندو پاک، افریقہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا ہے اور حضرت کے مسترشدین اس فیض کو عام کررہے ہیں الحمد للہ خطہ گجرات میں بھی حضرت مولانا عبدالاحد صاحب تاراپوری شیخ الحدیث دارالعلوم تاراپور، عالم باکمال حضرت مولانا شیر علی صاحب کنٹھاری شیخ الحدیث دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب مہتمم دارالعلوم اشرفیہ راندیر، حضرت مولانا ایوب صاحب سابق استاذ حدیث دار العلوم فلاح دارین ترکیسر مقیم حال برطانیہ حضرت کے مجازین میں سے ہیں اور اپنی اپنی جگہ رشد وہدایت اور تعلیم وتعلم کے کام میں مشغول ہیں اللہ تعالی ان سب حضرات اور حضرت کے دیگر خلفاء کو صحت وعافیت کے ساتھ امت کی اصلاح کے لئے تادیر زندہ وسلامت رکھے آمین یارب العالمین

زندگی جنکے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائی کیا لوگ تھے جو داغ اجل میں آئے

اللہ تعالی حضرت کی ان عظیم اور ناقابل فراموش خدمات کو شرف قبولیت عطا فرما کر جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائیں **اللھم اغفر له وارحمه واسکنه فی الجنة اللهم امطر علیه شآبیب رحمتك ورضوانك بفضلك وكرمك يارب العالمين اللهم ارزقنا وجميع المؤمنين حسن الخاتمة آمين ثم آمين۔**

بقیہ اداریہ: عمرانہ معاملہ کتنا سچ کتنا جھوٹ:۔ جس انداز میں ذرائع ابلاغ نے عمرانہ معاملہ کو اچھالا اور اسلامی اداروں اور شخصیتوں پر تنقیدیں کیں گئی وہ صرف اخلاقی اصولوں کے منافی تھیں بلکہ اس سے خود ان ذرائع کی معتبریت مشکوک ہوئی ہے بی جے پی ذہنیت سے قریبی اخبارات اور چینل "آج تک" نے اسکو پوری طرح ہائی لائٹ کیا اور پھر پورا میڈیا عمرانہ کے غم میں اٹھ کھڑا ہوا اور اسکا ہر نمائندہ اور تمام حقوق نسواں کی علمبردار خواتین عمرانہ کے گاؤں چرتھاول کی طرف دوڑنے لگی یہ وہی ذرائع ہیں جنہیں گجرات کے ہزاروں مظلومین کی کوئی صدا سنائی نہیں دیتی گجرات کے گاؤوں سے چن چن کر مسلمانوں کو قتل کیا گیا اور عورتوں کی عصمت دری کی گئی، بلقیس بانو اسکی صرف ایک مثال ہے انکی ہمدردی میں کوئی تنظیم سامنے نہیں آئی ذرائع ابلاغ کو انکا کوئی پتہ نہیں جن ایک لاکھ لوگوں کو گجرات سرکار نے زبردستی کیمپوں سے نکالا انکا کیا حال ہے انکی کوئی خبر نہیں جنکے حالات معلوم ہوکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لندن بم دھماکوں کی مذمت: حالیہ بم دھماکوں کی مذمت کرتے ہوئے دنیا بھر کے مسلمانوں سمیت برطانیہ کی ۵۰۰ مسلم تنظیموں نے بھی انکی شدید مذمت کی ہے چند لوگوں کی کاروائی کی بنیاد پر اسلام کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کا جواز نہیں جسکے بہانے سے یہ کہا جائے کہ اصل مسئلہ اسلام ہے یعنی خطرہ اسلام سے ہے حقیقت یہ ہے کہ۔ "بدلتی ہے جب ظالم کی نیت نہیں کام آتی دلیل اور حجت"

از: مفتی عبداللہ مظاہری
(بانی وناظم جامعہ مظہر سعادت حانسوٹ گجرات)

كل نفس ذائقة الموت ایک اٹل حقیت اور فیصلہ خداوندی ہے۔ دنیا میں جو بھی آیا جانے کے لئے آیا ہے۔ باقی رہنے والا وہ رب ذوالجلال ہے۔ جوموت وحیات کا خالق اور قادر ومختار ہے۔ لیکن کچھ جانے والے اپنے کارنامے، تعلیمات، ارشادات اور جاں سوزی اور دیدہ وری کے ایسے نقوش ثبت کرجاتے ہیں کہ وہ مرکر بھی زندہ رہتے ہیں۔ جن کے سانحہ ارتحال پر دل سے اٹھنے والی ٹیسیں دیراور دور تک محسوس کی جاتی ہیں۔ میرے شیخ ومرشد، مخدوم عالم، محی السنۃ، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقی رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ کا سانحہ ارتحال بھی اس نوع کا ہے۔ ۱۰ اور ۱۱ ربیع الثانی کے درمیانی شب کو جوں ہی اطلاع ملی کہ حضرت نہیں رہے قلب پر ایک بجلی گری لیکن ظاہر ہے کہ تقدیر کے فیصلے کو بدلا نہیں جاسکتا "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔

حضرت شاہ صاحب کو اللہ پاک نے خصوصی کمالات اور امتیازات سے نوازا تھا۔ اللہ پاک نے آپ سے فتنوں کے اس دور میں اتباع سنت، صحت کے ساتھ تعلیمات قرآنی کی اشاعت اور اصلاح ظاہر وباطن کے حوالے سے تجدیدی کام لیا ہے۔ اتباع سنت آپکی زندگی کا ایسا نمایاں وصف تھا کہ شخصیت کے تصور کے ساتھ ہی لازمی طور پر اس وصف کا بھی تصور ہوتا۔ بظاہر چھوٹی چھوٹی سنتوں کے احیاء اور رواج دینے کے لئے آپ نے جس طرح جاں سوزی کے ساتھ قابل قدر خدمات انجام دی ہیں وہ یقیناً آپکی زندگی کا نمایاں باب اور ذخیرہ آخرت ہے۔ سنت سے واقفیت اور ان پرعمل کے لئے آپنے آسان عملی شکلیں امت کے سامنے رکھیں، ایک منٹ کا مدرسہ، اذکار مسنونہ وغیرہ اس سلسلے میں الحمد للہ اہم رول ادا کیا۔ مزاج میں فطری طور سے نظم وضبط کی پابندی، ڈسپلین نظافت ونفاست کا اعلی ذوق شروع ہی سے بہ خوبی نمایاں تھا عین عالم شباب میں ہی مرشد کامل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نگاہ عارفانہ اور نظر کیمیا اثر نے آپکی خداداد صلاحیتوں کو تاڑلیا اور خلعت خلافت سے نواز کر اپنے اعتماد کی مہر لگادی۔ حضرت مولانا نے مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت حاصل کی اور اکابر واساتذۂ عظام کے ہمیشہ منظور نظر رہے حضرت نے دنیا سے بے رغبتی اور محض آخرت کو پیش نظر رکھکر پوری استقامت کے ساتھ اپنا اصلاحی مشن جاری رکھا اور ان جلیل القدر مصلحین وعلماء ربانیین کے سلسلے کی ایک اہم کڑی تھے جن کے انفاس قدسیہ سے اس عالم رنگ وبو میں توحید وسنت کے چراغ جلتے ہیں۔ مصلحتوں کی دبیز چادروں کی آڑ میں نہی عن المنکر جیسے اہم فریضہ سے امت کی غفلت اور بےحسی کا حضرت والا کو سخت قلق اور افسوس تھا۔ حضرت والا نے امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کی ہمیشہ تلقین کی اور زندگی بھر عملاً اس کو برتتے رہے۔

حضرت والا کی زندگی کا ایک نمایاں باب تصحیح قرآن کے حوالے سے ہونے والی انتھک اور بے پناہ کوششیں ہیں حضرت نے اسکو ایک مشن اور تحریکی انداز میں بڑے پیمانہ پر انجام دیا جس میں اللہ نے کامیابی عطا فرمائی اللہ پاک نے جو آپ کو ہر کام میں ایک خاص قسم کی بصیرت عطا فرمائی تھی اسی کا نتیجہ تھا کہ آپنے اس کام کو نچلی سطح سے شروع فرمایا اور اس تصور کو ختم فرمادیا کہ صرف رٹی قاری صاحب ہی قرآن کریم صحیح پڑھ سکتے ہیں اور عام لوگوں کے لئے یہ مشکل ہے۔ نہایت آسان اور سہل انداز میں نورانی قاعدہ کی اشاعت نو

کے ذریعہ تصحیح کی جو ایک مہم چل رہی ہے اس میں شبہ نہیں کہ تجوید قراءت کے بڑے بڑے ادارے ملکر بھی شاید یہ کامیابی حاصل نہ کرپاتے اور چونکہ قرآن کریم کو صحیح پڑھنا واجبات میں سے ہے اسلئے خواہ کوئی شیخ طریقت ہو یا شیخ الحدیث سب کو اس جانب متوجہ فرماتے۔ ہمارے ملک میں جہاں کہ طبقہ علماء وخواص میں بھی مقدس کلام ربانی کو فارسی لب ولہجہ میں پڑھا جاتا ہو اس طرح کی کوششیں یقیناً حد درجہ قابل تقلید بلکہ واجب التقلید ہیں۔

حضرت والا قرآن مقدس کی صرف اس صوتی درستگی و ادائیگی پر ہی توجہ نہیں دیتے تھے بلکہ قرآن مقدس کی عظمت اور وقعت عامۃ الناس اور طلبہ اور اساتذہ کے قلوب میں راسخ ہو اس کی نہایت اہتمام کے ساتھ کوشش فرماتے تھے اسباب زوال امت میں سے ایک سبب اسے بھی قرار دیتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ خواہ ہم اسکو مانیں یا نہ مانیں کہ کلام اللہ کی ظاہراً و باطناً ہمارے دلوں میں جو عظمت ہونی چاہئے وہ کب کی رخصت ہو چکی ہے۔

حضرت والا کی اصول پسندی، حق گوئی، اور حقیقی قدر شناسی، خلق خدا کی ایذاء رسانی سے حد درجہ اجتناب کی کوششوں اور اپنے مرشد کامل کی طرح صحیح اصلاحی معاشرتی اصولوں کے برتنے کو عام حضرات نے سختی و درشتی کا نام دے رکھا تھا۔ حالانکہ حضرت والا حد درجہ شفیق اور رقیق القلب تھے کسی ادنیٰ تکلیف سے بھی بے چین ہو جاتے تھے۔ مہمان کے اکرام میں معمولی کوتاہی ناقابل برداشت جرم تھا۔ آپ کی نرم خوئی، خوش اخلاقی، وسعت ظرفی، خرد نوازی کا انداز صحیح معنوں میں انہی حضرات کو ہو سکتا ہے جنہیں آپکی ملاقات اور صحبت رہی اور آپکے تعلقات سے ان کی معلومات محض سننے سنانے تک محدود نہیں۔ ہم چھوٹوں پر اس طرح شفقت کا معاملہ فرماتے کہ بعض اوقات ندامت سے گردنیں جھک جاتی تھیں۔

حضرت والا کی زیارت اور ملاقات کا شرف یوں تو طالب علمی ہی سے حاصل رہا۔ لیکن ۱۴۰۵ھ میں جب جامعہ مظہر سعادت کے قیام کا داعیہ ہوا تو بطور خاص رائے عالی معلوم کرنے اور دعاؤں کے حصول کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت والا نے غیر معمولی ذرہ نوازی فرمائی۔ اپنی دعاؤں اور تائید سے نوازا۔ اور عشاء کے بعد کافی دیر تک مظاہر علوم سہارنپور کے قضیہ نامرضیہ کے تعلق سے جو تازہ تازہ پیش آیا تھا گفتگو فرماتے رہے۔ جامعہ کے قیام کے بعد حضرت والا کی ترتیب پر نورانی قاعدہ کی ترتیب شروع ہوئی، اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً حاضری ہوتی رہی۔ ۱۹۹۸ء میں صدیق ملت حبیب اللہ حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت ہی سے جامعہ کے اساتذہ وطلبہ کا اصلاحی تعلق قائم ہوا جو بفضلہ تعالیٰ اخیر تک باقی رہا۔ عرصہ سے میری اور اساتذہ وطلبہ کی دلی خواہش تھی کہ حضرت والا تشریف لائے اور اہالیان جامعہ آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوں۔ چنانچہ ۳ رذی الحجہ ۱۴۲۴ھ ممبئی سے جہاں حضرت والا ان دنوں مقیم تھے تشریف لائے حضرت والا کے ہمراہ نواسۂ محترم اور دیگر متوسلین وخدام تھے حضرت والا میں چونکہ ضعف ونقاہت تھی اور ٹرین جس سے تشریف لا رہے تھے بھروچ ار نمبر کے بجائے ۳ رنمبر پلیٹ فارم پر آیا کرتی ہے لیکن اللہ پاک نے حضرت کی برکت سے یہ مسئلہ بھی حل فرمادیا اور ذمہ داروں سے بات کرکے اس دن خصوصی حکم کے تحت گاڑی ار نمبر پلیٹ فارم پر ہی رکی۔

اسٹیشن پر مختصر خطاب ہوا جامعہ تشریف لائے اور شام سے صبح تک قیام فرمایا اس دوران مغرب بعد تفصیلاً اور فجر بعد کسی قدر مختصراً خطاب ہوا جس میں سنتوں کی عظمت اور اساتذہ وطلبہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ فرمایا اور مدرسہ کا معائنہ کرکے اپنی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے دعاؤں سے نوازا۔

یہ حضرت والا کا آخری سفر گجرات تھا اس کے بعد بھی حضرت والا کی خدمت اقدس میں حاضری ہوتی رہی ضعف ونقاہت کا سلسلہ یوں تو عرصہ سے تھا تاہم جب ۹ر۱۰ ربیع الثانی کی شب کو جب مجھے یہ روح فرسا اطلاع دی گئی تو میں سکتہ میں آگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ قلب

بقیہ صفحہ نمبر ۱۳ پر

حضرت محی السنۃ اور جذبۂ نہی عن المنکر

مرتب: حضرت جناب علی محمد عبداللطیف علیانی

حضرت والا ہردوئی نور اللہ مرقدہ ماضی قریب کے علمائے حقانی اور اولیائے ربانی میں شمار کئے جاتے ہیں آپ گلستان تھانویؒ کے آخری گل تھے جن کی خوشبو سے ہندو بیرون ہند مہک گئے آپ ایک ایسا مشن چھوڑ گئے ہیں جس کو اپنا کر اب بھی ہم اسکے عطر سے معطر بمعنی مستفید و مستفیض ہوسکتے ہیں چنانچہ حضرت والاؒ کی ہر ہر مجلس، ہر ہر کتاب اور ہر ہر پرچہ کا نچوڑ اور خلاصہ ظاہر و باہر ہے کہ امت مسلمہ کا ہر ہر فرد منکرات سے رک جائے اور منکرات پر نکیر کرنے والا بن جائے پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرے اور بالترتیب جماعتی حیثیت سے پورے عالم کی اصلاح کی فکر رکھے۔

حضرت والاؒ مختلف انداز سے منکرات پر نکیر کرنے کی اہمیت کو سمجھاتے رہتے اور اس دور میں اسکی ضرورت کو وضاحت سے بیان فرماتے رہتے مثلاً فرمایا کرتے کہ زمانہ حاضر میں ماشاء اللہ طاعت و معروفات کے کام خوب ہورہے ہیں جگہ جگہ اسکا چرچا بھی ہے اور لوگ اسمیں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں لیکن گناہ و منکرات کے کاموں کو روکنے کا کوئی نظام نہیں اس سلسلہ میں حضرت والاؒ بعض مثالیں بھی پیش فرمایا کرتے چنانچہ فرماتے کہ ٹنکی ہوتی ہے جسمیں پانی جمع ہوتا ہے اور حسب ضرورت کام میں لایا جاتا ہے اگر عین ذخیرہ کے وقت اسکے نل کھلے چھوڑ دیئے جائیں تو پانی جمع ہونا مشکل ہے ثواب کے کاموں کے بعد گناہ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے۔

فرماتے ایک مریض ہے جو بد پرہیزی کرتا ہے اگر اسے مقوی دوائیں اور پروٹین وغیرہ کھلائی جائیں تو اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکے مرض وضعف میں کوئی فرق پڑتا ہے... اسی طرح روحانی طب کے اطباء فرماتے ہیں کہ ہر طاعت کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ نے بشکل "نور" کے رکھا ہے اور ہر ہر معصیت کا گناہ بصورت "ظلمت" رکھا ہے۔

چنانچہ طاعت وعبادت سے نور حاصل ہوتا ہے اور یہ نور ترقی کرتا رہتا ہے جب تک کہ معصیت کی ظلمت بقائے نور کے لئے مانع و عارض نہ بنے مثلاً ایک شخص ہے کہ وہ دو ہلکے پھلکے کلمات "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" زبان سے کہتا ہے جس کے سبب اسکے نامۂ اعمال میں بے شمار نیکیاں لکھی جاتی ہیں تھوڑی دیر بعد وہی شخص اسی زبان سے ایسی بات نکالتا ہے کہ اگر اسکی برائی سمندر میں ڈالدی جائے تو سارا سمندر گدلا و کڑوا ہوجائے۔ یہ برائی اس نیکی پر غالب آگئی اور اس کا نور غائب ہوگیا اور ظلمت چھاگئی.. ایک شخص ہے کہ وہ اچھی طرح سنت کے مطابق وضو کرتا ہے جس کے سبب اسکے حصہ میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں مگر وہی شخص وضو میں پانی کا اسراف بھی کرتا ہے درمیان وضو باتیں بھی کرتا جاتا ہے تو اب اتنی بدیاں اور کوتاہیاں بھی اس کے حصہ میں لکھی جاتی ہے۔ چنانچہ وضو جیسی معمولی طاعت سے جو نور بنا وہ ان بدیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ماند پڑگیا۔

اسی طرح ایک شخص حسنات ہی حسنات کا حامل ہے طاعت کے کام خوب کرتا ہے لیکن ایک سیہ حسد اپنے اندر لئے ہوئے ہے تو اب یہ حسد ان حسنات کو اسطرح کھاجائے گا جسطرح آگ سوکھی لکڑی کو کھاجاتی ہے... ایک آدمی ہے مسجد میں بیٹھکر دل لگا کر ذکر واذکار اور تلاوت قرآن پاک کرتا ہے مگر مسجد کی لائٹ اور پنکھے بے دریغ استعمال کرتا ہے ظاہر ہے کہ اذکار و تلاوت کی وجہ سے جو "نور" بنا وہ ملک غیر میں بے جا تصرف سے ظلمت کی شکل اختیار کرگیا... ایک آدمی ہے خوب

صدقہ خیرات کرتا رہتا ہے ساتھ ہی اس کے اُس کے حقوق کو بھی پامال کرتا رہتا ہے کسی کے پاس سے کچھ لیا تو دینے کا نام نہیں لیتا بلکہ اگر کوئی مطالبہ کرے تو کھری کھری سنا دیتا ہے ظاہر ہے کہ منکر کی وجہ سے ثواب میں کمی واقع ہوگی اور حبط عمل تک نوبت پہنچ گئی۔

مذکورہ چند مثالوں سے معروفات کے نور کی اور منکرات کے ظلمت کی بات ناظرین کرام کی سمجھ میں آگئی ہوگی چنانچہ بطور دعائے ایصال ثواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں ہم سب التجا کریں کہ حضرت والاؒ کی قبر کو اللہ نور سے منور فرمادے اللہ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے طفیل اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرما کر ہماری فہم کو سلیم بنادے کہ جب جب بھی ہم کوئی عمل حسنہ بصورت طاعت کریں اسمیں منکرات کی آمیزش نہ ہونے دیں اور اگر اپنی غفلت کے سبب کوئی امر منکر شامل ہوجائے تو فوراً توبہ وانابت الی اللہ سے اس کا تدارک کرلیں تاکہ اس طاعت کا نور قلب میں قائم رہے بلکہ مزید نور کا ذریعہ بنے یہاں تک کہ پورا قلب نورانی ہوجائے جس کا اثر اعمال جوارح میں بھی نمایاں نظر آنے لگے آمین....

حضرت والاؒ ہردوئی کو قوم کی اصلاح کا درد ہمیشہ بے چین رکھتا اکثر بیانات میں وہ درد وکرب بذریعہ نصیحت ووعظ وتذکیر ظاہر ہوتا رہتا۔ چنانچہ بعض مرتبہ سامعین سے دریافت فرماتے کہ ماشاء اللہ شہر میں معروفات کی طرف رغبت دلانے والی جماعتیں تو کام کررہی ہیں کیا کوئی جماعت منکرات پر نکیر کرنے والی ہے؟ حالانکہ بعض حالات میں اس کا درجہ فرض کفایہ کا ہوجاتا ہے۔ کیا یہ کام امت کے لئے ضروری نہیں؟ جبکہ اس امت کو ''خیر امت'' کا لقب اسی وصف یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی وجہ سے ہی عنایت ہوا ہے انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری بھی دونوں کاموں کے لئے ہوتی تھی گو کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ابتداء معروفات کے ذریعہ زمین کو ہموار کیا جاتا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ منکرات کو سرے سے متروک قرار دیا جائے اور صرف معروفات کو بول بول کر منکرات کو بالائے طاق رکھدیا جائے چنانچہ انبیاء علیہم السلام نے جہاں توحید ورسالت کی تعلیم دی وہاں کفر وشرک وبدعت سے روکا....ایک طرف نماز قائم کرنے کا حکم فرمایا تو دوسری طرف نماز کو غلط طریقہ سے پڑھنے پر روکا یہاں تک کہ کسی شخص کو نماز کی حالت میں ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا تو فوراً تنبیہ فرمائی کہ یہ فعل خشوع صلوۃ کے خلاف ہے روزے کو تقوی کا سبب فرمایا ساتھ ہی غیبت وجھوٹ کو روزے کے ثواب کو قطع کرنے والا فرمایا....ایک طرف صدقات وخیرات کی ترغیب دی تو دوسری طرف من واذی کو بطل ثواب کا سبب فرما کر نکیر فرمائی۔

وہی انبیاء علیہم السلام نے جہاں ایک طرف طاعت والے کاموں کی طرف رغبت دلائی تو دوسری جانب معصیت وگناہ والے کام مثلاً زنا سے، لواطت سے، ناپ تول میں کمی کرنے سے، بدعہدی کرنے سے، عقوق الوالدین سے اور ظلم وستم کرنے سے قوم کو اور امت کو روکا کیونکہ وہ پاکیزہ نفوس جانتے تھے کہ فرمانبرداری کے ذریعہ جو نور پنپے گا اس کا بقاء اس وقت تک ہی ہے جب نافرمانی کی ظلمت سے اسکو دور اور محفوظ رکھا جائے ورنہ یہ نور طاعت، ظلمت معصیت سے مغلوب ومقہور ہوکر سراپا ظلمت ہی ظلمت بن جائے گا اور پھر میرے امتی باوجود طاعت ونیکی کرنے کے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے دین سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ اس طور پر سارے انبیاء کرام کی محنت ہمیشہ دونوں جانبوں میں چلتی رہی

طریقۂ انبیاء، خصوصاً طریقۂ نبوی ﷺ پر مستقیم حضرات اولیائے صادقین نے بھی ہر دور میں امت کو دونوں جانبوں کی محنت پر ابھارا چنانچہ ان حضرات صالحین وکاملین نے اپنے اپنے وعظ وبیان میں تصنیف وتالیف میں، دعوت وتبلیغ میں جہاں معروفات کا امر فرمایا اور رغبت دلائی وہاں منکرات پر نکیر اور روک ٹوک بھی فرمائی جہاں اعمال حسنہ کرنے پر امت کو ثمرات جنت کی بشارت سنائی وہیں اعمال سیئہ سرزد ہوجانے پر دخول نار کی وعید بھی سنائی۔ ہمارے حضرت والا ہردوئی قدس اللہ سرہ بھی جامع وکامل اوصاف اولیاء سے متصف تھے نیز ہر طریقہ میں سنتوں پر عمل کرنے والے اور سنتوں کا لحاظ رکھنے والے اور امت کو سنتوں کی طرف

رغبت دلانے والے تھے اسی لئے آپ کو "محی السنۃ" کے مبارک لقب سے امت یاد کرتی ہے چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ نے ایک آواز لگائی اور خوب لگائی کہ اس دور پرفتن میں مسلمانوں کو تباہی و بربادی سے بچانے کا واحد ذریعہ معروفات کی گفتگو کے ساتھ منکرات کی بھی گفتگو، معروفات کے تعارف کے ساتھ ساتھ منکرات کا بھی تعارف، معروفات کے فوائد کے ساتھ منکرات کے نقصانات اور معروفات کے امر کے ساتھ منکرات پر نکیر کرنا ہے۔ ہاں! اسکے آداب وحدود ہیں اور اسکا طریقہ ہے جسکو حضرت والا ہردوئی کی مرتب کردہ کتابوں سے اور مجلس دعوۃ الحق کی مختلف شاخوں کے ذریعہ معلوم کیا جاسکتا ہے اور سیکھا جاسکتا ہے جو الحمد للہ آج بھی جماعتی حیثیت سے منکرات پر روک ٹوک کا کام کررہی ہیں اللہ تعالی انہیں زیادتی واخلاص نصیب فرمائے اور حضرت والاؒ کے مشن کو اللہ تعالی ہر ہر قریہ وشہر میں جاری وساری فرمائے آمین۔

آخر میں یہ نالائق حضرت والاؒ کے بیان فرمودہ منکرات میں سے صرف دو منکرات کی طرف نشاندہی کرتا ہے جن میں آج کل عام ابتلاء ہے جس کو اکثر حضرت والاؒ کی مجالس میں سننے کی سعادت ملی۔ ایک شرعی پردہ جس کا موجودہ زمانہ میں گویا فقدان ہوگیا ہے اچھے اچھے دیندار گھرانوں میں بھی اسکا اہتمام نہیں رہا اور باوجود ضرر کثیر کے جو آئے دن تجربات ومشاہدات کی شکل میں معاشرہ میں ہماری نظروں سے گذرتے رہتے ہیں پھر بھی کوئی اسے امر معیوب ومنکر نہیں سمجھتا الا ماشاء اللہ۔ دوسرے وراثت وترکہ پر غیر شرعی قبضہ یا اسکی غیر شرعی تقسیم جو آج کے دور کا المیہ بن گیا ہے۔ چنانچہ مورث نے جو مال وجائداد چھوڑا ورثاء میں سے جو ہوشیار اور چالاک اور طاقتور ہے اپنے اسپر قبضہ جمالیا نہ کسی عالم دین ومفتی شرع سے مسئلہ جاننے کی ضرورت اور نہ ورثاء کے شرعی حصص معلوم کرنے کی فکر، حضرت والاؒ ان دونوں منکرات کی طرف خصوصی توجہ دلایا کرتے کاش ہم لوگ بھی توجہ دلانے سے متوجہ ہوجائے!! اور حضرت والاؒ کے جذبۂ نہی عن المنکر کے قدرداں بن جائیں!!! ☆☆☆

صفحہ نمبر ۲۹ کا بقیہ

قیمتی تحفہ:

قرآن کریم کی تعلیم تجوید ومخارج کے حوالے سے ہمارے دیار میں بڑی غفلت برتی گئی، چنانچہ حضرت نے اس سلسلہ میں بھی پیش رفت کی، پھر "نورانی قاعدہ" کی تصحیح اور اس کی تعلیم کو عام کرکے "نونہالان ہند" کو ایک قیمتی تحفہ پیش کیا، جس سے لوگوں میں قرآن شریف کو مخارج حروف، حسن ادا، حسن صوت اور مجہول سے بچتے ہوئے معروف پڑھنے پڑھانے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اب "نورانی قاعدہ" ہر مکتب ومدارس میں لازمی طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ تصحیح قرآن کے حوالے سے حضرت نے اتنی محنت کی کہ علماء وفضلاء کو بھی قرآن بالتجوید پڑھنے کا ذوق وشوق بیدار ہوا، لہذا "اشرف المدارس" میں باضابطہ "نورانی قاعدہ" کا کورس شروع کیا۔ یہ ایسی عظیم خدمت ہے جسے ملت اسلامیہ کبھی فراموش نہیں کرپائے گی اور اس کا اجر غیر ممنون آپ کو ملتا رہے گا۔

وفات:

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں، ہر کسی کو اپنے اپنے وقت پر جانا ہے" **اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون** "(نحل ۶۰)
حضرت بھی ایک طویل علالت کے بعد، ضعف ونقاہت کی حالت میں بہ عمر ۸۵ رسال (۱۷/۵/۲۰۰۵ء کو) جان، جان آفریں کے سپرد کردی خویش واقارب اور خلفاء ومجازین کے ایک جم غفیر نے اس جسد خاکی کو، گورستان ہردوئی میں، پیوند خاک کرکے عمر بھر کی بے قراری اور دنیا کے ہنگاموں سے نجات بخشا۔

جان کر منجملہ خاصان میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

بزم اشرف کا آخری چراغ

مولانا محمد معاویہ سعدی مظاہری۔

بتانے والے نے بھی کتنی سادگی سے بتادیا کہ "مولانا ابرار الحق صاحب کا انتقال ہوگیا" بے چارے کو پتا نہیں تھا کہ یہ انتقال مولانا ابرار الحق صاحب کا نہیں ہوا بلکہ ایک پورے عہد کا انتقال تھا، گذشتہ صدی میں جس جماعت حقہ نے برصغیر میں حفاظت دین اور اشاعت اسلام کا بیڑہ اٹھایا تھا اس جماعت کو قریب سے دیکھنے اور ان کی تعلیم وتربیت سے براہِ راست مستفید ہونے والی آخری شخصیت، مدرسہ مظاہر علوم نے خدمت دین کے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اسکی ایک زندہ مثال، اور حکیم الامت نے تھانہ بھون میں جو دکان معرفت کھولی تھی، افراد سازی کا جو کارخانہ لگایا تھا، اور علوم ومعارف کی جو بزم سجائی تھی اس کے آخری نمونہ اور آخری چراغ کا انتقال تھا۔

یعنی میرے شیخ ومربی بقیۃ السلف، ملحق الاصاغر بالاکابر، محی السنہ حضرت اقدس مولانا الحاج الحافظ والقاری الشاہ ابرار الحق صاحب حقی ہردوئی دامت فیوضہم وعمت افاداتہم کا سانحہ ارتحال اور حادثۂ وفات تھا۔

ع ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت کے احسانات میرے اوپر، میرے گھرانے اور خاندان کے اوپر، میرے مدرسہ اور تربیت گاہ کے اوپر بہت زیادہ ہیں اس لئے اگرچہ میں حضرت کے فیض تربیت سے محروم رہا لیکن پھر بھی مجھے حضرت کی ذات سے محبت ہے۔ اور محبوب کا ذکر بجائے خود ایک لذت اور مزے کی چیز ہے۔

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکره
هو المسك ما کررته يتضوع

اس لئے چند سطریں اور گنتی کے یہ لمحات حضرت والا کے ذکر اور تذکرہ کی نذر ہیں **وما توفیقی الا باللہ۔**

ولادت: حضرت کی تاریخ ولادت ۲۰ر دسمبر ۱۹۲۰ء ہے اسکا تطابق ۱۳۳۹ھ سے ہوتا ہے۔

وطن: اگرچہ آپکی جائے پیدائش شہر ہردوئی (یوپی) ہے، لیکن آپکا آبائی وطن پلول ہے۔ جو اطراف دہلی میں ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد جناب محمود الحق صاحبؒ وکالت کے پیشہ کے ساتھ ساتھ حضرت حکیم الامتؒ کے دریائے فیض سے بھی وابستہ تھے اور حضرت کے مجازین صحبت میں تھے۔

سلسلۂ نسب: آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ سے ملتا ہے، آپ کے نام کے ساتھ "حقی" کی نسبت اسی وجہ سے تھی۔

تعلیم کی بسم اللہ: حضرت والا کی تعلیم کی "بسم اللہ" عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دیوبندیؒ نے کرائی۔

سلسلۂ تعلیم: آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کی دولت سے بہرہ ور ہوگئے تھے، اردو، فارسی، عربی، کی ابتدائی تعلیم ہردوئی کی "انجمن اسلامیہ" کے مدرسہ میں حضرت مولانا انوار احمد انبہٹوی مظاہریؒ سے حاصل کی۔

مظاہر علوم میں: ۱۳۴۹ھ یا ۱۳۵۰ھ میں بعمر دس سال آپ تکمیل علوم کے لئے مدرسہ عالیہ مظاہر علوم تشریف لائے اور نحو میر، شرح مأۃ وغیرہ سے تعلیم کا آغاز فرمایا۔

دوران قیام مظاہر: یہاں آپ کو مزاجی مناسبت ناظم اعلیٰ استاذ الکل حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ سے زیادہ ہوئی، اس لئے آپ حضرت کے حاضر باش خدام میں شامل ہوگئے، شروع ہی سے طبیعت میں نظم وضبط اور اصول

ومعمولات کی پابندی کا اہتمام تھا، کم عمری ہی سے روز نامچہ تک بنانے کا معمول بنالیا تھا، برادر گرامی مفتی محمد حمزہ صاحبؒ نے حضرت کے زمانہ طالب علمی کی درسی کاپیاں اور روز نامچے وغیرہ دیکھے ہیں۔ ان کی روایت کے مطابق ۱۳ رسال کی عمر میں صبح کے معمولات کچھ اس طرح کے لکھے تھے" آج تہجد میں اتنے بجے اٹھا، ناظم صاحب کی طہارت اور وضوء کا پانی رکھا، نماز پڑھی، پھر حضرت سے مختصر المعانی کا سبق پڑھا، اور فجر تک فلاں فلاں کتابوں کا مطالعہ کیا" الخ (انتہی بمرادہ)

مظاہر علوم میں آپ نے شیخ القراء حضرت المقری عبد الخالق صاحبؒ (امام وخطیب جامع مسجد سہارنپور) سے ربط رکھا اور کامل اہتمام وسعی کے ساتھ علی الصباح نماز فجر سے پہلے مدرسہ سے جامع مسجد آکر حضرت قاری صاحب سے بعد نماز فجر تجوید وقراءت کی تعلیم حاصل کی (ذکر ابرار)

دورۂ حدیث شریف: دورۂ حدیث شریف کی تکمیل بوجہ علالت کے دو سال میں ہوسکی پہلے سال ۱۳۵۵ھ میں حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ اور حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسنؒ صاحب بھی آپ کے رفقاء درس میں رہے حضرت شیخ الحدیث صاحب نے امتحان ششماہی کے موقع پر اول آنے والے طالب علم کو بذل المجہود کا سیٹ دینے کا اعلان فرمایا تھا اتنے ممتاز ساتھیوں کے درمیان اس انعام کے تنہا مستحق حضرت والا ہردوئی ہی ٹھہرے تھے (روداد مظاہر ۵۵ھ ۵۶ھ) پھر بیماری کی وجہ سے امتحان سالانہ میں شرکت نہ ہوسکی۔

اس لئے دوبارہ ۱۳۵۶ھ میں بعمر ۱۷ رسال دورۂ حدیث شریف میں شریک ہوکر اس کی تکمیل فرمائی اور اول نمبر سے کامیاب ہوکر ۹ رکتابوں کا بیش قیمت انعام حاصل کیا۔

۱۳۵۷ھ ۱۳۵۸ھ کے دو سال آپ کے تکمیل فنون کے ہیں جن میں منقولات سے بڑھ کر معقولات کی اعلی ترین کتابیں پڑھیں اوران میں بھی امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرکے گرانقدر کتابوں کے ساتھ پانچ روپے کا نقد انعام بھی حاصل کیا۔

علمی استعداد: مولانا ظفر احمد عثانی ایک مدرسہ کے مہتمم کو لکھا" ایک صاحب میری نظر میں ہے جو بہت دیندار اور ذی استعداد ہے مدرسین مظاہر علوم اور وہاں کے ناظم صاحب کو جہاں تک میں نے سنا ہے انکی استعداد پر پورا وثوق ہے اور انکا نام مولوی ابرار الحق بلمہ ہے.... علوم شرعیہ درسیہ کی تحصیل بڑی محنت سے مظاہر علوم میں کی ہے اور بحمد للہ حافظ وقاری بھی ہے اور تحصیل علم کے ساتھ تدریس کا فرض منصبی بھی انجام دیتے رہے طلبہ کو انکا طریقہ تعلیم پسند ہے اور تقوی وطہارت، علم وعمل میں اپنے ہم عصروں اور ہمسروں میں بہت ممتاز ہے مولانا کی اس شہادت کی حضرت حکیم الامت نے ان الفاظ میں تصدیق وتوثیق فرمائی احقر اشرف علی بھی تحریر بالا لفظ بلفظ متفق ہے (ذکر ابرار ۱۵)

اساتذہ: آپکے اساتذہ میں حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب (ناظم مظاہر علوم) حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کامل پوری (صدر مدرس) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب (شیخ الحدیث) حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، حضرت مفتی سعید احمد صاحب (صدر مفتی) حضرت مولانا ظریف احمد صاحب، حضرت مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی، حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آغاز تدریس: ۱۳۵۸ھ میں تکمیل فنون سے فراغت کے بعد مظاہر علوم ہی میں معین مدرس ہوگئے پھر کچھ عرصہ بعد حضرت حکیم الامت کے ایماء پر حضرت ہی کے قائم کردہ مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور تقریباً دو سال تک تدریسی خدمات انجام دی پھر دو سال بعد حضرت ہی کے اشارہ پر فتحپور ہنسوہ کے "مدرسہ اسلامیہ" میں تشریف لے آئے یہاں بھی تقریباً دو ہی سال قیام رہا۔

۱۳۶۲ھ میں حضرت کے حکم پر اپنے وطن ہردوئی تشریف لے آئے اور اشرف المدارس کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا اور کافی عرصہ تک ابتداء ہی سے نیکروسطی تک کی کتابیں بذات خود پڑھاتے رہے اور آخر تک اس مدرسہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف رکھا۔

اصلاحی تعلق: حضرت والا کے اوپر ابتداء ہی سے تقویٰ وطہارت کے آثار نمایاں تھے گھر کا ماحول بھی پاکیزہ تھا مظاہر علوم کی مشہور عرفانی فضا نے اس میں مزید جلاء پیدا کردی تھی اور پھر زمانہ تعلیم ہی سے حضرت حکیم الامت جیسے مصلح ومربی سے اصلاحی تعلق نے سونے پر سہاگہ کا کام کردکھایا تھا، آپ ہر ہفتہ تھانہ بھون حاضری دیتے تعطیل کے اوقات حضرت ہی کے پاس گذارتے حضرت کی تربیت کا اثر آپ کے اوپر کس حد تک ہوگیا تھا؟ اس کی طرف اشارہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے اس اعتراف میں ملتا ہے" مولانا ابرار الحق صاحب کو اللہ پاک نے طالب علمی ہی کے زمانہ میں صاحب نسبت اور تعلق مع اللہ کی دولت عطا فرمادی تھی" (علماء مظاہر علوم)

اجازت وخلافت: اصلاح وتربیت اور رجال کار کی تیاری میں حضرت حکیم الامت کو اللہ رب العزت نے جو امتیازی شان مرحمت فرمائی تھی وہ محتاج بیان نہیں حضرت کے آفتاب ضیاء پاش سے باقاعدہ طور پر جذب نور کرنے والوں شاید سب سے کم عمر حضرت ہردوئی کی ذات تھی ۱۳۶۱ھ میں جب آپ فتح پور میں تھے بعمر ۲۲ سال حضرت اقدس تھانویؒ کی خلعت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

اپنی اصلاح کی فکر: حضرت تھانویؒ کے مجازین کے تعداد ۱۰۰ر سے متجاوز ہونے کے باوجود اجازت وخلافت دینے میں حضرت کے یہاں جس درجہ احتیاط وتصلب پایا جاتا ہے وہ کسی اور کے یہاں کم دیکھنے کوملتا ہے گویا حضرت کی اجازت وتکمیل کی بہت مستند سند ہوتی تھی لیکن اسکے باوصف حضرت ہردوئی نے کبھی خود کو کامل اور اصلاح سے مستغنی نہیں سمجھا بلکہ حضرت کی وفات تک حضرت سے اسکے بعد حضرت کے خلیفہ خاص خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب غوریؒ سے آپکے بعد یکے بعد دیگرے حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کاملپوریؒ، حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ، اور حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ (خلفائے حکیم الامت) سے اصلاح وتربیت کا تعلق رکھا اور ان اکابر کے بعد پہلے مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڈھیؒ سے اور انکے بعد مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سے سرپرستی اور مشورہ کا تعلق رکھا خود مرجع خلائق ہوجانے کے بعد بھی اپنے کو اصلاح ومشورہ کا محتاج خیال فرماتے رہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحقیق کے مطابق یہ سلسلہ خلفاء راشدین میں بھی رہا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو صرف حضور اقدس ﷺ سے اکتساب فیض کیا پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے بھی کیا اور عثمانؓ نے ابوبکرؓ وعمرؓ دونوں سے بھی کیا اور سیدنا حضرت علیؓ نے اپنے تینوں پیش رووں سے کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اشرف المدارس: ۱۳۶۲ھ میں فتح پور سے آنے کے بعد وطن ہی میں اشرف المدارس کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا جس میں بطور خاص کم عمر بچوں کی تعلیم وتربیت کا نظام بنایا حضرت حکیم الامت کے خلفاء ومتوسلین سے آپ نے بچے مانگے اور اپنے مخصوص نظام تعلیم وتربیت سے انکی پرورش فرمائی مدرسہ کے خرچ کا نظام حضرت تھانویؒ کے مدرسہ کی طرح اللہ کے بھروسہ پر رکھا چندہ مانگنے سفیر رکھنے کا کوئی سلسلہ نہ تھا اپنے طور پر جو اہل خیر حضرات کچھ پیش کرتے اگر انشراح ہوتا تو قبول کرلیا جاتا ورنہ وہ بھی واپس کرلیا جاتا مدرسہ کی ابتداء مکتب، حفظ، وناظرہ اور ابتدائی فارسی وغیرہ سے ہوئی تھی اور اللہ کا کرنا کہ آخری سال حیات میں دورۂ حدیث شریف کی تعلیم کا بھی سلسلہ شروع ہوگیا۔

دعوۃ الحق: حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو اللہ رب العزت نے دین کے تقریباً تمام ہی شعبوں میں نمایاں خدمات کی توفیق بخشی تھی عوام میں بڑھتی ہوئی جہالت اور اسکی وجہ سے جڑ پکڑتی بدعت وضلالت کے تدارک کے لئے حضرت نے مجلس دعوۃ الحق کے نام سے ایک تنظیم قائم فرماکر خود اسکے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا تھا جس کی روشنی میں مجلس سے وابستہ حضرات کی ذمہ داری تھی کہ وہ عوام میں پہنچ کر انکو دین کی دعوت دیں اور مکاتب کے قیام اور دینی اجتماعات کے انعقاد کے ذریعہ بچوں اور بوڑھوں کو دین سے جوڑیں اور ان میں دینی تعلیم کو عام کریں حضرت حکیم الامت کی وفات کے بعد اس مجلس کی عملی جد وجہد موقوف ہوگئی تھی ۱۳۷۰ھ میں حضرت محی السنۃ

علیہ الرحمۃ کے ذریعہ اللہ رب العزت نے اسکا دوبارہ احیاء کروایا اور پھر کیا ہندو پاک اور برصغیر کیا عرب وعجم اور افریقہ، امریکہ اور یورپ تک اس تحریک کے اثرات محسوس کئے گئے سینکڑوں مکاتب کا قیام عمل میں آیا ہزاروں دینی اجتماعات کا انعقاد ہوا اور لاکھوں لوگوں کو اس کام سے نفع ہوا۔

محنت ومجاہدہ: حضرت فطری طور پر نہایت شاہانہ مزاج اور سہولت پسند طبیعت رکھتے تھے لیکن خدمت دین کے راستہ میں حضرت کو سخت قسم کے مجاہدات سے بھی گذرنا پڑا عوام کو مدرسہ سے متعارف کرانے اور انکے بچوں کو مدرسہ میں لانے کے لئے ہردوئی اور اسکے اطراف کا دورہ فرماتے تھے عموماً سائیکل سے جانا ہوتا نائب صاحب یعنی حضرت کے ہمدم ورفیق حضرت مولانا بشارت علی صاحبؒ (خلیفہ حضرت تھانویؒ وحضرت ہردوئیؒ) بھی ساتھ ہوتے لو، گرمی، بارش اور دھوپ ہر چیز سے سابقہ پڑتا لیکن دعوت دین کے عزم میں تزلزل نہ آنے پاتا۔

ہردوئی شہر بالکل کفرستان تھا اور قرب وجوار کے مسلمان بھی بدعت وضلالت کی زندگی سے دوچار تھے اسلئے شروع شروع میں اپنے اور غیر دونوں ہی کی مخالفت اور انکی طرف سے دائر کردہ مقدمات کا سامنا بھی کرنا پڑا سنا ہے کہ بعض مقدمات کی پیروی حضرت نے بذات خود کی اور فتح پائی

مسلکی اعتدال: حضرت حکیم الامت نے حضرت کو کام کرنے کا ایک عجیب وغریب گر بتا دیا تھا کہ کام مسلکی اور جماعتی بنیاد پر ہرگز نہ کرنا اس سے لوگ بدکتے ہیں بلکہ سنت کے عنوان سے کرنا یہ مت کہہ دینا کہ یہ بدعت ہے یا اسکو حضرت تھانویؒ نے یا حضرت گنگوہیؒ نے منع فرمایا ہے بلکہ یہ کہنا کہ سنت ہے حضور ﷺ نے اسکو کیا ہے یا یہ خلاف سنت ہے حضور ﷺ نے اسے ناپسند کیا ہے حضرت فرماتے تھے کہ اس عنوان سے بہت نفع ہوا اور دین کی باتوں سے لوگ بہت جلد مانوس ہوئے اسی عنوان ہی کی برکت تھی کہ حضرت والا نے کبھی بھی تھانویت وغیرہ مزاقی اور مشربی اختلاف کو تفریق بین المسلمین اور آپسی گروہ بندی کی بنیاد نہیں بننے دیا

گویا حضرت اپنے عمل سے یہ اظہار فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ تو دین وسنت کے ترجمانوں میں سے ایک ترجمان ہے اس لئے ان کا واسطہ اختیار کرنا تو ٹھیک ہے لیکن ان کی وجہ سے دوسرے دینداروں اور دین کے دوسرے علم برداروں سے کدر رکھنا یہ دین کی ناقدری اور اس سے محرومی کی بات ہے کیونکہ اگر مقصود دین ہوتا تو اس کے سارے ہی اہل تعلق سے محبت ہوتی صرف اپنے ہی سلسلہ کے بزرگوں سے تعلق اور دوسروں سے قطع تعلق یہ تو باطل فرقوں کا شعار ہے اور دوسرے بزرگوں کو دیندار ہی نہ سمجھنا یہ تو ایسی محرومی ہے کہ اسکے بعد تو کچھ باقی ہی نہیں رہ جاتا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اتباع شرعی امور میں تو فقہاء کرام اور ائمہ عظام کے واسطہ سے صرف اور صرف حضور اقدس ﷺ کا ہونا چاہئے اور مشربی اور ذوقی امور میں اپنے شیخ کا بھی کیا جا سکتا ہے باقی محبت اور احترام تو یہ سارے ہی اکابر اور مشائخ بلکہ ہر مسلمان کا کرنا چاہئے۔

احیاء سنت: یہ آپ کا تجدیدی کارنامہ ہے کہ عام طور سے لوگوں نے سنن عادیہ اور مستحبات سے غفلت برتی جارہی تھی۔ وضو، اذان، نماز ساری ہی چیزیں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی بس ڈھروں پر چل رہی تھی نہ کسی کو انکے سیکھنے کا شوق تھا اور نہ سکھانے کا خیال حدیث شریف میں فقہ کی کتابوں میں ان چیزوں کا طریقہ پڑھتے تھے لیکن اسکے مطابق عمل کی طرف توجہ نہیں ہوتی تھی اللہ رب العزت نے حضرت کو اس پہلو پر توجہ نصیب فرمائی اور حضرت نے اسی چیز کو اپنی زندگی کا موضوع بنالیا بڑے بڑے اہل علم کے مجمع میں بھی حضرت انہیں باتوں کو بیان فرماتے مساجد کے ائمہ، مدارس کے منتظمین، مکاتب کے اساتذہ، مراکز کے ذمہ داران سبھی کو توجہ دلاتے تھے کہ اپنے بھی حالات کو سنت پر پرکھو اور اسکے مطابق اصلاح کرو اور پھر اپنے حلقہ اثر میں بھی اسکو آگے بڑھاؤ اور یہ واقعہ ہے کہ حضرت کی اس محنت سے ہزارہا ہزار لوگوں کی وضو اور نماز سنت کے موافق ہوگئی کتنوں کی اذان واقامت کی تصحیح ہوگئی کتنوں کو کھانے، پینے، سونے، جاگنے، رہنے سہنے اور

زندگی کے تمام امور کو سنت کے مطابق کرنے کا اہتمام ہو گیا لہذا حضرت کو بجا طور پر دین کے اس شعبہ کا مجدد مانا جاتا ہے اور محی السنۃ کے بلند اور موزوں لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اصلاح منکرات: تبلیغ کے رکن دو ہیں (۱) امر بالمعروف (۲) نہی عن المنکر۔

روح کے لئے اول کی مثال تو ایسی ہے جیسے جسم کے لئے دواء اور غذاء، ثانی جیسے احتیاط اور پرہیز اگر بغیر دواء اور غذاء کے جسم کی بقاء مشکل ہے تو بغیر احتیاط اور پرہیز کے اس بقاء کا دوام ناممکن ہے اس لئے کسی ایک رکن کی محنت کو اصلاح امت کے لئے نافع سمجھنا تو ٹھیک ہوسکتا ہے لیکن کافی سمجھ لینا یہ انتہائی خطرناک فکری غلطی ہے جو بذات خود محتاج اصلاح ہے اسی لئے حضرت والا دین کی چھوٹی چھوٹی باتوں تک پر عمل کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں پھیلی ہوئی خرابیاں اور امت میں عام ہوتے منکرات پر بھی متوجہ فرماتے رہتے، بے پردگی، تصویر کشی، غیبت، بدنظری، فضول گوئی وغیرہ سارے ہی گناہوں کے اصلاح کی کوشش آپکے تجدیدی محنت کا ایک حصہ تھی۔

خدمت قرآن کریم: یہ موضوع بھی آپ کی شان تجدید کا منہ بولتا ثبوت ہے قرآن نام ہے لفظ اور معنی دونوں کا عام طور سے لوگوں کے ذہن میں معنی کی تصحیح کا اہتمام تو تھا لیکن الفاظ کی تصحیح اور تجوید کی طرف توجہ بہت کم تھی حضرت نے اس چیز کو بھی اپنی اصلاحی مساعی کا ایک حصہ بنایا اور طرح طرح سے لوگوں کو الفاظ کی تصحیح کی طرف توجہ دلائی علماء اور مشائخ کو بھی اساتذہ وطلباء کو بھی خواص وعوام کو بھی معمر اور کم عمروں کو بھی نتیجے ایک فضاء بن گئی تصحیح کے اہتمام کی اور پوری دنیا میں ایک سلسلہ چل پڑا ایسے مدارس ومکاتب کے قیام کا جن میں الفاظ قرآن کی صحت اور اسکی تصحیح وتجوید کا خاص لحاظ رکھا جانے لگا کافی معمر حضرات نے بھی ان مدارس میں آکر اپنے قرآن کی تصحیح کی نورانی قاعدہ سے اس محنت کی ابتداء کی، اور خود سراپا نور بن گئے۔

عالم ربانی: کہتے ہیں کہ ربانی اس مصلح ومربی کو کہا جاتا ہے جو بڑی بڑی باتوں سے پہلے چھوٹی چھوٹی باتوں کی تعلیم دیتا ہو دیکھا جائے تو حضرت کی ذات اس لقب کا بالکل صحیح مصداق ٹھہرتی ہے کہ حضرت کے یہاں اگر متعلقین ومسترشدین کو کیفیات ومقامات کے اعلی مراتب سے گذارا جاتا تھا تو اس سے پہلے سلام، کلام، وضو، نماز، اذان واقامت وغیرہ کی اصلاح کی طرف توجہ بھی دلائی جاتی تھی۔

ایک واقعہ اور اسکی صحیح تصویر:

استاذ گرامی: ناظم مدرسہ مظاہر علوم حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہ العالی سے ایک واقعہ اس طرح سنا کہ ایک مرتبہ حضرت رمضان المبارک میں سہارنپور تشریف لائے اپنے مدرسہ کا تعلیمی وتربیتی نظام حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کیا اپنے مدرسہ کے بچوں کے قرآن کریم کی کیسٹ بھی لائے تھے بعد مغرب حضرت سے عرض کیا یہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں حضرت ہمہ تن گوش ہوگئے اور بہت قدر اور دلچسپی کے ساتھ ساری چیزیں ملاحظہ فرمائی کیسٹ پر قرآن شریف سنا اور حد درجہ خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا پھر تراویح کا وقت ہو گیا تو (ازراہ تواضع) فرمایا کہ آپ قرآن کریم کا ایسا ذوق رکھتے ہیں اور ہمارا امام (یعنی مولانا سلمان) تو فارسی میں قرآن شریف پڑھتا ہے اس لئے آپ جامع مسجد میں قاری صاحب کے پیچھے نماز پڑھ لیں حضرت نے عرض کیا میں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ ہی کے ساتھ پڑھونگا۔

اس واقعہ کی صحیح تصویر بس یہی ہے جو خود صاحب واقعہ سے احقر نے براہ راست سنی ہے اسی واقعہ کا بہت سارے لوگوں نے عجیب عجیب طرح سے بتنگڑ بنا رکھا ہے جس سے یہ تاثر ہوتا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت شیخ الحدیث صاحب کو حضرت کے قرآن کی صحت کے اس اہتمام سے الجھن ہوئی تھی اور حضرت شیخ نے بھری مجلس میں اپنی اس ناگواری کا حضرت سے اظہار فرما دیا تھا میں نے ناظم صاحب کو واقعہ کی یہ دوسری تصویر سنائی تو ناظم صاحب نے لاحول پڑھا۔

خود سوچنا چاہئے کہ قرآن کریم تو عربی میں نازل ہوا ہے اور احادیث صحیحہ کثیرہ میں اسکو صحت اور خوش الحانی کے

اہتمام کے ساتھ پڑھنے کا وجوبی حکم وارد ہوا ہے اسکے باوجود حضرت شیخ جیسے عظیم المرتبت اور متبع سنت بزرگ کیسے اسکے خلاف پر ایسا اصرار کر سکتے ہیں کہ اصل حکم کو ناگوار تک سمجھنے لگے جبکہ حضرت خود ہی فضائل اعمال وغیرہ میں حدیث "**من لم یتغن بالقرآن فلیس منا**" کی شرح فرما چکے ہیں **(والله ولی الهدایة)**

رجوع عام: ۲۲ سال کی عمر میں خلافت مل جانے کے بعد رشد وہدایت کا سلسلہ تو جبھی سے چل پڑا تھا، اور ہندوستان، بنگلہ دیش اور افریقہ ویوروپ تک اس کا اثر پہنچ رہا تھا لیکن ادھر آخری ایام حیات میں تو آپ کی طرف رجوع بہت عام ہوگیا تھا، آپ کی ذات دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دیگر مرکزی اداروں، مدارس اور جماعتوں کے ذمہ دار اساتذہ وطلبہ سبھی کیلئے آب حیات کا سرچشمہ اور اصلاح وتربیت کی مرکز بن گئی تھی اور "**یدخلون فی دین الله افواجا**" کی عملی تفسیر ہوگئی تھی۔

ابتدائے مرض: دو تین سال قبل حضرت کے اوپر دماغی فالج کا بہت خطرناک حملہ ہوا تھا، لیکن اللہ کے فضل اور محبین ومعتقدین کی دعاؤں کی برکت سے معالجین کی محنت بارآور ہوئی تھی اور پہلے لکھنؤ کے "سحر نرسنگ ہوم" میں اور پھر بمبئی میں کئی مہینے کے مسلسل علاج کے بعد آپ صحت یاب ہوگئے تھے۔

مرض وفات: گذشتہ بیماری سے صحت کے بعد معالجین کی طرف سے پابندیوں اور احتیاط کا مطالبہ بہت زیادہ ہوگیا تھا، لیکن حضرت کی طرف سے (زندگی بھر کے معمول کے خلاف) اس درجہ احتیاط کا معاملہ نہیں رہ گیا تھا، شاید حضرت کو اپنے لمحات حیات کی گنتی کا اندازہ ہوگیا تھا، اس لئے ملک وبیرون ملک کے اسفار کے ساتھ مواعظ وبیانات، انتظام وانصرام، اصلاح وتربیت کے معمولات میں کچھ اضافہ ہی ہوگیا، تاآنکہ ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ (۱۷ مئی ۲۰۰۵ء) سہ شنبہ کو حسب معمول عصر بعد کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے، کہ اچانک حلق میں غیر معمولی انداز کا بلغم آیا اور طبیعت میں اضمحلال پیدا ہوگیا، فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے، وہاں بلغم آہستہ آہستہ خون کی شکل اختیار کر گیا، غالباً دماغ کی رگ شق ہوگئی تھی، مغرب کی نماز کسی طرح پوری فرمائی، نماز کے بعد ہی منہ اور ناک سے خون بہنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور کافی مقدار میں (بلکہ شاید پورے جسم ہی کا خون) نکل گیا، خصوصی معالجین سے رابطہ ہوا، وہ فوراً پہنچ بھی گئے اور لکھنؤ سے پہلے ہردوئی ہی کے اسپتال میں آکسیجن میں رکھنے کا مشورہ ہوا۔ سنا ہے کہ رات کے تقریباً نو بجے ایمبولینس پر رکھ کر ابھی مدرسہ سے باہر ہی نکلے تھے کہ یہ پاکیزہ اور مقدس روح اس دنیائے دوں سے ملاء اعلی کی طرف پرواز کر گئی اور اپنے پیچھے ایسا پرہول خلاء چھوڑ گئی جس کا اب قریبی دور میں پر ہوجانا انتہائی مشکل ہے **وما ذالك على الله بعزيز.**

تجہیز وتکفین: حضرت کے دونواسوں جناب علیم الحق صاحب اور جناب فہیم الحق صاحب اور تین خلفاء، مولانا افضال الرحمن صاحب، مفتی شفقت اللہ صاحب، مفتی عبید الرحمن صاحب وغیرہ نے تجہیز وتکفین میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

نماز جنازہ: حضرت کی وفات کی خبر لوگوں کے دلوں پر بجلی بن کر گری اور جس کو اسباب مہیا ہوئے اسی نے حضرت کے آخری دیدار کرنے اور نماز جنازہ میں شریک ہونے کی کوشش کر ڈالی، سنا ہے کہ نماز جنازہ چہارشنبہ کی صبح نو بجے کے قریب عیدگاہ میں ہوئی، اور حد نظر صرف سفید پوش انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہی تھا، جس کا صحیح شمار انسانی طاقت سے باہر تھا اور نماز جنازہ حضرت کے خصوصی رفیق ومعاون حضرت شیخ الحدیث صاحب کے خلیفہ قطب وقت حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب مدظلہ ودامت برکاتہ (صدر مدرس ہردوئی) نے پڑھائی۔

حضرت کے جنازہ کی ایک خاص بات یہ بھی کہ مجمع لامتناہی ہونے کے باوجود بہت منظم اور پرسکون تھا، اور ایک صاحب کا تجزیہ یہ تھا کہ جنازہ میں عوام سے زیادہ خواص نظر آرہے تھے۔ **وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.**

عظیم روحانی پیشوا مولانا ابرارالحق حقیؒ

مفتی محمد ارشد صاحب فاروقی

شب کی تاریکی میں اس وقت اضافہ محسوس ہوا جب فون کے ذریعہ ایک نورانی چہرہ مثل ماہتاب کے ڈوب جانے کی اطلاع ملی اور اس خبر صاعقہ اثر نے کہ مولانا ابرارالحق ہردوئی کا انتقال ہوگیا ایک عالم کو غمزدہ و رنجور کردیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

راقم السطور نے پہلی بار اس عظیم پیشوا کی زیارت کی سعادت مشرقی یوپی کی مشہور درسگاہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ کے سالانہ اجلاس میں حاصل کی جب راقم ان کی نورانی صورت دیکھتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا ہے، بزرگی وشرافت پیشانی سے جھلکتی بلکہ ابلتی تھی، جذبۂ نہی عن المنکر کا نور ان کی ہر ادا سے اور ہر پہلو سے ظاہر ہوتا تھا، اس جلسہ میں ہزاروں شریک لوگوں سے فرمارہے تھے کہ اخص الخاص کے علاوہ کوئی سنت کے مطابق نماز پڑھ کے دکھادے، مجمع دم بخود تھا اسٹیج پر اپنے کسی تربیت یافتہ کے ذریعہ نماز پڑھوائی وہ فرماتے لوگوں نے نماز کی عملی مشق ترک کردی بغیر سیکھے نماز پڑھتے ہیں۔

مولانا ایک عالم ربانی مصلح، اور عظیم روحانی پیشوا کی حیثیت سے پورے برصغیر اور برصغیر کے باشندے جہاں کہیں آباد ہوئے (افریقہ، انگلینڈ وغیرہ) وہاں مشہور ہوئے انکا طریق اصلاح عام تصوف سے ہٹ کر تزکیہ واحسان پر مبنی تھا۔

مولانا بین الاقوامی شہرت یافتہ ادارہ مظاہر علوم سہارنپور کے فارغ التحصیل تھے اور یگانۂ روزگار، نابغۂ عصر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے تربیت یافتہ تھے اور مے معرفت سے خانہ تھانہ بھون سے جی بھرپی تھی انتہائی کم عمری میں اجازت بیعت وخلافت کے خرقہ سے نوازے گئے

حضرت تھانویؒ کا سب سے نمایاں وصف تصوف کا مجدد ہونا تھا یہ رنگ انکے خلفاء، اور تربیت یافتہ افراد پر چڑھا ہوا تھا اور یہ قافلہ صبغۃ اللہ سے مصبوغ تھا مولانا، تھانوی سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی اور اس کاروان کے آخری چشم وچراغ تھے۔

حق کے آوازہ کو بلند کرنے کے لئے مولانا نے ''دعوۃ الحق'' نامی انجمن ہردوئی میں قائم کی جس کا نصب العین لوگوں کو اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا تھا۔ دعوت وتبلیغ کے میدان عمل میں سرگرم افراد جانتے ہیں کہ امر بالمعروف آسان ہے اس کے برخلاف نہی عن المنکر بہت دشوار اور مشکل ہے، مولانا نے امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کا غایت درجہ زندگی بھر اہتمام فرمایا اور اس باب میں وہ کسی کی رعایت نہ کرتے۔ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر ۱۹۸۰ء دیوبند تشریف لائے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے دریافت فرمایا کیا اجلاس میں کیمرے کا استعمال ہوگا؟ فوٹو کھینچے جائیں گے؟ اگر ایسا ہے تو یہ غلط ہے میں شریک نہیں ہوسکتا پھر وہ چلے گئے (یا معتکف رہے)

مولانا نے دعوۃ الحق کی شاخیں پورے ملک میں قائم کیں اس کے تحت مکاتب ومدارس بھی قائم کئے ان کی نگرانی میں چلنے والے مکاتب کی تعداد کئی سو ہے جن کی تعلیم کی نمایاں صفت قرآن کریم کا تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھانا ہے نورانی قاعدہ پڑھاتے بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھاتے پڑھواتے اور دور دراز علاقہ میں کیمپ لگاتے اذان واقامت کا صحیح طریقہ تلقین فرماتے، تراویح میں قرآن کریم سننے کا عجیب آسان طریقہ نکالا تھا مسجد کے نمازیوں سے کہتے

تیس آدمی ملکر ایک ایک پارہ یاد کرلیں ہر روز ایک ایک آدمی سنائے قرآن آسانی سے مکمل ہوجائیگا۔

انکی اہم ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر کام سنت کے مطابق ہو سلام، مصافحہ، بول چال، مسجد میں داخلہ ہر سنت کو یاد دلاتے اس پر ملنے والے اجر کا تذکرہ فرماتے وہ خود بہت نرم گفتار، خوش پوشاک، خوش خوراک اور نستعلیق قسم کے آدمی تھے کسی ادا سے مشیخیت اور امتیاز کا اظہار نہ ہوتا وعظ کا اسلوب بھی بہت سادہ ہوتا لیکن وعظ میں للّٰہیت روحانیت اور خالص یاد خدا، ذکر آخرت، انابت الی اللہ اور اصلاح نفس، سنتوں کی تلقین، برائیوں پر تنبیہ کا رنگ غالب رہتا، مولانا کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ اصول وضابطہ کے بہت پابند تھے اور بنائے ہوئے معمول سے سر مو انحراف نہ فرماتے منٹ اور سیکنڈ تک کا حساب رکھتے یہ حقیقت تو ہے کہ پابندی وقت کے بغیر کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہوتا لیکن یہ ضرور ہے کہ مولانا کے یہاں لچک بھی نہیں تھی ہمارا یہی تاثر مولانا تھانویؒ کے متعلق تھا لیکن مولانا عبد الماجد دریابادی کی کتاب ''نقوش وتاثرات'' پڑھنے کے بعد تھانویؒ اخلاق اور تھانویؒ معمولات کی صحیح تصویر سامنے آئی ایسا ہی کچھ مولاناؒ کے معاملہ میں ہوا مولانا پھولپور، اعظم گڈھ مفتی عبد اللہ کے یہاں تشریف رکھتے تھے راقم نے حاضر ہونے کی اجازت چاہی پانچ منٹ کا وقت ملا زیارت وملاقات کے بعد استفادہ کا موقع ملا جب دس سیکنڈ رہ گئے تو راقم اٹھنے لگا کہ وقت مقررہ پورا ہوا چاہتا ہے مولانا نے بڑی شفقت کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا، مجلس لمبی ہوئی گئی ظہرانہ اور ظہر دونوں کو موخر فرمایا اس ڈھائی گھنٹہ مسلسل تزکیہ وتربیت کے گلدان سے گل چینی کا گہربار موقع ہاتھ آیا۔ مظاہر علوم سہارنپور کے اس وفد میں راقم شریک تھا جو مولانا علی میاںؒ کی تعزیت کے لئے رائے بریلی سے لوٹ رہا تھا جب ہم لکھنؤ پہنچے تو ہردوئی حاضری کا داعیہ پیدا ہوا راقم نے فون کیا کہ ہم رات گئے پہنچیں گے ایک بجے شب میں پہنچے صدر دروازہ ایک صاحب نے کھول دیا پھر وہ غائب ہمیں سحری کے وقت تک انتظار کرنا پڑا جب مولانا کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی رپورٹ میں یہ بتایا گیا کہ ایک ملازم رخصت پر ہے دوسرے سے کام کی زیادتی کے باعث غفلت ہوئی خود حضرت نے معذرت فرمائی کہ آپ حضرات کو تکلیف پہنچی ۱۲ رگھنٹہ کے مختصر قیام میں آٹھ مرتبہ باریابی کا موقع ملا مولانا نے بہت تاکید کے ساتھ فرمایا کہ درس قرآن سے جو فائدہ پہنچتا ہے وہ کسی اور ذریعہ سے نہیں پہنچتا اس لئے تمام مساجد میں تفسیر قرآن کا نظم کرنا چاہئے۔

ایک مرتبہ ہردوئی حاضری ہوئی مفتی عبد اللہ پھولپوری بھی تھے کہ مولاناؒ تشریف لائے ایک صاحب نے عربی لب ولہجہ میں سلام کیا مولاناؒ بہت خوش ہوئے فرمایا **افشوا السلام** (سلام پھیلاؤ) کا حکم ہے راقم کی شوخی طبع نے اثر دکھایا پوچھ بیٹھا حضرت ایک جملہ اسی حدیث میں **اطعموا الطعام** (کھانا کھلاؤ) ہے دونوں کا باہمی ربط کیا ہے فرمانے لگے یہی کہ خالی زبانی جمع خرچ نہ ہو کچھ ہی دیر بعد حضرت نے پر تکلف ناشتہ کا اہتمام فرمایا (راقم گذشتہ کل عصر بعد سے عشاء بعد تک قبلہ حضرت محمد سالم صاحب دامت برکاتہم مہتمم دار العلوم دیوبند وقف) کے ساتھ خالص علمی گفتگو میں رہا جب رخصت ہونے لگا تو عرض کیا محترم ایک آیت ذہن میں آرہی ہے (**فاذا طعمتم فانتشروا**) انتشار بدون طعام پایا جا رہا ہے) فرمانے لگے آپ اپنے طور پر بالقصد بنالیجئے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۳ پر

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

بہ قلم: خورشید عالم داؤد قاسمی
مرکز اسلامی ایجوکیشن اینڈ ریسرچ سینٹر، انکلیشور، بھروچ

حرف اول:

۱۷/۱۸/ مئی کی درمیانی شب جب کہ گھڑی کی سوئیاں ۹ ربجا رہی تھیں، یہ وقت عالم اسلام کے لیے ایک جانکاہ حادثہ اور سانحہ کی خبر لے کر آیا کہ: بزم اشرف کے آفتاب ضیاء افروز، خدا کی اطاعت و بندگی کا پیکر، صالح طبیعت اور تقوی و طہارت کا جامع، قرآن و حدیث کا خادم، احیاء سنت اور عشق رسول ﷺ کا متوالا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا داعی، محی سنت و مصلح امت، حق گو حق پرست اور حضرت تھانوی قدس سرہ کا جیتا جاگتا نمونہ اور آخری یادگار: حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دار فانی کو خیر باد کہہ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ خبر امت مسلمہ پر بجلی بن کر گری اور ہر کوئی سکتے میں آگیا، لیکن موت ایک ایسی حقیقت ہے، جس سے کسی کو مفر نہیں اور ہر چھوٹے بڑے، امیر و غریب اور شاہ و گدا کو فنا ہونا ہے "کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربك ذو الجلال والاکرام (رحمٰن ۲۶/۲۵)

ڈھونڈھو گے ہمیں ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں "نایاب" ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم، اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم

ولادت ووطن:

آپ" کا خاندانی وطن" دہلی" کے قریب ایک "بلول" نامی گاؤں میں تھا؛ لیکن نقل مکانی کا سلسلہ جاری رہا اور آخری میں آپ کے والد محترم جناب وکیل محمود الحق نے "ہردوئی" (یوپی) میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ کی پیدائش ۲۰ر دسمبر ۱۹۲۰ء کو "ہردوئی" میں ہوئی۔ یہیں پلے، بڑھے، پھولے پھلے اور اسی سرزمین پر ایک "چراغ اشرفی" جلا کر دنیا کو روشن کرنے لگے

تعلیم وتربیت:

حضرت کی رسم بسم اللہ عارف باللہ مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی" استاذ دار العلوم، دیوبند" نے کرائی، شروع سے حفظ قرآن کریم تک کی تعلیم "انجمن اسلامیہ، ہردوئی" میں، صرف ۸ر سال کی ننھی سی عمر میں، خداداد ذکاوت و ذہانت اور شوق و لگن کی وجہ سے پوری کی۔ مزید علمی تشنگی بجھانے کے لیے ۱۳۴۷ھ میں، ایشیاء کی مشہور دینی و اسلامی درسگاہ "مظاہر علوم، سہارنپور" کا سفر کیا ۱۳۵۶ھ میں آپ نے سند فضیلت حاصل کی۔ دوران طالب علمی آپ نے مظاہر علوم میں نابغہ روزگار شخصیات: حضرت مولانا عبد اللطیف، مولانا اسعد اللہ، مولانا عبد الشکور، شیخ الحدیث مولانا زکریا اور مولانا عبد الجبار رحمہم اللہ۔ وغیرہم سے اکتساب فیض کیا۔

بیعت وخلافت:

آپ کے والد ماجد جناب محمود الحق صاحب مرحوم بڑے ہی نیک خصلت، پاک طینت، پابند شرع اور حضرت حکیم الامت" کے مرید تھے۔ باپ سے بیٹے کا متاثر ہونا ایک فطری امر ہے، چنانچہ والد صاحب سے متاثر ہو کر، انہیں کے شیخ و مرشد حضرت تھانوی" کے سامنے زمانہ طالب علمی میں ہی دست بیعت دراز کردیا، حضرت نے بیعت فرمالیا، پھر تو تعلیمی ایام" مظاہر علوم" اور تعطیلی ایام خانقاہ اشرفیہ، تھانہ بھون" میں گزرنے لگے۔ اب جہاں شریعت کی شناخت ہوئی تو طبیعت کو بھی پہچاننے لگے، شریعت و طبیعت کی حقیقت واضح ہوگئی، اور نیکی و بدی کا فرق منشرح ہوگیا۔ حضرت تھانوی" کی دوررس نگاہوں نے ان خوبیوں کو تاڑ لیا اور صرف ۲۲ر سال کی عمر میں خلعت، خلافت سے نواز کر" شیخ طریقت" بنا دیا، پھر ۱۹۴۱ء

میں عین آغاز شباب کے زمانے میں آپ کا شمار حضرت تھانویؒ کے عالی مقام خلفاء میں ہونے لگا۔

درس وتدریس:

علوم دینیہ کی رسمی تکمیل کے بعد، درس وتدریس کی غرض سے، حضرت حکیم الامت کے مشورے سے جامع العلوم کانپور جہاں حضرت تھانویؒ نے بھی ایک مدت تک تعلیم وتربیت کا فرض منصبی انجام دیا تھا۔ تشریف لے گئے۔ یہاں دو سال تک طالبان علوم نبوت نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علمی پیاس بجھائی۔ پھر یہاں کے بعد "مدرسہ اسلامیہ، فتح پور ہنسوا" میں بہ حیثیت مدرس تعلیمی خدمت کے لئے مامور کیے گئے اسی دوران حکیم الامت کے ہی ایماء پر اپنے وطن عزیز میں، ایک تعلیمی وتربیتی درس گاہ بنام "اشرف المدارس" کی بنیاد رکھی جو اسم بامسمی ہونے کے ساتھ ساتھ، اپنے ان گنت کارہائے نمایاں کی وجہ سے داد تحسین حاصل کر رہا ہے۔ اللہ اس شجر مثمر کو تادیر باقی رکھے اور اس کی مرکزیت کو دوام بخشے۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے..گا

تصنیف وتالیف:

تصنیف وتالیف باقاعدہ آپکا پیشہ نہیں تھا، لیکن پھر بھی جب جب کوئی بات مناسب معلوم ہوتی، امت کا فائدہ نظر آتا: تو اسے ضبط تحریر کر لیتے اور اصلاح امت کے لیے اسے شائع کر دیتے۔ آپؒ کی تصنیف کی تعداد تقریباً دو درجن ہیں، جن میں سے: ایک منٹ کا مدرسہ، اصلاح معاشرہ، اصلاح معاملات، اصلاح المنکرات، اور اشرف الاصلاح.. وغیرہ ہیں۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سارے علمی واصلاحی رسائل و پمفلٹ منظر عام پر آچکے ہیں۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ "مجالس ابرار" (مرتبہ: مولانا حکیم محمد اختر صاحب) اصلاح امت کے حوالے سے بےنظیر ہدایات وارشادات کا مجموعہ ہے۔

اصلاح امت:

اللہ عزوجل نے آپ کو اصلاح امت کے لیے ایسا "درد مند دل" عطا کیا تھا جس کی نظیر اس قحط الرجال کے دور میں عنقا نظر آتی ہے۔ اپنی خانقاہ میں ہوتے یا جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے، امت کی اصلاح کی فکر دامن گیر رہتی اور اپنی حکمت ودانائی اور فراست مومنانہ سے "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" شروع کر دیتے، افراد امت کو صلاۃ وصوم، احیاء سنت، زہد وتقوی اور ذکر وفکر کی دعوت دیتے۔ آج کے اس دور میں، جہاں بڑے بڑے دستار وجبہ والے قائدین امت "نہی عن المنکر" کے فریضہ کو ایسا فراموش کر بیٹھے ہیں کہ گویا اس کی ذمہ داری ان کے سروں پر جاتی ہی نہیں ہے اور مقام تاسف تو یہ ہے کہ منکرات کی ایسی مجلسوں کے دعوت نامے قبول کرتے ہیں؛ بلکہ بہ صد رغبت شرکت کا ارتکاب بھی کرتے ہیں جہاں تصویر کشی ہوتی ہے، ویڈیو کیسٹ تیار کی جاتی ہے اور بے حجاب عورتیں مسند نشیں ہوتی ہے، مگر حضرت ایسی مجلسوں کے دعوت نامے ٹھکرا دیتے اور اگر کہیں ان کی موجودگی میں ایسا ہوتا تو بلا خوف لومۃ لائم، بغیر کسی کی رضا، اور عدم رضاء کا خیال کیے ہوئے، قرآن وحدیث کی روشنی میں روکتے اور اللہ ورسول کے احکام کی پیروی میں ہی اپنی کامیابی وکامرانی سمجھتے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
مدنظر تو مرضی جاناں چاہیے

آپ اپنے دعوت وتبلیغ کے دائرہ کو وسیع ترین بنائے ہوئے، ملت اسلامیہ میں دینی رجحان کو فروغ دینے، دینی جذبہ پیدا کرنے اور صراط مستقیم پر جمے رہنے کے لیے، پچیسوں ایشیائی، یورپی اور افریقی ممالک کا دورہ کیا الحمد للہ آپ کی رشد وہدایت اور دعوت وتبلیغ سے لاکھوں بندگان خدا فیض یاب ہوئے اور آج ہند وبیرون ہند میں، آپ کے خلفاء ومجازین کی تعداد بے شمار ہے، جو آپ کے ورثاء، اور معنوی اولاد کی حیثیت رکھتے ہیں، اب ان کی ذمہ داری ہے کہ حضرت کے مشن کو جاری وساری رکھیں اور دعوت وتبلیغ میں مؤثر کردار ادا کریں۔

بقیہ صفحہ نمبر ۳۹ پر

اس امت کی بیماری اور اسکا علاج

از: ابو ہریرہ انور صدیقی عفی عنہ
امام مسجد بیت الفضل حسنپور بہار

از مرشدنا ومولانا مرجع الخلائق عارف باللہ مصلح الامت محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی علیہ الرحمۃ۔

حالات بدلتے نظر نہیں آتے:

میرے عزیزو اور دوستو اکثر لوگوں کو اسکا علم ہے خصوصا اخبار دیکھنے والوں کو کہ امت مسلمہ آجکل طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہے اور قسم قسم کی پریشانیوں کا شکار ہے اسکی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے ہر علاقہ میں علیحدہ قسم کی پریشانی ہے مختصر یہ کہ بحیثیت مجموعی پوری امت مصائب اور آلام میں پھنسی ہوئی ہے ایکطرف یہ حال ہے دوسری طرف امت کے حالات کی درستگی کیلئے پورے عالم میں دعائیں ہو رہی ہیں کروڑوں لوگ دعاء کر رہے ہیں صالحین اور اہل اللہ دعاء فرما رہے ہیں مدارس میں طلبہ اور علماء دعاء کر رہے ہیں عمرہ اور حج کرنیوالے لاکھوں مسلمان مقامات مقدسہ پر دعاء کر رہے ہیں لیکن حالات بدلتے نظر نہیں آتے بلکہ آئے دن مزید ابتر ہوتے جاتے ہیں

مصائب کی وجہ کیا ھے:

اسلئے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ مصائب کی وجہ کیا ہے اور ازالہ کی صورت کیا ہے اور ظاہر ہیکہ ہم اسکو کسی زعیم ولیڈر سے تو نہیں پوچھیں گے کتاب وسنت سے دریافت کریں گے چنانچہ ملاحظہ کیجئے اللہ تعالیٰ اسکی وجہ قرآن مجید میں کیا بیان فرما رہے ہیں "وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر اور تمکو اے گنہگارو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہونچتی ہے اور بہت سی باتوں سے تو در گزر ہی کر دیتا ہے۔ اور حدیث پاک میں سرور عالم ﷺ نے اسکی مزید وضاحت فرمادی ہے کہ اس امت کی بیماری گناہ ہے اور اسکا علاج توبہ واستغفار ہے اور سب ہی جانتے ہیں کہ توبہ کی کچھ شرائط ہیں انکے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی اس میں سے ایک یہ ہیکہ جس معصیت سے توبہ کر رہا ہے اسے ترک کر دے اور اس سے علیحدہ ہو جائے یہ نہیں جیسے کسی نے کہا ہے۔

توبہ برلب سبحہ بر کف دل پر از ذوق گناہ
معصیت را خندہ می آید ز استغفار ما

سچی توبہ ہونی چاہئے اور سچی توبہ کا معیار یہ ہے کہ اس منکر سے کم از کم اسوقت تو علیحدہ ہو جائیں یہ کیسی توبہ ہے کہ معصیت اور منکر کو ترک کرنے تیار نہیں اور معافی مانگتے رہیں غرض میرے عزیزو مصائب کی اصل وجہ ہماری بدعملی اور منکرات کا پھیلاؤ ہے اس پر مزید یہ کہ ان پر نکیر کی بھی کماحقہ سعی وکوشش نہیں اب محض دعاؤں سے کیسے امت کی اصلاح حال ہو جائیگی آپ ہی فرمائیے۔

حضرت والاؒ کے وصال پر رنج وملال اور کچھ عہد وپیمان۔

محی السنہ عارف باللہ حضرت والا ہردوئیؒ کا وصال یقیناً ایسا حادثہ ہے جسکی تلافی بظاہر ناممکن ہے لیکن یاد رکھئے اس دنیائے فانی میں سب سے بڑا حادثہ تو وہ تھا جسوقت سرکار دو عالم ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے تھے پورے عالم میں کہرام برپا تھا صحابہ کرامؓ حیران وپریشان تھے تو خلیفۃ المسلمین حضرت صدیق اکبرؓ نے اصحاب ﷺ سے کس انداز میں تسلی وتشفی کے الفاظ فرمائے تھے وہی الفاظ آج بھی اس ولی کامل اور نمونہ اسلاف کی جدائی کیوقت محبین ومتعلقین کیلئے کافی وشافی ہیں تو آیئے ملاحظہ فرمایئے وہ الفاظ جنکو پہلے خدائے عزوجل نے اپنے نبی اعظم کیلئے فرمایا پھر سیدنا صدیق اکبرؓ نے نقل فرمایا"

انک میت وانهم میتون کل شئ هالك الا وجهه اور کل

نفس ذائقۃ الموت یقیناً آپ پر موت طاری ہوئی ہے اور ان لوگوں کو بھی موت آنیوالی ہے خدا کی ذات عالی کے سوا ہر چیز فانی ہے ہر چیز کو موت کا مزہ چکھنا ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے مزید فرمایا مومنو حق وانصاف کو قائم کرنے والے بن جاؤ کہیں شیطان تمکو نبی کریم ﷺ کی موت پر دین سے نہ ہٹادے اسکے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے خیر اور بھلائی حاصل کرلو خیر کی طرف پہل کرکے شیطان کو مجبور ولاچار بنادو تم اسکو اتنی مہلت ہی نہ دو کہ وہ تم سے آملے اور تمکو ورغلائے یہ تھے مبارک الفاظ جو سید المرسلین ﷺ کے وصال پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمائے تھے۔

اب ضرورت ہے کہ حضرت اقدس کے چاہنے والے حضرت اقدس سے محبت وعقیدت رکھنے والے اپنے غموں کو بھول جائیں مرحوم دور حاضر کے ولی کامل اور وارث رحمۃ للعالمین ﷺ تھے جو عملی زندگی میں صحابہ کرام کا حسین نمونہ تھے اور ہم اصاغر چھوٹوں کی تقلید کیلئے مشعل راہ جنکی پوری زندگی سنت نبوی ﷺ سے آراستہ تھی اور منکرات سے بہت دور تو آیئے ہم سب محبت وتعلق کے دعویدار سچی محبت اور حقیقی تعلق کا ثبوت اتباع سنت سے دیں (سچا وعدہ)۔ اے ارحم الراحمین ہم نے تیرے مخلص بندے اور صبر وتحمل کے کوہ ہمالیہ کے معمولات زندگی کو دیکھا ارشادات وفرمودات کو سنا لیکن نہ تو عملی زندگی سے نصیحت حاصل کی اور نہ ہی نصائح پر عمل کرسکے آج تیرے انعمت علیہم کے مصداق صالح ومتقی بندے کے وصال پر سچے دل سے عہد کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں کہ آئندہ کوئی بھی ہمارا قدم منکرات کیطرف نہ اٹھیگا اور ہمارے تمام اعمال تیرے حبیب پاک ﷺ کی سنت کے مطابق نیز تیرے مخلص بندے اور سچے محب رسول ﷺ کے نقش قدم پر ہوں گے اور ان بزرگوں کے طریق پر جو نمونہ اسلاف اور سنت نبوی ﷺ کے پیروکار ہیں اسکی سعی کرینگے اور انشاء اللہ محمد رسول اللہ ﷺ اور اس مرجع الخلائق بزرگ کے طفیل میں سنت نبوی ﷺ پر چلنے اور منکرات سے بچنے کی دعاء کرتے ہیں کہ اے رب العالمین ہمیں اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب بندوں کے نقش قدم اور انکی ہدایات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اخیر میں دعاء کرتے ہیں کہ رب العالمین حضرت مرحوم کے حسب منشا سکون وسلامتی کے ساتھ طلبہ مدرسہ اشرف المدارس ومجلس دعوۃ الحق ہردوئی کو چلاتا رہے اور پسماندگان کو صبر وتحمل کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

امید ہیکہ محی السنۃ حضرت والا ہردوئی علیہ الرحمۃ سے محبت رکھنے والا اور احترام کرنیوالا توبہ وعہد کرکے تادم حیات صحابہؓ واسلاف کے نقوش کو اپنا کر منکرات سے پرہیز اور سنت نبوی ﷺ اپنی زندگی میں سمانیکی فکر کریگا نیز حضرت مرحوم کی پیکر سنت زندگی کو نمونہ سمجھکر انکا عکس جمیل بننے کی سعی بلیغ کریگا۔

حضرت والاؒ نے عوام وخواص کی سہولت اور آسانی کیلئے "ایک منٹ کا مدرسہ" مرتب فرمایا جسکو سارے عالم میں مقبولیت ہورہی ہے "گزارشات برائے منتظمین حضرات" ادعیہ اوقات متفرقہ کی نگرانی کا نظم قائم کرنا" یعنی جو مسنون دعائیں مثلاً سوتے وقت اور سوکر اٹھتے وقت کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد اور دسترخوان سے اٹھتے وقت اور سواری پر چڑھتے وقت اور مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعائیں طلبہ کو یاد کرائی جائے انکو انکے وقتوں پر عملی طور پر پڑھنے کی نگرانی بھی کرنی چاہئے اور اس پر کوئی نگران مقرر ہو اور اس نگرانی کا وظیفہ بھی مقرر کیا جائے۔

اسطرح پر دینی مدارس کے بچوں کو سنت کی زندگی گذارنے کی عملی مشق کرائی جائے لہذا اب یہ جہاں کہیں بھی رہیں گے ان کو سنتوں کی عادت بن جائیگی اور زندگی بھر کا صدقہ جاریہ اساتذہ اور مہتمم اور منتظمین اور معاونین کے نامۂ اعمال میں لکھا جاویگا سنتوں کا احیاء ہوگا رسول اکرم ﷺ کی روح مبارک خوشی سے باغ باغ ہوگی اسطرح طلباء کو نماز میں سنت کے مطابق پڑھنے کی مشق کرانے کیلئے نگراں مقرر کیا جائے اور بہتر ہے کہ ان کاموں کے لئے اساتذہ ہی کو منتخب کریں اور انکی نگرانی کا وظیفہ تنخواہ کے علاوہ الگ سے دیا جائے اور مدرسہ کی آمدنی کو انہیں ضروری امور میں یعنی علم اور عمل کی اصلاح میں زیادہ کیا جائے خواہ مدرسہ کی تعمیر معمولی ہو۔

حیف در چشم زدن صحبت شیخ آخر شد

حضرت مولانا فضیل احمد صاحب ناصری
فاضل دار العلوم دیوبند

محترم مولانا فضیل احمد ناصری احمد آباد کے ممتاز فضلاء، صاحب قلم، صاحب طرز ادیب اور ممتاز فاضل دار العلوم دیوبند ہیں تصنیف و تالیف شعر و شاعری اور جدید عربی ادب کا بہت ہی عمدہ ذوق ہے فنون میں مکمل دسترس حاصل ہے الحسامی حمیدی اور دیگر فنون کی کتابوں کی شرح اسپر شاہد عدل ہے، ہندوستان بھر کے اخبارات و رسائل میں موصوف کے مضامین بڑی ہی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں احمد آباد کی ممتاز علمی، دینی اور عبقری شخصیت ہیں موصوف کا وطنی تعلق بہار کے مردم خیز ضلع دربھنگہ کے مشہور علمی خانوادے سے ہے بمبئی کے بعد سے اب احمد آباد میں تدریسی خدمات میں مشغول ہیں۔ (ادارہ)

موت زندگی کا لازمہ ہے کون ہے جو اسکے پنجۂ خونیں سے بچا ہے اور کس کو یارا ہے کہ وہ اپنے کو اس کے تصرفات سے بے اثر کر سکے لیکن بعض موتیں بڑی جاں گداز اور روح فرسا ہوتی ہیں، جانے والا چلا جاتا ہے اور اسکی یاد قرنوں ستاتی ہے وہ مدتوں کے بعد بھی اسی طرح یاد آتا ہے جیسے ابھی کل ہی ہمارے درمیان تشریف فرما رہا ہو، محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی بھی انہیں مبارک اور مقدس ہستیوں میں تھی جن کا تذکرہ برسوں نہیں ان شاء اللہ قرنوں چلا کریگا، انہوں نے تزکیہ نفوس کی وہ صور پھونکی تھی کہ ان سے تعلق رکھنے والا اپنے کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے عہد میمون میں سمجھتا، آپ کے کارناموں پر صحیح تبصرہ وہی کرسکتا ہے جسے معیت تامہ حاصل ہوئی ہو لیکن ہم جیسے ہیچ مداں نے بھی جسطرح ان کی نوازشوں اور عنایتوں کے الطاف اٹھائے ہیں جیسے کوئی شہ بے کمر اور خسرو بے کلہ ہوں۔

حضرت کی وفات کی جس وقت خبر پہونچی اس وقت ایک دم سناٹا چھا گیا ایسا لگا ہر چیز پر تعطل و جمود طاری ہو گیا ہو، ہمہ گریاں اور ہمہ بریاں کا نقش ہر جگہ ابھرا ہوا نظر آیا گویا آسمان و زمین کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی ہیں، ہر کوئی حواس باختہ و جگر سوختہ تھا کوئی کسی سے کیا کہتا اور کس طرح کہتا ہر چہرہ غم کی تصویر بنا ہوا تھا جیسے شاہ صاحب کی روح نہیں بلکہ آج جنید بغدادی کی روح پرواز کر گئی ہو انا للہ وانا الیہ راجعون

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے کھیل کتنوں کے اکھاڑے موت نے
پیل تن کیا کیا پچھاڑے موت نے سرو قد قبروں میں گاڑے موت نے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

جب میں مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھرواڑہ کا طالبعلم تھا اس وقت حضرت کے نام وکام سے واقفیت ہوئی اور میں شعور کے تین چار زینے چڑھ چکا تھا یہ معلوم کر کے خوشی کی انتہا نہ رہی کہ آپ کو حضرت تھانویؒ سے خلافت واجازت حاصل ہے، بہار ایسا پسماندہ علاقہ اور اس میں بھی دربھنگہ جیسی نشیبی زمین وہاں کون جاتا، چند ہی نام ذہن میں آتے ہیں جنہوں نے اپنے کو تعب و تکان میں ڈال کر، مشقت سے بے پرواہو کر اس علاقہ میں آیا کرتے تھے اس وقت تک حضرت تھانویؒ کے دو تین خلفاء بقید حیات تھے مولانا شاہ مسیح اللہ خاں جلال آبادیؒ کا سانحۂ ارتحال جب سننے کو ملا اور ان کے مرشد کا پتہ چلا تو ان سے عقیدت پیدا ہوئی مگر وہ عقیدت کس کام کی کہ بعد مردن پیدا ہوئی :و، حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کی شخصیت اس وقت مقبولیت کے معراج کمال پر تھی ہر طالب علم اور اہل علم کی زبان وقلم پر انہیں کا چرچا تھا ذیلی طور پر دیگر اکابرین کے بھی چرچے ہو جاتے مگر قاری صاحب اپنی زندگی میں آفتاب غروب نا آشنا کی طرح اپنی گرمی مہر سے دلوں کو گرماتے رہے کسی طرح جب وہ مذکورہ مدرسہ میں آئے تو ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور دست بوسی کی سعادت سے مجھ جیسا دوں فطرت اور نفس امارہ کا غلام بھی بہرہ ور ہوا۔ بس یہی یکہ و تنہا شخصیت تھی جن کے دیدار سے آنکھوں نے بصارت اور کچھ حد تک اپنی کم ظرفی کے باعث بصیرت بھی پائی ان کے بعد حضرت شاہ صاحب کا نام ہی سننے کو ملتا تھا۔ ہمارے خاندان میں خانقاہی مزاج کے لوگ بہت زیادہ ہوا کئے ہیں مدرسہ امدادیہ دربھنگہ کے بانی اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مؤسسین میں سے ایک حضرت مولانا شاہ منور علی

صاحب در بھنگویؒ، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے ،خاندان میں انکا چرچا تھا مگران کے گزرے ہوئے اسی نوے سال گزر گئے تھے مولانا منور علیؒ ہی کے پوتے اور میرے داد المحترم مولانا مفتی محمود صاحبؒ بھی مسلم الثبوت اکابرین سے تھے ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کے تھوڑے بہت مواقع ملے مگر یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے ناظرہ قرآن بھی ختم نہیں کیا تھا۔ بزرگوں سے تعلق خاندان سے ورثہ میں ملا تھا انہیں مفتی محمود صاحب ناصری کا قصہ ہے کہ وہ تھانوی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شدت ہیبت سے چپل اتارنے کی جگہ بیٹھ گئے مولانا تھانویؒ کی عقاقیر شناس اور دوربین نگاہ نے انہیں تاڑلیا اور اپنے قریب بٹھا کران پر حسن سلوک کی بے محابا بارشیں کیں۔ جب میں چودہ سال کی سن میں آیا تو مرشد کی تلاش میں چکر مارنے لگا اور سلوک وتصوف کا سودا اس قدر سما گیا تھا کہ ذرا بھی انکشاف ہوا کہ کچھ نسبت خاصہ رکھتے ہیں اور جھٹ کوششیں شروع، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اسی زمانہ میں ایک مشہور بزرگ (جو اب بھی بقید حیات ہیں) بہار مدھوبنی تشریف لائے ایک بڑے جلسہ میں اعلان ہوا کہ جن کو مرید ہونا ہو وہ ہو جائیں میں نے جب اس ہال میں پہونچنے کی جدوجہد کی تو دربان نے روک دیا اور یہ کہہ کر اندر جانے کی اجازت نہیں دی کہ تم نابالغ اور بے ریش ہو اور حضرت ایسوں کو بیعت نہیں فرمایا کرتے، یہ ٹکا سا جواب میرے جیسے کمزور دل کے لئے برق ورعد ثابت ہوا جب میری رسمی طالبعلمی کا دور ختم ہوا تو بڑے بڑے اولیاء اللہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، مولانا احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ، مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ، اور مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اپنے اپنے مولی کے حضور حاضر ہو چکے تھے اب جب بھی تذکرہ ہوتا تو بس حضرت شاہ صاحب کا، چونکہ ہمارا خاندان اسی سلسلہ سے وابستہ رہا ہے اس لئے فطری طور پر میں بھی اسی سلسلہ سے منسلک ہونا چاہتا تھا مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہا وقت گذرتا رہا اور میں بمبئی پہونچ گیا اسی دوران جوش جنون میں ایک اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے ہی دیا لیکن جب ان کی زبان سنی تو پھر دل مانوس نہیں ہوا اس حالت پر تین چار مہینے بیتے ہوں گے کہ اخبارات میں یہ سرخی چھپی حضرت شاہ صاحب سخت علیل.. خبر سے معلوم ہوا کہ آپ بمبئی میں ہیں اور بریچ کینڈی ہسپتال میں آپ کو رکھا گیا ہے کسی طرح پتہ کر کے ہم دو تین دیوانے وہاں پہونچے تو اس وقت خواہش صرف اتنی ہی تھی کہ صرف چہرہ دیکھ لیں اور وہ بھی نہیں تو کم از کم پاؤں ہی مگر افسوس

ع اے بسا آرزو کے خاک شدہ

دوسرے دن بھی یہی تگ ودو کی مگر دربانوں نے ایک بھی نہ سنی اور بالآخر حرمان ویاس کا پشتارہ لئے واپس آنا پڑا اور حسرتوں کے ایک گرداب بلا میں برابر ڈوبتا ابھرتا اور کڑھتا رہا۔ درون باطن کے اسرار ورموز سے حقیقی اور ازلی واقف کار حضرت حق جل مجدہ نے ہماری بے چینیوں کی لاج رکھ لی، چند دنوں کے بعد ہی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی حضرت روبصحت ہو گئے ہیں اور باضابطہ بمبئی سینٹر کے سہاگ پیلس میں ان کی مجلس بھی لگنے لگی ہے۔ بس کیا تھا یہ پڑھتے ہی اچھل پڑا اور پر پرواز کی ایسی تمنا ہوئی کہ ایک گھنٹہ کی مسافت بس ایک جست اور ایک آن میں ہی طے ہو جائے، روح پھڑ پھڑانے لگی، بدن کا رویاں رویاں جوش مسرت میں مست..... خدا خدا کر کے وہ ایک گھنٹہ کی مسافت کسی طرح طے ہوگئی، اس وقت کی کیفیت اب کسی طرح بیان ہو لگتا تھا کسی بزرگ سے ملنے نہیں ہفت اقلیم فتح کرنے جارہا ہوں، قدم تیز تیز اٹھنے لگے مگر فاصلہ بجائے کم ہونے کے زیادہ ہی ہوتا جارہا تھا یہ ۲۰۰۲ء تھا اور اگست کی ۲۸ تاریخ..... رواں دواں مذکورہ پیلس میں پہنچ ہی گیا، وہاں دیکھا ٹوپی والوں کا ازدحام ہے اور اللہ والوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے، بھی اس احاطہ میں حلقہ لگائے بیٹھے ہیں، میں نے حلقہ لگالیا اور میکدۂ عرفاں کے اس ساقی کی ہم نشینی میسر بس آنے ہی والی تھی۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

نشستی قطار میں ہم لوگ تھے کہ اچانک چیئر پر حضرت تیسرے منزلے سے تشریف لائے، نورانی اور عرفانی چہرہ

ظاہر باطن کی پوری شہادت دیتا ہوا، درمیانہ قد، سُرخ وسپید رنگ، چمکدار عینک اور اس کے اندر سے جھانکتی ہوئی جام جم آنکھیں، نحیف وزار مگر مشکبار، بیمار مگر علالت کے آثار کا دور دور تک پتہ نہیں، جلوہ فرما ہوئے، عاشقوں کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگنے لگی، آواز اتنی پست تھی کہ گریبانی مائکرو فون سے بھی نمایاں نہ ہوتی تھی، گوشِ شنوا رکھنے والے اور نزدیک بیٹھے ہوئے حضرات تو خیر مستفید ہوتے رہے اور میں بس اسی کو غنیمت سمجھتا رہا کہ آواز آرہی ہے اور یہ کہ جس کا مدتوں سے انتظار تھا ان کا دیدار ہوگیا مغرب سے کچھ پہلے نشست برخاست ہوئی سبھوں نے مصافحہ کیا تو آخیر میں ہمارا بھی نمبر آگیا دعاء کی درخواست کی، وہ اپنے حجرہ میں چلے گئے اور ہم اپنے مدرسہ، پتہ چلا کہ حضرت ابھی کم از کم دو تین ماہ قیام کرنے والے ہیں تو موقع غنیمت سمجھ کر ہر جمعہ کو حاضری دے دیتا، آہستہ آہستہ صحت بھی کھلنے لگی تھی اور آواز میں بھی ایک حد تک بلندی آگئی تھی، اب آپ کی اکثر باتیں ذہن میں پیوست ہو رہی تھیں ایک دفعہ ہم لوگ بیٹھے تھے کہ مغرب کی اذان ہونے لگی اذان کیا تھی گویوں کے ہاتھ کھلونا بنی ہوئی تھی، حضرت نے حاضرین سے پوچھا یہ اذان درست ہے؟ سبھوں نے کہا نہیں، تو پھر درست کیا ہے؟ سب خاموش، آخر میں ان کے خادم خاص جو روزانہ پابندی سے حضرت کی چیئر لیکر آتے تھے اور مائک بھی سنبھالتے تھے (نام معلوم نہیں) ان سے حضرت نے فرمایا کہ آپ سنائیں تو انہوں نے اسی وقت اذان دی اور حضرت کا ارشاد ہوا کہ یہ اذان ہے لوگوں نے بڑے افراط وتفریط کا مظاہرہ کیا ہوا ہے ہم نے کئی بار دیکھا ہے کہ بمبئی میں اذان سنتے ہی آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا، کیوں کہ خلاف سنت کوئی عمل آپ کو گوارا نہ تھا، جو لوگ پابندی سے حاضر ہوتے تھے ان کو حکم تھا کہ بالکل آگے بیٹھیں اور روزانہ جو سبق دیا جائے اس کو محفوظ رکھیں روزانہ ان سے سنا جائیگا چنانچہ سننے سنانے کا معمول بھی تھا ہم لوگ ہفتہ میں ایک بار ہی شریک ہوتے تھے اس لئے ہمارا نمبر دوسری صف میں ہوتا تھا، ہر لمحہ سنت رسول کی تلقین، ہونٹوں پر تبسم، لگتا تھا کہ شفیق ماں کا گھربار سایہ ہاتھ آگیا ہو۔ دل میں اب دیدار کا شوق پورا ہوتے ہی ہاتھ میں ہاتھ دینے کا اضطراب موجیں مارنے لگا کسی نے بتایا اور پھر بعد میں بہتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت کسی کو بیعت نہیں فرماتے ہیں اگر کوئی درخواست کرتا ہے تو وہ اپنے خلفاء کی طرف بھیجدیتے ہیں، آفتاب کے ہوتے ہوئے ستاروں کی طرف کون جاتا ہے لیکن ان کا حکم بھی ایک تاج سلطانی ہی تھا بہت سے حضرات نے ان کے ایماء پر خلفاء سے ارادت قائم کر لیا چند ہی روز کے بعد یہ اطلاع اور مسرور کن خبر ملی کہ حضرت نے اب خود بھی بیعت کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے مگر وہی اس نعمت سے فیضیاب ہوسکتا ہے جو تحریری درخواست دے قبول ہو جانے کے بعد وہ پھر بیعت فرمائیں گے، ہم نے درخواست دے دی ڈر تو یہی تھا کہ مجھ جیسا سیاہ نامہ کس طرح ان کے حلقہ میں شامل ہو سکے گا، گناہوں کی لا متناہی اور تہ بہ تہ سیاہی، ان سیاہیوں پہ سفیدی کو کیا سروکار؟ مگر خدائے تعالی نے ہماری خوب ستاری کی اور حضرت نے اپنے باطنی نور سے ہم جیسے عادی مجرموں پر شعائیں ڈالنے کا فیصلہ فرمالیا تاریخ طے ہوئی اور ہم مقررہ وقت پر حاضر ہو گئے پچاس ساٹھ آدمی بھی (جو پہلے ہی سے درخواست دے چکے تھے اور ان کو قبولیت کا پروانہ مل چکا تھا) حاضر ہو گئے تو حضرت نے جو پہلا جملہ ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ جو حضرات بیعت ہونے کے ارادے سے نہیں آئے ہیں وہ یہاں سے چلے جائیں ورنہ کلمات بیعت وہ اپنی زبان سے ادا نہ کریں او کما قال... وہاں سے جاتا کون جو آگیا وہ چپک گیا اور ہوتے ہواتے اچھا خاصا ہجوم ہو گیا حضرت کا ارادہ تھا کہ تعداد کم ہوگی تو دست بہ دست بیعت ہوگی یا کچھ زیادہ کی صورت میں رومال سے، لیکن جب یہ مجمع دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت تھانویؒ تین طریقوں سے بیعت فرمایا کرتے تھے، قلتِ تعداد کی صورت میں دست بدست، ورنہ رومال اور اگر تعداد بہت زیادہ ہو تو فقط زبان سے تلقین اور توبہ کراتے تھے آج میں یہی تیسری صورت اپناؤں گا اور پھر کلمات بیعت اور تلقین وتوبہ ہوا، فرمانے لگے کہ جو حضرات

اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکیں وہ ہرگز مرید نہ ہوں ورنہ ان کے اعمال کی سیاہی سے میرا عمل متاثر ہوگا اور مجھ کو تکلیف ہوگی، اوروں کا جو بھی حال ہوا اپنا معاملہ یہ تھا کہ جیسے کوئی رند شراب پی کر استغنائی کیفیت میں مبتلا ہوگیا ہو، قدم کہیں رکھتا تھا اور پڑتا کہیں تھا، نیم روز کی حکمرانی نہیں بلکہ ربع مسکون کی صاحبقرانی مل گئی تھی سچ ہے پارس نے لوہے کو چھوا اور اس میں تغیر پیدا ہونا شروع ہوگیا، بیعت کے دوسرے ہفتے ہی حضرت اپنے وطن ہزدوئی چلے گئے اور اپنے نو وارد مریدوں سے فرما گئے کہ اپنے احوال سے ہر پندرہ دن پر ڈاک سے مطلع کرتے رہیں سر سے رکابی کلاہ اتر گئی اور پانچ کلی ٹوپیوں کا استعمال شروع ہوگیا، قلب کی سیاہیاں دور ہونے لگیں، سنتوں کا اہتمام اچھا خاصا پیدا ہونے لگا مگر بعدِ فاصلہ کی وجہ سے اور پھر اپنی نااہلی کے ہاتھوں بری طرح پٹ گیا، خط لکھنے کی ہمت ہی نہ ہوئی اور دل گناہوں کی گذرگاہ ہی نہیں مسکن اور آستانہ بن گیا، جی چاہا کہ رمضان کی چھٹیاں وہیں گذارا کروں لیکن تراویح کے چکر میں حاضری کی توفیق نہیں ملی، حضرت کی علالت اور پھر ان کی عمر برابر یہ پیغام دیئے جارہی تھی کہ بس کچھ ہی لمحہ کی دیر ہے اور بالآخر ۲۱ مئی ۱۰ ار بجے شب ۲۰۰۵ء کو یہ خبر آہی گئی جس کا ڈر اور اندیشہ ہر لحظہ سمایا رہتا تھا اوروں کی جو کیفیت ہوئی وہ وہ جانیں لیکن اپنا حال یہ ہوا کہ زبان گنگ، قلم خاموش، ہوش وحواس پراں، دل ودماغ ماؤف، اور عقل وخرد سر بگریباں رہ گئے، ہر کوئی مغموم ومحزون تھا، مہتمم جامعہ حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد فلاحی مدظلہ کی حالت غیر تھی، حضرت کی وفات سے ایسا لگا کہ دنیا بے دم ہوگئی کائنات کی روح قبض کرلی گئی، بدقسمتی کہئے یا کچھ اور میں یرقان میں مبتلا ہوگیا اور دو ماہ مسلسل اسی مرض میں گرفتار رہا، بارہا جی چاہا کچھ لکھ لوں مگر کمزوری نے ساتھ نہیں دیا، جس وقت یہ مضمون لکھ رہا ہوں حضرت کے ارتحال کو دو مہینے تیرہ دن ہوگئے ہیں۔ کیا لکھا جائے اور کیا نہ لکھا جائے، ہماری معیت کی مدت بھی تو مختصر ترین ہی تھی، بس بمبئی میں جو شرف حاصل ہوسکا وہ ہوا، ہمارے پاس کچھ نہیں، ان کے ہاتھوں کا دیا ہوا کچھ انعام ہے جو رسالوں اور کتابچوں کی شکل میں ہے اور سب سے بڑا انعام اپنے حلقہ میں شامل کر لینے کا ہے، اس وقت ہم کچھ بھی لکھتے ہوئے اپنے جذبات پر قابو یاب نہیں ہیں ہمیں لگتا ہے کہ وہ ابھی بھی اسی دنیا میں ہیں، تربیت فرمارہے ہیں، بندگانِ خدا کی تنقیح وتہذیب کررہے ہیں، جامِ توحید اور بادۂ سنت پلا رہے ہیں، پیغامِ حق سحر وشام یہاں وہاں پھیلا رہے ہیں، محبت رسول کا نسخۂ کیمیا تقسیم کررہے ہیں، اور اپنے خوردوں کی اصلاح و درستگی میں اپنی نقاہت واضمحلال مزید متاثر کئے جارہے ہیں۔ گویا ؎

وہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں وہ آرہے ہیں وہ جارہے ہیں

آہ.... موت اور حیات کے درمیان کتنا مختصر فاصلہ ہے، جانے والا چلا گیا مگر لگتا ہے کہ یہ اوہام وظن اور ناقابل وقوع ہے۔ حیف! جس موت نے کیسے کیسے چراغوں کو گل کردیا ہم انہیں سے غافل ہیں اور اس طرح بے فکر و بے پروا جیسے اس منزل سے کبھی گذرنا ہی نہیں، شاہ صاحب کے وصال نے عارفین واقطاب اور عام وخاص ہی کو نہیں عرش کو بھی ہلا کر رکھدیا ہوگا، جی چاہتا ہے بس روتے رہیں، آنسو بہاتے رہیں، سر پیٹتے رہیں، گریبان چاک کرتے رہیں مگر شریعت کا حکم قدغن لگائے ہوا ہے۔ انشاء اللہ شاہ صاحب بعد مردن بھی اپنی حیات مستعار کی طرح ہی بلکہ اس سے بھی تیز تر ہوکر لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حرارت پیدا کرتے رہیں گے، اتباع سنت کی فصلِ بہار چلاتے رہیں گے محبت رسول کی تخم ریزی کرتے رہیں گے، اور فاصلہ گذرتے ان کے نام وکام کو فروغ ملتا رہے گا، **کل شئ فان ویبقی وجہ ربك ذو الجلال والاکرام۔**

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت محی السنۃ کا طریقۂ اصلاح وتربیت

حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب :۔ استاذ دارالعلوم دیوبند

گذشتہ امتوں میں تو ہدایت اور اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کا سلسلہ جاری فرمار کھا تھا مگر اس امت میں جب نبی پاک ﷺ خدا تعالیٰ کا جامع اور مکمل پیغام لیکر مبعوث ہوگئے اور خدا تعالیٰ کا مکمل پیغام بندوں تک پہنچ گیا تو اب کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہیں رہی البتہ آخری پیغام کی حفاظت اور اشاعت کیلئے ہر زمانہ میں داعین و مصلحین کی ضرورت رہی چنانچہ اسکے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ہر شعبہ دین میں مجددین اور مصلحین کا ہمیشہ سلسلہ جاری رکھا اسی لئے تجدید و اصلاح کی ایک نہایت روشن اور تابناک کڑی مجدد الملۃ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی ذات گرامی تھی جنکو اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی میں دین کے ہر شعبہ میں تجدید و اصلاح کا کام سپرد فرمایا اور حق یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی سے منجانب اللہ ہر شعبہ میں جامعیت اور وسعت کے ساتھ تجدید کا کام لیا گیا جس کے اثرات اس دور میں ہر کس و ناکس کے مشاہدہ میں ہیں **وذلک فضل اللہ**۔

اور من جملہ آپ کی تجدیدی خدمات کے ایک نہایت اہم رجال کار کی تربیت اور اصلاح و ارشاد کے لئے افراد سازی کا کام تھا چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ کے فیض تربیت سے بہت ایسے رجال کار تیار ہوئے جنہوں نے مختلف شعبہائے دین میں حضرت کے کام اور سلسلہ تجدید کی توسیع و ترقی کا کام کیا اور خود بھی اپنی ذات میں کامل ہو کر مستقل مرکز ثابت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت خاصہ اور توفیق سے ہمارے حضرت والا محی السنۃؒ کی ذات گرامی بھی ایسے ہی منتخب افراد میں سے ایک ہے۔ اس موقع پر جی چاہتا ہے کہ حضرت والاؒ کی اصلاح و تربیت کے انداز کے مزید تعارف کے لئے بعض متوسلین کے خطوط اور حضرت والاؒ کی بعض اصلاحی تحریرات کا مختصر سا نمونہ پیش کر دیا جائے وھو ھذا۔

حیدرآباد کے ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''عرض ہے کہ احقر کا اصلاحی تعلق حضرت اقدس مفتی محمود الحسنؒ سے ہے حضرت موصوف اس وقت طویل سفر میں ہیں اس لئے احقر حضرت والاؒ سے اصلاحی تعلق رکھنا چاہتا ہے یہ اس لئے بھی کہ احقر کو بیداری کی حالت میں حضور پاک ﷺ کی زیارت آپ کی شکل میں تین مرتبہ نصیب ہوئی ہے''

ایک صاحب نے لکھا ہے:۔

''الحمد للہ تیسری بار پھر حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا جب بھی دیکھا حضرت والا کو بھی ساتھ میں دیکھا خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت والا بھی موجود ہیں عالیشان مکان ہے احقر نے حضور اکرم ﷺ سے تین دعائیں کروائیں الخ''

پرنام بٹ کے ایک عالم صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضرت والا بلیغ مبالغہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت والا کا وجود بابرکت سارے ہندوستان کے لئے غنیمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ ہے۔

تحقیق۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے ورنہ من آنم کہ من دانم!

عرض۔ اس دور میں جس طرف بھی نظر اٹھاؤ بس فتنہ ہی فتنہ ہے صحیح معنی میں اللہ والا شیخ نورانی نظر نہیں آتا۔ حضرت والا! حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی قدس سرہما کے حالات اور مواعظ وغیرہ دیکھنے کے بعد چند دنوں سے خود بخود یہ خیال ہو رہا ہے کہ حضرت والا کی ذات بابرکات ہو بہو

ان بزرگوں کا صحیح نمونہ ہے۔
تحقیق۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس حسن ظن کی برکات سے نوازے
عرض۔ بلکہ میرا تو حسن ظن ہے کہ حضرت والاؒ کی
ذات بعض مخصوص اصلاحی خصوصیات میں سب سے ممتاز ہے
تحقیق۔ انا للہ کہاں یہ ناکارہ اور کہاں وہ حضرات عالی قدر
مرتبت والے ہد ہد اور حضرت سیمان کے واقعہ کو سوچ لیجئے
کہاں ہد ہد کی حالت اور کہاں حضرت سلیمان کی۔

برطانیہ کے ایک صاحب نے پاکستان کے ایک عالم کو خط لکھا:۔
''حضرت مولانا قاری شاہ ابرار الحق صاحبؒ فی الحال مدینہ
منورہ میں ہیں حضرت والا کا دورہ برطانیہ بہت ہی کامیاب رہا
ہزاروں مسلمان فیضیاب ہوئے کئی مسجدوں میں جہاں برسوں
سے آلۂ مکبر الصوت پر نماز ہو رہی تھی حضرت کے فرمانے سے
یکلخت موقوف ہوگئی، ہماری اذانیں اور اقامتیں بھی درست ہوگئیں
اگر میں کہدوں کہ صحیح معنی میں نماز پڑھنا ہم نے حضرت والاؒ کی
تشریف آوری کے بعد ہی سیکھا تو اس میں ذرہ برابر مبالغہ نہ ہوگا اور
اس کے علاوہ سنتوں پر عمل کرنا کتنا آسان ہے اور اسکی کیا کیا برکتیں
ہیں وہ آج سمجھ میں آیا۔ معاشرت اور سماج میں پھیلی ہوئی غلط رسمیں
حضرت کے آنے سے مٹ گئیں حضرت والا کی ایک ایک مجلس آج
آنکھوں کے سامنے گھوم رہی ہے حضرت کا نمازوں کے بعد دو
منٹ کا وعظ کبھی تین منٹ کا وعظ اور کبھی دس منٹ کا وعظ تو بہت ہی
پسند آیا اکابرین سے سنا کرتا تھا کہ اگر حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ
کی ایک جھلک دیکھنی ہو تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کی
خدمت میں جانا چاہئے وہ آج ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا یہاں
بالٹی کے مقامی حضرات تو حضرت والا کو بہت ہی یاد کرتے ہیں نہ
جانے اب کب حضرت والاؒ کا دیدار ہو''

بنگلہ دیش کے ایک عالم صاحب (دسمبر ۱۹۸۵ء میں)
تحریر فرماتے ہیں:۔
''الحمد للہ اس مرتبہ حضرت والا کے ملک بنگال کے دورہ سے
ایک دینی انقلاب پیدا ہوگیا جہاں بھی حضرت والا کی باتیں
لوگوں نے سنیں ایک ایمانی حیات مل گئی یہ سفر تجدید دین کا سفر
رہا سنتوں کا چرچہ، اذان واقامت کی اصلاح ہو رہی ہے اکثر
مدرسوں میں سنتوں کی تعلیم شروع ہوگئی حضرت والا کی دعاء و
توجہ کی برکت سے سفر میں جو باتیں نوٹ کر کے رکھا مختلف
مقامات میں جلسوں میں سناتا رہتا ہوں بہت بڑا اثر ہو رہا ہے
ہم میں اہلیت نہیں لیکن حضرت والاؒ کے تعلق اور توجہ کی برکت
ہے کہ اللہ تعالیٰ کام لے رہے ہیں''

ایک بڑے عالم دین نے جواب مرحوم ہو چکے تحریر فرمایا۔
''عرض ہر دوئی حاضری پر ایمان میں قوت فہم و شوق میں
ترقی محسوس ہوتی ہے کام کرنے کا جذبہ بڑھ جاتا ہے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور جنتیوں میں حاضر ہوا ہوں اللہ تعالیٰ
زیادہ سے زیادہ حاضری کی توفیق عطا فرمائیں معمولات الحمد
للہ پابندی سے ادا ہوتے ہیں قلب میں قوت اور سکون و قرب
محسوس ہوتا ہے ذکر و تنہائی میں بہت سکون ملتا ہے۔
تحقیق۔ بارک اللہ لکم ان حالات سے بہت مسرت ہے۔

انہی عالم صاحب نے ایک خط میں لکھا!
عرض'' اجلاس کے اجمالی حالات معلوم ہی ہوتے رہے ہونگے
بعض غیر شرعی چیزیں بھی رہیں انقباض کے ساتھ ہی قیام رہا۔
تحقیق (۱)۔ ان کبائر کے علم پر نکیر کیا آپ جیسے حضرات کے
ذمہ نہ تھی (۲) منکرات کے ظہور پر انقباض کے ساتھ شرکت
کی گنجائش کے لئے آپ کے پاس جو سند ہو اس سے مطلع کیجئے
(۳) کیا منکرات کی شرکت کے لئے ان امور کی وجہ سے کچھ
گنجائش ہے حوالہ کتب سے لکھئے اس پر ان صاحب کو تنبہ ہوا
اور اگلے عریضہ میں لکھا:۔
عرض ''منکرات کے ساتھ شرکت کے جواز کی کیا صورت ہے؟
بس حماقت کی وجہ سے پھنس گیا دوسرے دن ہی واپسی کا ارادہ کر لیا
تھا مگر دوستوں کی شکایت ہوگئی اسلئے ایک دن مزید رکنا پڑا۔
تحقیق:۔ دوسری جگہ جا کر قیام کرنا مناسب تھا۔
عرض'' اصل مرض حضرت والا کی تنبیہ کے بعد یہ سمجھ میں آیا
کہ نفس کے کید سے قلب میں کچھ توسع و نرمی ہے حالانکہ
منکرات میں کوئی نرمی نہیں ہونی چاہئے توبہ و استغفار کیا آئندہ
کے لئے عہد کیا انشاء اللہ ایسی صورتوں میں بالکل احتراز کروں
گا اگر ابتلاء ہو ہی گیا تو نکیر کروں گا۔
تحقیق: ھنیئاً لکم

ایک صاحب نے خدمت والا میں تحریر کیا۔

عرض ''اکثر اوقات غیبت ہو جاتی ہے اس کو چھوڑنے کی بہت کوشش کی لیکن عادت نہیں جاتی اس کے لئے حضرت جو تحریر فرمائیں عمل کروں''

تحقیق: سم قاتل ہے دین کی ترقی کے لئے (۱) پرچہ ''اصلاح الغیبت'' پر عمل کرو (۲) جس کی غیبت ہو اس سے معافی چاہو (۳) آئندہ خط ہر ہفتہ لکھو اور یہ کہ غیبت کتنے لوگوں کی ہوئی اور کتنوں سے معافی چاہی گئی (۴) روزانہ محاسبہ کرو کہ غیبت کس کی ہوئی (۵) تبلیغ دین سے غیبت کا مضمون پڑھو اس کے بعد ان صاحب کا خط آیا۔

عرض ''الحمد للہ تعالیٰ حضرت کی خاص دعاؤں کی برکت سے خط لکھنے کے بعد کسی کی غیبت نہیں ہوئی ہے۔

تحقیق: بہت ہی مسرت ہے روزآنہ محاسبہ کی ضرورت ہے اس مرض کو ام الامراض سمجھو۔

عرض ''اور تین آدمی ہیں جن کی غیبت ہوئی ہے ان سے معافی مانگ لی ہے اور انہوں نے معاف بھی کر دیا ہے۔

تحقیق: بہت ہی مسرت ہوئی یہ عمل شیطان کو بہت ہی پریشان کرنے والا ہے۔

ایک طالب اصلاح نے عرض کیا۔

عرض: مجھ میں جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔

تحقیق: جسکے سامنے جھوٹ بولا جاوے بعد میں اس پر ظاہر کردیں کہ فلاں بات میں نے جھوٹ کہی تھی۔

عرض ''اور جب کوئی مجھے پیسہ دیتا ہے تو مجھے ایسا ہوتا ہے کہ میں لیکر سینما دیکھنے چلا جاتا ہوں اور امانت میں خیانت کرتا ہوں۔

تحقیق: ایک دفعہ ایسا ہونے پر ۲۰؍رکعت نفل پڑھیں بہ نیت اصلاح

عرض ''اور والدین کی نافرمانی کرتا ہوں۔

تحقیق: (۱) ان سے معافی چاہیں (۲) بیس رکعت نفل پڑھیں اصلاح کیلئے (۳) ان کے پیر دبائیں انکی خدمت کریں دعا کیلئے ان سے عرض کریں (۴) یہ سوچیں کہ ان کی رضا و خوشی پر اللہ تعالیٰ کی خوشی موقوف ہے۔

ایک صاحب نے تحریر فرمایا:۔

عرض ''احقر کو چار سال سے مشت زنی کی عادت ہے یہ گندی عادت چھوٹنے کی کیا تدبیر ہے؟

تحقیق: یہ تو حرام ہے اس سے عاقبت بگڑنے کا اندیشہ قوی ہے، جسمانی صحت بھی خراب ہوتی ہے ایسی غلطی ہونے پر (۱) دو رکعت نفل توبہ پڑھو (۲) اسکے بعد ۲۰؍رکعت نفل پڑھو (۳) اس دن ایک وقت کا کھانا بند کردو (۴) اور یہ سوچو کہ ایسی حرکت زہر کھانا ہے علم سے محرومی کا باعث بنے گی، اشرف التفہیم کا مطالعہ کرو۔

عرض ''فضول بولنے کی عادت پڑی ہوئی ہے اسکو کیسے چھوڑنا چاہئے''

تحقیق:۔ ایک دفعہ ایسا محسوس ہونے پر (۱) ایک تسبیح استغفار کی پڑھا کرو (۲) سوچو کہ طاعات کا نور نکل جاتا ہے۔

ایک نوجوان طالب علم کو حضرت والا نے تحریر فرمایا

''عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ انسان جب تک اپنی اصلاح کی فکر نہ کرے حالت درست ہونا اور بدلنا دشوار ہے۔ اسکا طریقہ دعاء کا اہتمام ہے اور نماز کی پابندی، جھوٹ سے بچنا، ناجائز آمدنی سے بچنا، حلال وطیب کھانا، کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق رکھنا والدین کی خدمت اور پوری اطاعت کرنا تم اس پر عمل کرو انشاء اللہ جلد ہی سب پریشانیاں دور ہو جائیں گی راستہ کھل جاوے گا۔ والسلام

ابرار الحق ۵؍شعبان ۱۴۱۱ھ

ایک مدرسہ کے متوسط طالبعلم کو تحریر فرمایا۔

''عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تکمیل تعلیم کے اختتام سے دو سال قبل ہی سے اصلاح اخلاق کی فکر کیجئے تسہیل قصد السبیل کو دیکھئے اور فی الحال سنت کے اہتمام اور تصحیح قرآن پاک کی تکمیل کی خاص فکر رکھئے اسی طرح اذان واقامت سنت کے موافق مشق کرنے کا ابھی سے اہتمام کیجئے

والسلام ابرار الحق

خواص میں سے ایک صاحب نے اپنی کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے خود ہی اس طرح لکھا۔

عرض...... عجیب وغریب انتخاب وشرح ہے۔

تحقیق:۔ تعجب ہوا کہ ایسے کلمات سے قبل یا بعد آپ نے کلمات ذیل مضمون نہیں لکھا ''بفضلہ تعالیٰ اکابر کی تعلیمات وہدایات کی نقل ناقص کی برکت سے عجیب وغریب انتخاب

وشرح کی توفیق ہوگئی ہے حضرت مولانا روم نور اللہ مرقدہ کے اس ارشاد کو متحضر رکھنے کی ضرورت ہے۔

نفس اژدہاست او کے مردہ است از غم بے آلتی افسردہ است

انہی صاحب کو ایک اور مکتوب میں اس طرح نصیحت فرمائی۔

''احقر کے نزدیک بھی یہ عنوان قابل تبدیل ہے موجودہ نسخوں کے سرورق کو تبدیل کردیا جائے دوسرے چھپوا کر

باغ مرا چہ حاجت سرو و صنوبر است !پرنگاہ رکھئے۔

نیز حسن الحضارة مجلوب بتطرية

وفی البداوة حسن غير مجلوب

کو بھی متحضر رکھئے اور اسکے ساتھ یہ شعر بھی خیال میں رکھئے

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار

دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

ایک مصیبت زدہ شخص کو اس طرح جواب ارقام فرمایا۔

''(۱) ہر کام میں نفع کے ساتھ اور خطرات بھی رہتے ہیں اس لئے ہر وقت رجوع الی اللہ کا حکم ہے کہ ضرر سے بھی حفاظت رہے (۲) حزب البحر پڑھئے (۳) ناگہانی حادثہ پر صبر کیجئے صبر سے کامیابی ہوتی ہے (۴) اور اس حادثہ کی وجہ سے جو مالی صرفہ ہوا اسکو خوشدلی سے برداشت کریں کہ اسمیں کوئی مصلحت ضرور ہے (۵) اور سوچیں کہ اس سے بڑی مصیبت و پریشانی نہ آئی کئی مزدوروں کے ساتھ یکدم یہ معاملہ ہو سکتا تھا یا چوری میں اس سے زیادہ مالی نقصان ہو سکتا تھا یا آتشزنی سے اس سے زیادہ ضرر کا اندیشہ تھا۔ دعاء رفع تشویشات کرتا ہوں (۶) علاج الغم والحزن کو پڑھئے۔

حضرت والا کی ایک عزیزہ خاتون نے سفر حج میں جانے سے قبل عریضہ لکھا۔

عرض ''اس مقدس سفر میں پڑھنے کے لئے کچھ اذکار بتلائیے''

تحقیق۔(۱) مکہ شریف میں کلمہ طیبہ کی کثرت اور مدینہ شریف میں درود شریف کی کثرت چاہئے اور تلاوت کا اہتمام ہر جگہ رکھا جاوے (۲) زبان کی نگرانی اہم ہے غیبت سے اہتمام سے بچا جاوے (۳) ناگوار امور پر صبر و تحمل سے کام لیا جاوے (۴) نیک گمان ہر ایک سے ہر معاملہ میں رکھا جاوے (۵) بدگمانی سے بچا جاوے (۶) اہل مکہ و اہل مدینہ کی عظمت ومحبت دل میں بٹھلائی جاوے ان کے معاملات پر اعتراض سے بچا جاوے ان کو سرکاری اور درباری حضرات خیال کر کے معاملہ کیا جاوے (۷) باوضو رہنے کی کوشش کیجاوے (۸) رہنے سہنے خدمت میں ایثار سے کام لیا جاوے (۹) ہجوم کے وقت طواف وسلام سے احتیاط کیجاوے دور سے زیارت پر اکتفا کرنا مناسب ہے (۱۰) اپنی رائے مشورہ پر اصرار نہ کیا جاوے مشورہ کے بعد جو تجویز کریں بڑے، اسکو خوشی سے قبول کیا جاوے۔

ایک وسوسہ کے مریض کو تحریر فرمایا:

''مکرمی زید لطفہ السامی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ نے مشرف کیا (۱) وساوس سے دین کا ضرر بالکل نہیں ہوتا اطمینان رکھئے (۲) وساوس کا علاج یہ ہے کہ کسی کام میں مشغول ہو جائیے دنیوی ہو یا دینی (۳) وساوس کے دور کرنے کی فکر نہ کیجئے اس سے اور لپٹتے ہیں (۴) وساوس کی مثال ایسی ہے جیسے کتا بھونکتا ہے اسکے بھگانے کی فکر نہ کیجاوے (۵) اسوقت آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پڑھ لینا کافی ہے یعنی ایمان لایا میں اللہ اور اسکے رسول پر والسلام

ایک صاحب کے یہ لکھنے پر کہ'' بوجہ نحوست اعمال موت کے تصور سے بیحد خوف ہوتا ہے'' تحریر فرمایا:

تحقیق: طبعی بات ہے کوئی ضرر والی چیز نہیں ہے رسالہ تسہیل شوق وطن ضرور پڑھو۔

عرض'' عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ حق تعالی موت کی سختی کو آسان فرمادیں''

تحقیق: مؤمن کیلئے سختی نہیں ہوتی ہے اطمینان رکھو مرض کی تکلیف اور چیز ہے روح والا معاملہ دوسرا ہے۔ آٹے میں سے جس طرح بال نکلتا ہے اسی طرح روح مومن کے نکلنے کی کیفیت ہوتی ہے آخرت کے انعامات کے سامنے آنے سے اشتیاق بھی ہو جاتا ہے جسکا وقت سفر آخرت سے قبل ہوتا ہے اطمینان رکھو۔ والسلام

غرض اسی طرح کے تسلی بخش جامع اور کافی جوابات سے مرضان روحانی کی شفاء کا سامان کیا جاتا رہا یہاں تک کہ اس طرح کے مکتوبات کا ایک بڑا ذخیرہ تیار ہو گیا اور شفایاب مریضوں کی ایک طویل فہرست یہ اللہ تعالی کا فضل

وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَحِکْمَۃ

یعنی

تبرکات ابرار

ایک نظر میں

حضرت محی السنۃ کے ارشادات کے مختصر اقتباسات

از: حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی

بزم اشرف کی اس تابندہ و درخشندہ شمع سے اقتباس نور میں راقم الحروف بیحد کوتاہ رہا اور اسے اپنی اس تقصیر پر بیحد تاسف اور غم ہے کہ براہ راست حاضر ہوکر ارشادات عالیہ کو قلم بند کرنیکی سعادت نہ حاصل کرسکا۔

خوش نصیب ہیں وہ حضرات مسترشدین جنہوں نے ایک خاصی تعداد میں حضرت والا کے مواعظ اور ارشادات وملفوظات کو محفوظ اور قلم بند کرنیکی سعی مشکور کی ہے اور آج ایک معتد بہ حصہ طبع ہوکر قارئین اور ناظرین کی نگاہوں کیلئے سرمۂ بصر بلکہ "در نجف" اور قلب وروح کیلئے اصلاح وسرور کا سامان بن گیا ہے۔

حضرت والاؒ کے ارشادات عالیہ کے جتنے حصے مطبوعہ ہیں الحمد للہ راقم الحروف کے زیر مطالعہ رہتے ہیں یوں تو حضرت کے سارے ہی مواعظ وارشادات تصحیح قرآن کریم، اصلاح منکرات، اور احیاء سنت کے عنوانات پر ہوتے ہیں لیکن یہاں ازاں جملہ انتخاب کے بعد ایک مختصر تلخیص پیش کردینا اس لئے مناسب ہے تاکہ اس مختصر تحریر کے پڑھنے والے حضرت والا کی صحبت بابرکت اور مجلس کیمیا اثر کا کسی حد تک لطف حاصل کرسکیں، اور یہ محسوس ہو کہ حضرت کی صحبت اور اسکے ماحول ہی میں وقت کا کچھ حصہ گذرا۔

نیز اس سے حضرت والاؒ کی اس تڑپ اور اضطراب وبےچینی کا ایک ہلکا سا اندازہ بھی ہوسکے گا جو فی زمانہ قرآن کریم کی کما حقہ تصحیح اور تجوید کے ساتھ تلاوت میں کوتاہی، منکرات پر نکیر میں مداہنت اور احیاء سنت اور طریق نبوی ﷺ کی اشاعت میں پہلوتہی کیوجہ سے ہورہی ہے۔

☆ فرمایا:۔ قرآن پاک کے ہر حرف پر دس نیکی ملنے کا وعدہ ہے وہ صحیح پڑھنے پر ہے مثلاً "قُل" کے دو حرف پر بیس نیکی کا وعدہ ہے لیکن اگر کوئی اسی قُل کو کل پڑھے اور قاف نہ ادا کرے تو یہ ثواب کس طرح ملے گا، اگر اردو کا امتحان لیا جارہا ہو اور کہا جائے کہ لکھو ظالم اور طالبعلم لکھے جالم تو کیا آپ اس کو پاس کریں گے یا کوئی نمبر دیں گے حالانکہ صرف ایک حرف کو غلط لکھا ہے اور تین حرف کی اکثریت صحیح ہے، اسی طرح آپ نے کہا لکھو طوطا اسنے لکھا توتا تو آپ کیا نمبر دیں گے پس جو فیصلہ یہاں کریں گے قرآن پاک کی تلاوت میں بھی کرلیں، بہت اہتمام سے قرآن پاک کی تلاوت کو صحت حروف کے ساتھ مشق کریں قرآن پاک کی غلط تعلیم سے منتظمین مدرسہ بھی وبال سے نہ بچ سکیں گے اور صدقۂ جاریہ کے بجائے ضد صدقۂ جاریہ ہوگا۔

حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ کے یہاں اسکا بڑا اہتمام تھا بعض شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث کو بھی خانقاہ تھانہ بھون میں قاعدہ پڑھنے کا حکم دیا گیا اور جمال القرآن جو تجوید پر نہایت جامع رسالہ ہے پڑھنا پڑا، کسی شاعر کے کلام کو غلط پڑھ کر دیکھئے کہ اسے کس قدر ناگواری ہوتی ہے اور یہ کلام پاک تو کلام رب العالمین اور کلام احکم الحاکمین ہے اسکی صحت حروف اور قواعد تجوید کا کتنا اہتمام ہونا چاہئے، قرآن پاک کی عظمت جس طرح ہے اسطرح حفظ وناظرہ کے طلبہ کا اکرام بھی قلب میں ہونا چاہئے، بعض مدارس دینیہ کے معائنے کیلئے جب حاضری ہوئی تو دیکھا کہ کافیہ پڑھنے کی درسگاہ میں دریاں نہیں عمدہ اور حفظ قرآن پاک کے درجہ میں بوسیدہ اور گھٹیا درجہ کی چٹائیاں تھیں، دل بیحد غمگین ہوا اور وہاں کے مہتمم صاحب سے گذارش کی گئی کہ کیا حال ہے، مقدمات کا یہ اہتمام اور مقصود کے ساتھ یہ معاملہ الحمد للہ ہمارے مدرسہ (ہردوئی) میں عمدہ اور نئی دریاں جب آتی ہیں تو پہلے حفظ

خانے میں بچھائی جاتی ہیں پھر وہاں سے مستعمل ہو کر جب نکلتی ہیں تو انکو صرف ونحو کے درجے میں بچھایا جاتا ہے۔

ایک حکایت یاد آئی:۔ ایک وزیر کے لڑکے کی سورہ بقرہ ختم ہوئی اس نے استاذ کی خدمت میں ڈھائی سے اشرفیاں ہدیہ پیش کی استاذ نے کہا کہ یہ تو بہت زیادہ ہے، میں نے ابھی کیا ہی کیا ہے جو اتنے بڑے انعام کا مستحق ہوں، وزیر نے ہدیہ تو دیدیا اور کہا کہ مجھ سے تنہائی میں ملنا جب خلوت میں ملاقات ہوئی تو کہا اب میرے لڑکے کو پڑھانے مت آنا کیونکہ تمہارے قلب میں سورہ بقرہ کی عظمت ڈھائی سو اشرفیوں سے بھی کم ہے اور میرے اس ہدیہ کو سورہ بقرہ سے زیادہ وقیع سمجھا، جب آپکا یہ حال ہے تو ہمارے لڑکے کے قلب میں قرآن کی عظمت کیسے پیدا ہوگی۔ کیا حال تھا اس زمانے کے امراء کا۔

الحمد للہ ہمارے یہاں دعوۃ الحق (ہردوئی) کی نگرانی میں تقریباً ۱۰۰ رمکاتب ہیں اور چار سو اساتذہ وملازمین ہیں، اور اب تقریباً پندرہ ہزار سے زائد طلبہ نے ناظرہ قرآن پاک مکمل کیا اور سولہ سو ۱۶۰۰ رطلبہ نے حفظ قرآن پاک مع التجوید مکمل کیا ہمارے یہاں بعض حفاظ کی تنخواہ علماء سے زیادہ ہے، ہمارے یہاں تنخواہ کا معیار ضرورت اور حاجت پر ہے قرآن پاک کی صحیح خدمت کا اہتمام رہتا ہے اسی کی برکت سے کبھی مالی ابتلا نہیں ہوتی حالانکہ ڈیڑھ کروڑ سالانہ کا خرچہ ہے۔

ہمارے یہاں حفاظ کرام کو جہری نماز ہو یا سری ہو، خواہ فرض نمازوں کی امامت ہو یا تراویح پڑھائی ہو، تجوید اور قواعد کی پوری رعایت رکھی ہوتی ہے..... بعض حضرات جہری نمازوں میں سب اصول ختم کر دیتے ہیں، کیا یہ قواعد صرف جہر کیلئے خاص ہیں؟ اگر یہ قرآن پاک کی عظمت کا حق ہے تو پھر ہر حالت میں اسکی رعایت ضروری ہے تراویح میں تو عام ابتلاء ہے کہ تیز پڑھنے میں تمام قواعد ہضم کر جاتے ہیں۔

میں اسکی ایک مثال دیا کرتا ہوں وہ یہ کہ کار کے تیز چلانے پر حکومت کی طرف سے انعام مقرر ہو تو کچھ لوگوں نے سرخ سگنل کو بھی پار کر لیا اور تصادم سے بھی نہ رکے سب کو گراتے پڑاتے منزل مقررہ تک پہنچ گئے، اور کچھ لوگ ہر سرخ سگنل پر اپنی کار کو روک لیا کرتے ہیں اور کسی کی جان بھی تیز رفتاری سے نہیں ضائع کی تو آپ ہی بتلائیں کہ انعام کن لوگوں کو ملیگا؟ اور چالان کن لوگوں کا ہوگا؟ انعام تو کجا ایسے لوگوں کی سزاء کا خطرہ ہے جو تیز رفتاری سے تراویح میں اصول وقواعد تجوید کی پرواہ نہیں کرتے اور مقتدیوں کو خوش کرنے کیلئے خدائے تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں۔

مزاحاً فرمایا کہ:۔ جو لوگ ضالین کو دالین (مشابہ بدال) پڑھتے ہیں، پلاؤ کو چھوڑ کر دال کھاتے ہیں، دال کے حروف ابجد چار ہیں اور ضاد کے آٹھ ۸۰۰ رسو ہیں ایک دم سے ۷۹۶ درجہ کم ہو جاتے ہیں، تفسیر ابن کثیر میں ضاد کو مشابہ بالظاء لکھا ہے، کسی ماہر فن سے مشق کرنا چاہئے۔

(از راقم۔ علم تجوید وقرأت کے امام علامہ مکی ابن ابی طالب القیروانی الاندلسی م ۴۳۷ھ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الرعایۃ التجوید القرائۃ وتحقیق لفظ التلاوۃ" میں حرف ضاد کے بارے رقم طراز ہیں: **والضاد يشبه لفظها بلفظ الظاء ولو لا اختلاف المخرجين وما في الضاد من الاستطالة لكان لفظهما واحدا ولم يختلفا في السمع** (ص ۱۸۴ باب الضاد)

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بعض لوگوں نے علامہ مکیؒ کے جملہ اول کے خلاف مستقل رسالہ تالیف کر دیا ہے اور بڑے زور وشور کے ساتھ لکھا ہے کہ ضاد کو ظاء سے مشابہت نہیں ہے۔

مگر صحیح وہی ہے جو علامہ مکیؒ اور دیگر ائمہ فن نے لکھا ہے، تفصیلات کے لئے تنویر المرأت شرح ضیاء القرأت اور الشجہ العنبر یہ وغیرہ دیکھی جائیں۔

فرمایا..... ہمارے یہاں بمبئی حیدرآباد دکن، مدراس اور اڑیسہ مختلف صوبوں کہ چھ سات سال کے بچے اپنے مصارف سے دار الاقامہ میں رہتے ہیں، اور اب تجوید کی معیاری تعلیم کو سن کر افریقہ (لندن) سے بھی طلبہ آنے لگے ہیں (واضح رہے کہ یہ ۱۳۹۶ھ سے پہلے کی بات ہے، اور اب رجوع اور بڑھ گیا ہے)

فرمایا..... گھڑی خراب ہو جائے تو شہر میں جو سب سے

ماہر گھڑی ساز ہوگا اسکے پاس جاویں گے اور بچوں کی تعلیم قرآن پاک کیلئے سستا استاذ تلاش کریں گے چاہے وہ کیسا ہی غلط سلط پڑھتا ہو "رُبَّ قَارِیٍ لِلْقُرآنِ وَالْقُرآنُ یَلْعَنُہٗ" یعنی بعض لوگ قرآن کو اسطرح پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

قرآن پاک کی تعلیم کیلئے فن تجوید کے ماہر کو استاذ بنانا چاہئے۔

فرمایا.....میں اس وقت ان طلباء کرام حفظ وناظرہ سے گذارش کرتا ہوں، اگر آپ لوگوں کے سامنے چار قسم کے رجسٹر ہوں، ایک میں شریر بچوں کا نام ہو، دوسرے میں جو سب سے زیادہ شریر ہوں انکا نام ہو اور اس میں شریروں کے گرو کا بھی نام ہو بلکہ گرو گھنٹال کا یعنی شیطان کا نام بھی ہو.....اور تیسرے رجسٹر میں نیک لوگوں کا نام ہو اور چوتھے رجسٹر میں جو سب سے زیادہ نیک لوگ ہوں انکا نام درج ہو تو آپ لوگ اپنا نام کس رجسٹر میں لکھوائیں گے (بچوں نے جواب دیا کہ جس رجسٹر میں سب سے اچھے لوگوں کے نام ہونگے اسمیں اپنا نام لکھانا پسند کرتے ہیں) اچھا بھائی تو یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپ لوگ چوتھے رجسٹر میں اپنا نام لکھانا پسند کریں گے۔ اب سنئے!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔ **خیرکم من تعلم القرآن وعلمه** تم لوگوں میں سب سے اچھا اور نیک وہ ہے جو قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرے اور دوسروں کو تعلیم قرآن پاک کی دے۔ مگر بھائی یہ انعام صحیح پڑھنے پر ہے۔

فرمایا.....اب میں بیعت کرتے وقت غیبت اور بد نگاہی اور بدگمانی سے احتیاط کا عہد بھی لیتا ہوں، نیز قرآن پاک کو تجوید کے قواعد سے کسی ماہر فن سے مشق کرنے کا عہد بھی لیتا ہوں، نیز بہشتی زیور کا ساتواں حصہ حقوق الاسلام، قصد السبیل کا غور سے مطالعہ کرنے کی تاکید بھی کرتا ہوں اور ایک تسبیح استغفار، ایک تسبیح کلمہ شریف ایک تسبیح درود شریف کی ضرور بتاتا ہوں۔

قرآن پاک کی عظمت مطلوبہ میں بڑی کمی ہے:۔

اسکا علاج یہ ہے کہ گاہ گاہ طلبہ کے اجتماع میں قرآن پاک کی عظمت اور فضائل کی احادیث سنائی جائیں ان کے قلوب میں انشاء اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی عظمت پیدا ہو جائیگی۔

(۱):۔ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن پاک کو سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری عن عثمان بن عفانؓ)

(۲):۔ ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ شانہ کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے خود حق تعالیٰ شانہ کو تمام مخلوق پر (ترمذی عن ابی سعید خدریؓ)

(۳):۔ قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں اور جو شخص قرآن پاک کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ملتا ہے (بخاری عن عائشہؓ)

(۴):۔ حسد (غبطہ ورشک کے معنی میں) صرف دو شخصوں پر جائز ہے ایک وہ جس کو حق تعالیٰ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے، دوسرے وہ شخص جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔ (یعنی خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے) (عن ابن عمرؓ)

(۵):۔ تین چیزیں قوت حافظہ بڑھاتی ہیں (۱) مسواک (۲) روزہ (۳) تلاوت کلام پاک (احیاء العلوم عن علیؓ)

(۶) قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا، پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں تو آخری آیت پر پہنچے۔ (ترمذی)

(۷):۔ قرآن شریف کے ہر حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (ترمذی عن ابن مسعودؓ) یعنی صرف الٓمٓ پر تیس نیکی کی بشارت ہے۔)

(۸):۔ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ کیا، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس

آدمیوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو (احمد و ترمذی عن علیؓ)

(۹):۔ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے (ترمذی)

(۱۰):۔ دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسے کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے، آپ سے پوچھا گیا کہ اس کی صفائی کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت (عن ابن عمرؓ)

(۱۱):۔ میری امت کے بڑے لوگ **اصحاب اللیل** اور **حملة القرآن** ہیں۔

مدارس کی کثرت ہو رہی ہے، بظاہر تعلیم کا شیوع بڑھ رہا ہے، مگر اسی کے ساتھ تعلیم کے آداب اور طریق میں بڑی کمی اور کوتاہی ہو رہی ہے، یہ کوتاہی ہر طرف سے ہے ذیل میں حضرت والاؒ کی حضرات منتظمین مدارس کی خدمت میں پیش فرمودہ گذارشات میں سے چند گذارشات جو قرآن عزیز سے متعلق ہیں درج کی جاتی ہیں۔

۱:۔ عظمت طلبہ بالخصوص طلبا قرآن شریف کا زیادہ اہتمام کریں۔

آج دینی مدارس میں گھوم جائیے، ان طلبہ کے سلسلے میں لفظ ''مہمان رسول'' عام ہے مدارس کے اشتہارات اور روداد وں میں یہی لفظ ملے گا، مگر حقیقۃً ان کے ساتھ کیا وہی سلوک اور معاملہ کیا جا رہا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مہمان کے ساتھ کیا جانا چاہئے بلکہ واقعہ تو یہ کہ ان کے ساتھ اپنے ذاتی معمولی مہمان جیسا برتاؤ بھی روا نہیں رکھا جا رہا ہے، ان کے قیام وطعام اور ان کی شب وروز کی نگہداشت کس طرح کی جا رہی ہے، یہ ایک لمحہ فکر یہ ہے حضرت والا نہایت اہمیت کے ساتھ اس جانب توجہ دلاتے رہتے ہیں۔

۲:۔ ان کے ضیف رسول ﷺ ہونے نیز مجاہد فی سبیل اللہ ہونے کا استحضار رکھکر معاملات کرنا۔

۳:۔ حفاظ کے لئے وظیفہ میں گنجائش رکھنا،

۴:۔ تکمیل حفظ پر انعام خصوصی مقرر کرنا۔

۵:۔ جن اساتذہ میں صحت مطلوبہ یعنی قرآن مجید مع التجوید پڑھنے کی کمی ہو، ادارہ کے مصارف پر پورا کرنا۔

۶:۔ معلمین قاعدہ وناظرہ وحفظ کا مشاہر معقول مقرر کرنا خواہ علماء کرام سے زیادہ ہو جائے، مدار وظیفہ ضرورت ہونا چاہئے نہ کہ علمی لیاقت۔

۷:۔ بوقت داخلہ طلبہ قرآن پاک میں امتحان کرانا۔

۸:۔ اجتماع طلبہ، جلسہ اور وعظ میں تدویرا اور حدرا طلبہ سے قرآن شریف پڑھوانا۔

۹:۔ تصحیح مطلوب کی کمی پر تصحیح قرآن مجید کے لئے وقت مقرر کرانا

۱۰:۔ قواعد تجوید کے موافق سنانے پر انعام کا دیا جانا۔

۱۱:۔ تصحیح قرآن شریف کی ناکامی پر وظیفہ کا بند کرنا اور درجہ کی ترقی سے محروم کرنا۔

۱۲:۔ بیمار طلباء کی خاطر، دیکھ بھال، دلجوئی اور راحت رسانی کا اہتمام کرنا۔

رسول اکرم ﷺ کے یہ حضرات طلبہ کرام مہمان ہیں تو جب عام مسلمین کی عیادت اور تیمارداری کا اتنا اجر وثواب ہے تو ان کی عیادت اور دیکھ بھال کا کتنا ثواب ہوگا۔

ہردوئی کے ایک طالب علم نے جواب کراچی میں رہتے ہیں حضرت اقدس ہردوئیؒ کی شفقت کا ایک قصہ بیان کیا کہ میں نے بچپن میں ایک مرتبہ حضرت والا کے ساتھ ایک سفر میں حضرت والا کی چادر پر پیشاب کر دیا، صبح حضرت والاؒ نے فرمایا تم پانی ڈالو اور خود اپنے دستِ مبارک سے دھو رہے تھے، یہ کہکر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت والاؒ نے ایک وعظ میں ارشاد فرمایا کہ آج مدرسین حضرات کو یہ شکایت ہے کہ طلبہ ہماری خدمت نہیں کرتے، ہمارا اکرام نہیں کرتے تو بات دراصل یہ ہے کہ ہم تو طلبہ سے تعلق رکھتے ہیں ضابطہ کا اور ہم ان کی طرف سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا رابطہ کا خیال کریں، آج حال یہ ہے کہ طالب علم کسی کمرہ میں بیمار پڑا ہے استاذ کو دیکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ! تو بھائی یک طرفہ محبت کیسے پیدا ہو،

حدیث پاک میں **من لم یرحم صغیرنا** کو مقدم فرمایا گیا ہے، اس کے بعد ارشاد فرمایا **ولم یوقر کبیرنا فلیس منا** (بخاری)

حدیث بالا میں کس قدر وعید ہے، اس تقدم سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑوں کو چھوٹوں پر شفقت ورحمت میں سبقت کرنا چاہئے۔

فرمایا.....ہمارے یہاں (ہردوئی میں) عالموں کی تقرری پر انکا قاعدہ کا امتحان ضرور ہوتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ ایک عالم صاحب کچھ خفا ہوئے اور کہنے لگے، ہماری سند میں تمام کتابوں کے اندر ہمارے اعلی نمبر آئے ہیں، ان سے گذارش کی گئی مگر آپ کی سند میں قاعدہ کے امتحان کا ذکر نہیں ہے۔ پھر ایک قاعدہ پڑھنے والے بچے کو بلایا گیا اور اس سے ان کو قاعدہ کا سبق سنایا گیا، پھر خود ہی کہنے لگے کہ یہ بچہ تو مجھ سے اچھا پڑھتا ہے، پھر ان سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ کو اس بچے کا امام بنادیا جائے تو اس بچے کے قلب میں آپ کی کیا وقعت ہوگی، بات سمجھ میں آگئی، آج کل اس طرف بڑی کوتاہی ہورہی ہے، علماء کو سند دیدیجاتی ہے اور وہ قرآن کو قواعد تجوید سے نہیں پڑھ سکتے۔

فرمایا......حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ کلام پاک کے چار حق ہیں (۱) عظمت (۲) محبت (۳) تلاوت مع الصحت (۴) احکام کی متابعت۔

تھانہ بھون میں بعض محدثین کو بھی نورانی قاعدہ پڑھنا پڑا، مکان کے رنگ روغن کی فکر ہے تاکہ جمال پیدا ہو لیکن قرآن پاک کے جمال کی فکر کیوں نہیں۔

جہاں ضروریات دین کا اہتمام نہ ہو تو پھر وہاں معارف ودقائق تصوف ان کو کیا نفع دے سکتا ہے۔

ایک دینی ادارہ میں معائنہ کے بعد فرمایا:۔

بعض طلباء نے قرآن کو صحت حروف سے نہیں پڑھا کافیہ اور مرقاۃ کی عبارت تو صحیح پڑھیں اور قرآن پاک غلط پڑھیں کتاب اللہ کی عظمت نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا کہ جس طرح بات چیت سے محبت بڑھتی ہے تلاوت بھی اللہ تعالی سے ہم کلامی ہے اس لئے تلاوت قرآن پاک سے حق تعالی کی محبت پیدا ہوتی ہے ایک حرف پر دس نیکی اور ایک پارہ پر ایک لاکھ نیکی کا اوسط ہے یہ انعام الگ ہے ایک صاحب نے حضرت تھانویؒ کو لکھا کہ تلاوت قرآن پاک میں دل نہیں لگتا، حضرت والا نے جواب لکھا کہ یہ سوچا کرو کہ حق تعالی نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہمارا کلام سناؤ دیکھیں کیسا پڑھتے ہو۔ پڑھنے کا انعام الگ ہے سمجھنے کا انعام الگ ہے جو لوگ پڑھنے کو بدون سمجھنے کے بیکار سمجھتے ہیں یا تو وہ جاہل ہیں یا بد دین اور مخالف فرمان رسول اللہ ﷺ ہے قرآن پاک کا حافظ در اصل اس معجزہ عظیم کا محافظ ہے ملک کی سرحد کے محافظ تو سرکاری آدمی سمجھے جاتے ہیں تو قرآن پاک جو کلام رب العالمین ہے اس کے محافظوں کو کیا سرکاری محافظ کا مقام حاصل نہ ہوگا۔

فرمایا.....حسن صوت اللہ کا عطیہ ہے جو غیر اختیاری ہے تجوید سے پڑھنا اپنا کمال ہے اور اختیاری ہے اس لئے جو چیز غیر اختیاری ہے اس کے پیچھے نہ پڑے، جو اختیاری ہے جس کا انسان مکلف ہے اس کو حاصل کرے، اس میں محنت کرنے لگے پھر یہ کہ مقبول عند اللہ تجوید سے پڑھنے والا ہے، نہ کہ بلا تجوید اچھی آواز سے پڑھنے والا۔

فرمایا......(تلاوت کرتے وقت) کہاں سانس توڑے؟ کہاں وقف کرے؟ اس کے قاعدے مقرر ہیں اس کے موافق سانس توڑنا چاہئے، اہل علم کیلئے یہ بھی ہے کہ وقف کے بعد اعادہ کرنے میں معنی کی رعایت کے ساتھ اعادہ کرے (ترتیل جس کا حکم اللہ تعالی نے فرمایا ہے اس کے دو اجزاء ہیں، تجوید الحروف، اور معرفۃ الوقوف، حروف کی تجوید اور وقوف کی معرفت کے ساتھ ہی ترتیل مکمل ہوسکتی ہے اسی طرح وقف کی ضرورت میں سے ابتداء اور اعادہ بھی ہے۔

فرمایا.....قرآن پاک کی عجیب شان ہے اس کے عجائبات میں سے یہ بھی ہے کہ مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے، قراءت کے دس امام ہیں اسی کو قراءات عشرہ کہا جاتا ہے۔ ایک طریقہ وہ بھی ہے جو ابھی پڑھا گیا ہے مغربی علاقہ میں یہ طریقہ رائج ہے، یہاں اس کے جاننے والے کم ہیں یہ طریقہ بھی حضور ﷺ سے منقول ہے، یہ قراءت امام نافع مدنیؒ کے شاگرد (امام ورشؒ) کی ہے نماز میں بھی اس طرح پڑھ سکتے ہیں مگر لوگ ناواقف ہوتے ہیں اس لئے ایسا نہ کرے، ترغیب وتشویش کیلئے پڑھ سکتے ہیں مگر بتلادیا جائے کہ اس وقت فلاں روایت کے موافق پڑھا جائے گا۔

فرمایا.....دینی مدارس کے طلبہ کا امتحان ہونا چاہئے، جب فارغین طلبہ عوام کی امامت کرتے ہیں اور قرآن پاک کو تجوید کے خلاف پڑھتے ہیں تو بے حد بدنامی ہوتی ہے کہ یہ کس مدرسہ کے فارغ ہیں، ان کو کس نے سند دیدی کم از کم آخر کے دو پارے حفظ بھی ان کو یاد کرا دیا جاوے تاکہ سنت کے مطابق طویل سورتیں بھی پڑھ سکیں۔

فرمایا.....جوتے پر پالش کی، چہرے پر مالش کی مکان پر پلاسٹر کی ضرورت ہے، ہر جگہ جمال مطلوب ہے مگر قرآن پاک کے جمال اور صحت سے پڑھنے کی فکر نہیں۔

ارشادات بسلسلہ اصلاح منکرات:۔

فرمایا.....اگر بڑوں کی پیالیوں میں چائے پیتے وقت مکھیاں گر جائیں تو چھوٹے فوراً اس کو نکال دیتے ہیں اور اس بات سے بڑے بھی خوش رہتے ہیں۔ تو منکرات میں بھی یہی معاملہ ہونا چاہئے۔ ہرگز ہرگز اس منکر میں شریک نہ ہو اور موقع سمجھ کر ادب سے اکابر کی خدمت میں بھی عرض کردے لیکن ایسے وقت اکابر کا اکرام اور اپنی پستی و کمتری کا استحضار بھی ضروری ہے۔

اگر ہمارے گھروں میں کوئی بچہ خبر دیتا ہے کہ بستر پر فلاں بھیا نے جوتا رکھ دیا ہے یا دیوار پر لکیر بنادی یا چائے کی پیالی میں مکھی گر گئی تو ہم سب کو فکر ہو جاتی ہے، حالانکہ چائے میں کمی تو نہیں ہوئی اضافہ ہی تو ہوا پیروں پر ورم ہے اضافہ ہوا مگر ڈاکٹر کے پاس بھاگے جا رہے ہیں معلوم ہوا کہ ہر اضافہ برتری آپ پسند نہیں کرتے اسی طرح اگر مچھر دانی میں دو تین مچھر گھس گئے تو بغیر اس کو نکالے چین نہیں نیند ہی نہیں آسکتی جب تک ان کو نکال نہ لیں گے حالانکہ یہ مچھر دو تین عدد کتنا خون پی لیتے لیکن دو تین قطرہ خون دینا گوارہ نہیں۔ دوستو سوچنے کی بات ہے کہ ہمارے گھروں میں اگر منکرات داخل ہو جائیں خلاف شریعت چیز گھر میں داخل ہوتی جا رہی ہیں ہمیں کوئی فکر نہیں ہمارے بچے انگریزی بال رکھیں ہمارے بچے جاندار کی تصویریں لائیں ان کی فکر کیوں نہیں گھر میں سانپ، بچھو آجائے تو فوراً نکالنے کی فکر ہوگی ان کے نکالنے والوں کو بلائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہمارے گھر میں آویں تو ان منکرات سے سکون کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ انگلی میں کانٹا گھس گیا چین چھن گیا اجنبی چیز داخل ہوگئی آنکھوں میں گرد وغبار آگیا کھٹک اور درد شروع ہو گیا۔ لیکن اگر سرمہ لگا لیا تو چین میں اضافہ ہو رہا ہے کیونکہ سرمہ آنکھ کے لئے اجنبی نہیں آنکھ کو سرمہ سے مناسبت ہے اسی طرح روحانی بیماریاں ہیں مثلاً حسد غضب کبر ان اخلاق رذیلہ کے آتے ہی سکون چھن جاتا ہے۔

فرمایا.....ایک گلاس پانی میں چند ذرات لوہے کے ڈال دو پانی کا وزن ہلکا اور اس قلیل مقدار لوہے کا وزن زیادہ ہوگا اسی طرح وہ پانی سے کس قدر قوی تر مگر وہی پانی لوہے کی صورت بگاڑ دیتا یعنی زنگ لگا دیتا ہے اور پھر اس لوہے کی حقیقت بھی تباہ ہو جاتی ہے یعنی اول صورت بگڑتی ہے پھر سیرت بھی بگڑ جاتی ہے اور لوہا کمزور ہو جاتا ہے اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہوں کے سیاہ نقطوں سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اس میں زنگ لگتا چلا جاتا ہے اسی طرح بری صحبت خواہ کتنی ہی قلیل ہو اور کمزور ہو لیکن نقصان پہنچا دیگی انگریزوں نے پہلے مسلمانوں کی صورت بگاڑی ہے سر پر انگریزی بال اور ڈاڑھی صاف کرا کے پیغمبر ﷺ کی محبوب صورت سے دور کر دیا پھر جب صورت بگڑ گئی تو سیرت بھی بگڑ گئی اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور صورت دونوں سے محرومی ہوتی چلی جارہی ہے۔ اب علاج کیا ہے علاج یہ ہے کہ پہلے زنگ صاف کرتے ہیں پھر رنگ کرتے ہیں آج ہمارے بچے غیر صالح ماحول میں تعلیم و تربیت پاتے ہیں تو ان پر زنگ کیوں نہ لگے گا البتہ اگر لوہے پر پینٹ کر دیا جائے تو رنگ کرنے کے بعد پانی کا اثر نہ ہوگا اور زنگ سے محفوظ رہے گا اسی طرح ہمارے دل اور ہمارے بچوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت اور اخلاق محمدی ﷺ کا پینٹ ہو جائے تو پھر دین کا نقصان نہ ہوگا مگر یہ پینٹ اللہ والوں کے پاس ملتا ہے۔ **ان هذه القلوب تصدأ كما يصدأ الحديد اذا اصابه الماء** الخ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو تمہارے دلوں کو اس طرح زنگ لگ جاتا ہے جس طرح پانی لوہے کو زنگ لگاتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر کس طرح زنگ صاف ہوگا ارشاد فرمایا تلاوت قرآن پاک کرو اور کثرت سے موت کو یاد کرو۔

فرمایا.....اعمال صالحہ اور وظائف اختیار کرنا آسان ہے مگر گناہوں کا چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے جیسے سہارنپور کا گنا چوسنا تو آسان اور لذیذ ہے مگر کسی کے منہ سے گنا چھین لینا مشکل ہے اس طرح نفس کو جن گناہوں کی عادت ہوگئی ہے ان کو چھوڑانا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے عام طور پر لوگ ایسے واعظ کو بھی پسند نہیں کرتے جو برائیوں پر روک ٹوک اور گناہوں کے ترک پر وعظ کرتا ہے۔

• فرمایا.....جس طرح امر بالمعروف کا اہتمام سے جگہ جگہ کام ہو رہا ہے نہی عن المنکر کا بھی تو اہتمام سے کام ہونا چاہئے دونوں ہی فرض کفایہ ہیں آجکل برائیوں پر روک ٹوک نہ ہونے سے برائیاں تیزی سے پھیلتی جارہی ہیں جماعتی حیثیت سے اسکا کام بھی ہونا چاہئے۔

احقر کی ایک جگہ دعوت تھی بس ایک صاحب نے چالاکی سے فوٹو کھینچ لیے پہلے تو انہوں نے دھوکا دینا چاہا کہ روشنی جو ہوئی ہے کیمرہ کی نہ تھی بجلی کا بلب فیوز ہوا یا بجلی کا تار خراب ہوگیا میں نے کہا کہ کیمرہ مجھے دیجئے میں نے اس پر قبضہ کیا اور کہا پوری ریل میرے سامنے ضائع کرو ورنہ اس گھر میں کبھی قدم نہ رکھوں گا اور نہ اس وقت کھانا کھاؤں گا ابھی واپس جاتا ہوں بس سب کا مزاج ٹھیک ہوگیا ۳۲ روپے کی تمام ریل تباہ کی گئی زندگی بھر کے لئے سبق مل گیا آج روک ٹوک کی کمی سے برائیاں سیلاب کی طرح پھیلی جارہی ہیں، ہم لوگوں میں منکرات پر نکیر اور روک ٹوک کی اہمیت باقی نہ رہی، اپنی اولاد کو ایک مکھی جو چائے کی پیالی میں پڑ گئی نگلنے نہ دیں گے لیکن گناہوں کے روحانی سانپ بچھو انکے پیٹ میں داخل ہوتے جائیں سب گوارہ ہے۔

میرے دوستو! اسباب رضا اختیار کیجئے اور وہ حق تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل ہے، اور اسباب رضا کی ضد سے بچئے اور وہ نواہی یعنی معاصی سے بچنا ہے، پھر دیکھئے کیا انعامات عطا ہوتے ہیں۔

مساجد کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

(۱) عموماً اذان و اقامت کا صحیح نہ ہونا بالخصوص اللہ اکبر، الصلوۃ خیر من النوم میں الف میں مد کو اسکی طبعی اور اصلی مقدار سے زیادہ طویل کرنا۔ اس سلسلے میں حضرت والاؒ کی فرمائش پر راقم الحروف نے ایک رسالہ مرتب کیا۔ بعنوان ''کلمات اذان میں مد کی تحقیق'' اسمیں تفصیلات ملاحظہ کریں۔

(۲) اذان و اقامت کو معمولی اور حقیر سمجھنا (۳) ائمہ مساجد کا مسنون طریقہ پر نماز ادا نہ کرنا (۴) قراءت قرآن کریم صحیح نہ ہونا۔ (۵) قراءت کی سنت کی رعایت نہ کرنا۔ (۶) فجر کی نماز میں وقت مسنونہ کی پابندی نہ کرنا (۷) مبتلائے فسق و فجور کا مؤذن و امام بنانا (۸) غیر مسافر و معتکف کو مسجد میں سونے دینا (۹) تزئین مساجد میں ناجائز امور سے بھی نہ بچنا مثلاً بد بودار رنگ کا پینٹ کرنا (۱۰) مسجد کے آداب واحکام کا اہتمام نہ کرنا (۱۱) نماز لاؤڈ سپیکر پر پڑھانا (اس سلسلے میں فتاویٰ رحیمیہ ج ا ص ۹۰ تا ۹۴ و رسالہ ''احکام آلات جدید'' از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، کا مطالعہ اہم ہے)۔

فرمایا.....گھڑی کا مقصد تھا کہ صف اول میں نماز ادا کریں تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو، مگر آج کل گھڑی کا مقصد برعکس ہوگیا ہے یعنی کاہلی اور تاخیر کا سبب بن گئی ہے، گھڑی اس نیت سے دیکھتے ہیں کہ ابھی جماعت میں کتنے منٹ باقی ہیں اور حجرے میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔

فرمایا.....آج کل تاخیر جنازہ کی بیماری امت میں عام ہو رہی ہے جذبات محبت و عقیدت میں اہل علم حضرات کے ماحول میں بھی یہ مسئلہ نظر انداز ہو جاتا ہے، کہیں تو جنازہ کو منتقل کرنے کی غلطی ہوتی ہے اور کہیں رونمائی میں تاخیر کی جاتی ہے، حالانکہ جنازہ کو جلد دفن کرنے کا حکم ہے۔ اس مسئلہ میں فقہاء نے تصریح فرمادی ہے کہ اگر جمعہ سے قبل تدفین ممکن ہے تو جمعہ کا انتظار کرنا جائز نہیں تھوڑے آدمی سنت اور رضائے حق کے مطابق نجات اور مغفرت کیلئے کافی ہیں برعکس کثیر تعداد جو خلاف سنت اور خلاف رضا حق ہو یہ کچھ مفید نہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ مسافرت کی موت سے شہادت کا درجہ ملتا ہے پھر جنازہ کو وطن لانے کی کیا ضرورت ہے بے اصولی اور قانون شکنی جب اہل علم کی جانب سے ہونے لگی تو عوام کو کون سمجھا سکتا ہے بعض اہل علم ایسے وقت

اکابر کا عمل پیش کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا فقہ کی یہ سب کتابیں عمل کے لئے نہیں لکھی گئی ہیں عمل کو کتاب سے ملایئے نہ کہ اشخاص سے البتہ کتاب کو اشخاص سے سمجھئے۔

جن اکابر کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ پیش آچکا ہے وہ پسماندگان کے معاملات ہیں۔ کہیں جذبات کہیں غلبہ عقیدت کہیں خاموشی کہ شاید وہ کہیں گے شاید وہ کہیں گے بروقت نکیر کرنی چاہئے۔

بعض اکابر کی رونمائی میں تاخیر کی خبر مجھے ایک صاحب نے ہردوئی پہنچائی میں نے ان سے کہا اس منکر پر کسی نے نکیر بھی کی تو وہ خاموش ہو گئے۔ ایک اہل علم بلکہ اہل فتوی واہل فقہ کی حق پرستی سے بڑا دل خوش ہوا جب انہوں نے کہا مجھے نہایت ندامت ہے کہ ہم نے اس منکر پر اعلان کے ساتھ نکیر کیوں نہ کی اور استغفار کرتا رہتا ہوں۔

انتقال سے کفن پہنانے تک جس قدر لوگوں کو چاہیں جمع کرلیں اسکے بعد پھر تاخیر کی گنجائش نہیں ماشاء اللہ مولانا شبیر علی تھانوی نے اس مسئلہ پر خوب ہمت سے عمل کیا تھا حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا جنازہ تیار تھا اور شرکت جنازہ کے لئے اسپیشل ٹرین سہارنپور سے چل پڑی تھی بہت بڑی تعداد معتقدین اور خواص متعلقین کی حاضری میں زیادہ تاخیر نہ ہوتی کیونکہ سہارنپور سے تھانہ بھون کی مسافت زیادہ نہیں مگر مولانا شبیر احمد صاحب تھانوی نے نماز جنازہ کا حکم دیا اور سختی سے اعلان کیا کہ قانون شریعت کا احترام کیا جائیگا، ہرگز اب تاخیر نہ ہونی چاہئے چنانچہ مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسپیشل ٹرین کا انتظار نہ کیا گیا اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے ہر قانون پر اہتمام سے توفیق عمل بخشیں، آمین!

فرمایا......جب دین شکنی اور دل شکنی کا تقابل ہو تو دین کو مقدم رکھا جاوے اور سب مصالح کو قانون شریعت کے احترام وعظمت پر شل مصالح پیس دینا چاہئے ایسے مواقع پر جذبات پر شریعت کو ترجیح دینی چاہئے۔ مخلوق کی چہ میگوئیاں اور طعن کی ہرگز پروا نہ کرنی چاہئے۔

ما نمی خواہیم ننگ ونام را گرچہ بدنامیست نزد عاقلاں

فرمایا......ایک صاحب نے فرمایا کہ فلاں شادی میں شرکت سے بڑا صدمہ ہوا فوٹو کھینچے گئے اور ریکارڈنگ بھی ہوئی گانا بجانا اور تصویر کھینچانے کے گناہ میں ہم بھی مبتلا ہو گئے وہاں سے اٹھنے میں خاندان کے لوگوں کا لحاظ اور دباؤ معلوم ہوا میں نے کہا اگر شادی والے ایک خوبصورت پلیٹ میں چاندی کے ورق کے ساتھ مکھی کی چٹنی پیش کرتے تو آپ خاندان کے لحاظ اور دباؤ سے کھالیتے یا نہیں یا اٹھ کر چلے آتے کہنے لگے اٹھ کر چلا آتا (حضرت نے فرمایا) پھر حسی منکر کے ساتھ جو معاملہ کم از کم وہی معاملہ شرعی منکر سے بھی کیجئے۔

فرمایا...ایک صاحب نے کہا کہ مکھی کی چٹنی تو طبعی منکر بھی ہے طبعی کراہت معلوم ہوتی ہے اور گناہوں سے اس طرح کی طبعی کراہت نہیں معلوم ہوتی میں نے کہا اچھا سنکھیا اگر کھلائی جائے کسی شادی میں تو آپ کھالینگے کیا سنکھیا بھی طبعی منکر ہے طبعی کراہت تو اس میں نہیں ہوتی پس جس طرح عقلی منکر آپ نہیں کھاسکتے اسی طرح گناہوں کے ساتھ معاملہ کیجئے۔

فرمایا....سلطان ہارون رشید کے یہاں ایک گورنر کی شکایت کی گئی گورنر کو طلب کیا گیا اسی مجلس میں سلطان کو چھینک آئی سب نے کہا یرحمک اللہ اس گورنر نے جواب نہیں دیا سلطان نے دریافت کیا آپ نے یرحمک اللہ نہ کہا گورنر نے کہا آپ نے الحمدللہ نہ کہا تو ہمارے اوپر یرحمک اللہ کہنا واجب نہیں سلطان ہارون رشید نے اسکو واپس کر دیا اور کہا کہ جو شخص خلیفہ کی رعایت نہیں کرسکتا وہ دوسروں کی کیا رعایت کریگا ان پر الزام تھا کہ دوسروں کی بہت رعایت کرتے ہیں۔

فرمایا.....خلیفہ ہارون رشید سے لوگوں نے کہا کہ آپ بڑے عیش کے ساتھ فاخرانہ لباس میں زندگی گذارتے ہیں حضرت عمرؓ تو بہت سادگی سے رہتے تھے خلیفہ نے فرمایا آپ لوگ بھی تو حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کی طرح نہیں رہتے آپ لوگ ان کی طرح ہو جاویں تو میں حضرت عمرؓ کی طرح ہو جاؤں گا یہی حال آج علماء اور عوام کا ہے خود تو خوب عیش کریں اور علماء کے بارے میں وہی تصور ہے۔

فرمایا.....(۱) تلاوت قرآن پاک سے دل کا

زنگ دور ہوتا ہے جس کی برکت سے دل پھر حق بات قبول کرنے لگتا ہے (۲) اللہ تعالی کی محبت میں ترقی ہوتی ہے (۳) اللہ تعالی کی طرف سے ایک حرف پر دس ثواب کا انعام ملتا ہے مگر شرط ہے کہ قرآن کی تلاوت میں ریا کاری نہ ہو اللہ تعالی کی رضا کے لئے تلاوت کرے اور حروف کی صحت کے ساتھ تلاوت کریں۔

حضرات حفاظ کرام سے اہم خطاب:۔

- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو اللہ تعالی نے بڑی دولت دی ہے اسکی حفاظت کے لئے نظم تراویح میں فرمایا گیا جو لوگ سننے کی خواہش کرتے ہیں اور انتظام خورد ونوش کا اہتمام کرتے ہیں انکو اللہ تعالی کی طرف سے بڑا انعام خاص خیال کرنا چاہئے ورنہ ہمارا فریضہ تھا کہ ہم اہتمام کر کے سنواتے اور خورد ونوش کا تحمل کرتے جیسا کہ بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں لہذا خورد ونوش میں خلاف عادت ومزاج کوئی بات ہو تو صبر وتحمل سے وحسن ظن سے کام لیں اور خفیہ طور پر ادارہ کو مطلع کریں دوسروں سے تذکرہ نہ کریں اوقات کی پابندی رکھیں اور فکر رکھیں، دوسروں کو ہماری وجہ سے تکلیف نہ ہو اوقات جماعت وتراویح کی خاص پابندی کریں تاکہ دوسروں کو انتظار نہ کرنا پڑے قرآن پاک سنانے میں حروف کی صفائی کا خاص لحاظ رکھیں قواعد اخفاء واظہار کا اہتمام کریں دس منٹ سے زیادہ وقت تراویح میں یا اخبار بینی یا عوام سے باتوں میں صرف نہ کریں اس کا اکثر برا اثر پڑتا ہے یہ رمضان شریف کا زمانہ تقوی میں کمال حاصل کرنا ہے تلاوت میں خیال رکھیں کے اللہ تعالی کو سنا رہا ہوں وضو کی سنت نماز اعتدال سے رکوع وسجود سے ٹھیک پڑھنے کا اہتمام خاص کریں اگر امام اوقات نماز کا کوئی اور ہو تو تکبیر اولی سے نماز کی فکر رکھیں اور اگر چراغاں جھنڈی کا نظم کرنا چاہیں تو منع کردیں اور اگر ایسا نہ کریں تو ختم نہ کریں چلے آویں تحفہ یا ہدیہ دیں تو ہرگز نہ لیں کہہ دیں معذور ہوں اس میں آپ کی بھی عزت ہے نیز غلط رسم کی اصلاح بھی ہے جسکا بڑا اجر ہے اس تحریر کو روزانہ کسی وقت دیکھ لیا کریں بلکہ صباح کو اول وقت اس کو دیکھ لیا کریں۔

ابرار الحق ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

دل میں لگا کے انکی لو کردے جہاں میں نشر ضو
شمعیں تو جل رہی ہیں سو بزم میں روشنی نہیں

احیاء سنت:۔

ارشاد باری:۔ **قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور الرحیم** (آل عمران ۱۳)

(ترجمہ) کہدو اے لوگوں محبت ہے اگر اللہ کی ☆ پیری میری کرو رکھیگا دوست اللہ بھی بخش دیگا وہ تمہارے سب معاصی اور گناہ ☆ بخشنے والا ہے وہ اور مہرباں (بے اشتباہ)

قل اطیعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا یحب الکافرین (آل عمران ۳۲) ترجمہ کہہ دو مانیں خدا کا حکم اور حکم نبی ☆ گر نہ مانیں (تو رہے امر خدا سے آگہی) وہ نہیں کرتا پسند ان کافروں کو واقعی۔

من یطع الرسول فقد اطاع الله (نساء ۸۰) ترجمہ: جس نے مانا صدق دل سے واقع حکم رسول ☆ اس نے گویا اپنے خالق کی اطاعت کی قبول۔

دین وشریعت دراصل اتباع سنت ہی ہے کسی بھی امر وفعل پر دین کا خواہ کتنی ہی پرکشش ٹائٹل لگا دیا جائے لیکن اگر وہ سنت کے مطابق نہیں ہے تو کبھی دینی عمل نہیں بن سکتا۔

اگر امت تباہ حال ہو رہی ہے قعر ذلت میں گرتی جارہی ہے آخر اسکے اسباب کیا ہیں اسکا سبب صرف سنت سے دوری ہے طریقہ نبوی سے مجبوری ہے۔

اور یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ مدارس اور مساجد جہاں دینی تعلیم ہوتی ہے جہاں اللہ کی عبادت ہوتی ہے وہاں سے بھی سنتوں کا جنازہ نکلتا ہوا نظر آرہا ہے۔

شمعیں تو جل رہی ہے سو بزم میں روشنی نہیں

آج کے اس دور پرفتن میں جسمیں بدعات وخرافات تاریکیوں نے بھنکار رکھا ہے یہ اللہ رب العزت کا بڑا لطف کرم ہے

اس نے حضرت اقدس ہردوئی جیسی ذات بابرکات عطا فرمادی تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والاؒ کو اصلاح امت اور احیاء سنت اور اصلاح منکرات کیلئے بلاشبہ عالمی پیمانہ پر حوصلہ اور توفیق سے نواز تھا آپ جہاں بھی ہوتے اور جس حال میں ہوتے سنت کی شمع روشن کرتے نظر آتے تھے۔ حضرت والاؒ کی یہ تڑپ اور خواہش ہوتی کہ سنت کی ضیاء، اور انوار مساجد اور مدارس سے ہوتے ہوئے گھر گھر پھیل جاویں۔ ذیل میں چند ارشادات وملفوظات درج کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے رسول کی ایک ایک سنت پر مکمل عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔

فرمایا..... دین کے تین اہم شعبے ہیں (۱) تعلیم (۲) تبلیغ (۳) تزکیہ جن کے ذرائع کا نام مدارس، مساجد، خانقاہیں ہیں مدارس اور مساجد کے خدام کی تنخواہوں کے سلسلہ میں بھی غور کرنا ہے اور وہ یہ کہ انکی تنخواہیں معقول ہونا چاہئے جب تنخواہ معقول ہوگی تو آدمی بھی معقول ملینگے۔

بالغین کے لئے پہلا مدرسہ مساجد ہے اور بچوں کے لئے مدارس ہے اور جو لوگ مساجد میں نہیں آتے ہیں انکے لئے تبلیغی نظام ہے مساجد اور مدارس میں ایک منٹ کا مدرسہ صبح اور ایک منٹ کا مدرسہ شام کا اس طرح شروع کیا جائے کہ صرف ایک سنت صبح بتادی جائے تو تیس دن میں تیس سنتیں یاد ہوجائینگی اور تعب بھی نہ ہوگا آج ہم ہر چیز بڑھیا اور عمدہ پسند کرتے ہیں دکان بڑھیا ہو، مکان بڑھیا ہو، اور پان بڑھیا ہو اور نان بھی بڑھیا ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ خود اشرف المخلوقات ہے ہر چیز اسے اعلیٰ اور اشرف پسند ہو تو یہ اسکی فطری خواہش ہے لیکن یہ انسان اپنے لئے تو اشرف اور بڑھیا چیز پسند کرے اور اپنے مالک اور خالق کے کاموں میں بھی یہی تقاضہ ہونا چاہئے کہ اسکا وضو بھی بڑھیا ہو اور نماز بھی بڑھیا ہو مگر وضو اور نماز کب بڑھیا ہوگی جب سنت کے مطابق ہوگی نماز میں ۶ فرائض ہیں۔ ۱۸ واجبات ہے اور ۵۱ سنتیں ہیں مگر آج ۱۰۰ آدمیوں میں سے ایک آدمی کی بھی نماز سنت کے مطابق نظر نہیں آتی اگر ایک سنت روز بتادی جائے تو پندرہ دن میں نماز کی پندرہ سنتیں یاد ہوجائیں گی وضو کی تیرہ سنتیں ۱۳ دن میں یاد ہوجائیگی اور اس طرح زندگی کے تمام شعبوں کی سنتیں یاد کرائی جاسکتی ہیں لیکن جب وضو اور نماز کی سنتوں کا اہتمام نہیں تو ختنہ اور عقیقہ اور کھانے پینے کی سنتیں کون یاد کریگا اور جب ہماری زندگی سنتوں سے محروم ہوجائیگی تو خاندان اور برادری کی غلط رسم ورواج یا پھر شہر کی یا صوبہ کی یا ملک کی راہ ورسم آجائیگی جب اصلی گھی گھر میں نہ ہوگا تو لامحالہ ڈالڈا کھانا پڑیگا اور جب سنتوں کے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کا اہتمام ہوگا تو غلط رسم ورواج خود ہی دور ہونے لگے نگے جس طرح بارش کا پانی جب برستا ہے تو نالے اور نالیاں گندے پانی سے خود بخود صاف ہوجاتی ہیں دین آسان ہے مساجد میں ایک سنت روز سکھائے چند ماہ میں اس طرح نمازیوں کو کتنی سنتوں کا علم ہوجاویگا، اور ہر نمازی اپنے گھر جاکر عورتوں اور بچوں کو سکھائے اور اسطرح مدرسہ میں جن طلبہ کو ہر روز ایک سنت سکھائی جائے وہ گھر جاکر اپنے بھائی بہنوں کو اور ماں باپ کو سکھائے اسطرح سنت کے انوار مساجد اور مدارس سے لیکر گھر گھر پھیل جاوینگے اور جب سنتیں پہنچیں گی تو بری عادتیں خود بخود دور ہوتی جاویں گی۔

فرمایا..... جن سنتوں پر خاندان یا معاشرہ مزاحمت نہیں کرتا ان پر عمل فوراً شروع کردیں۔ جیسے کھانے پینے کی سنتیں سونے جاگنے کی سنتیں وغیرہ تو اس سے نور پیدا ہوگا روح میں قوت پیدا ہوگی اور پھر ان سنتوں پر عمل کی توفیق ہونے لگے گی جو نفس پر مشکل ہیں اور معاشرہ اور ماحول اس میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

فرمایا..... میں کہا کرتا ہوں کہ سنت کا راستہ اسہل، اجمل، اور اکمل ہے، مثلاً ہاتھ دھوکر کھانا یہ اجمل ہے، اور سامنے سے کھانا یہ اسہل ہے، **بسم اللہ وعلی برکت اللہ** کہکر کھانا یہ اکمل ہے کیونکہ اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ مضمون ایک جگہ بیان ہوا جہاں لوگ ہمارے اکابر سے حسن سلوک اور حسن ظن نہ رکھتے تھے، اس عنوان سے ان پر بہت اچھا اثر ہوا الحمدللہ۔

فرمایا..... لوگ اپنے خیال سے اپنی قیمت زیادہ لگاتے ہیں، اپنی قیمت سنت کی کسوٹی پر لگایئے، حضور

اگر ﷺ بکری چرالیتے تھے دودھ بکری کا تھن سے نکال لیتے تھے حضرت عمرؓ نے فاخرانہ لباس پہننے سے انکار فرمایا کہ اپنے نفس میں کچھ محسوس کیا اور فرمایا کہ نحن قوم اعزنا اللہ بالاسلام۔

حضرت حذیفہؓ کے دسترخوان پر کھانا گر گیا، اٹھا کر کھالیا، بعض غیر ممالک کے سفرا بھی تھے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ کیا خیال کریں گے، فرمایا ہم ان احمقوں کے سبب اپنے نبی پاک ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔

فرمایا..... دنیا میں ہر چیز عمدہ اور بڑھیا پسند کرتے ہیں امرود عمدہ ہو، کیلا عمدہ ہو وغیرہ۔ تو جسطرح امرود کا باطن تو اچھا ہو لیکن اسکے اوپر داغ ہوں آپ پسند نہیں کرتے پس مسلمان کا ظاہر بھی عمدہ ہو اور باطن بھی عمدہ ہو ظاہری وضع قطع صلحاء سے آراستہ ہو اور باطن بھی، زمانہ ہو گیا وضو کرتے اور نماز پڑھتے مگر سنتیں وضو اور نماز کی معلوم نہیں الا ماشاء اللہ مگر دماغ کا یہ حال ہے کہ موٹر کو کھول کر ہر جز کو علیحدہ کر دیا اور صاف کر کے پھر سب کو فٹ کر دیا، جنرل اسٹور کی ہزاروں چیزیں ازبر یاد کہ کون چیز کہاں ہے گاہک نے مانگی اور فوراً ہاتھ وہاں پہنچا مگر افسوس کہ آخرت کے معاملہ میں دماغ اور حافظہ کا استعمال ہی نہیں کیا طلبہ کو وضو اور نماز کی تمام سنتوں کو اور سونے جاگنے اور چلنے پھرنے کھانے پینے کی تمام سنتوں اور دعاؤں کو سیکھتے۔

اے کہ تو دنیا میں اتنا چست ہے ☆ دین میں کیوں آخر اتنا سست ہے

اگر ایک سنت ایک دن میں یاد کریں تو ۳۶۰ روز میں ۳۶۰ سنتیں یاد ہو جائیں گی۔

فرمایا اپنے مکان سے اینٹ یا بلاک دینا گوارہ نہیں اپنے خون سے مچھروں کو ایک قطرہ دینا گوارہ نہیں مگر دین کے ہر نقصان ذرا سی بات کے لئے گوارہ کر لیتے ہیں مثلاً افطار کی دعوت پر مغرب کی جماعت اور مسجد کی حاضری کو اپنے اوپر معاف سمجھ لیا دینی مجالس کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ اگر دو چار بوڑھے معذور ہوں تو ان کی خاطر پوری مجلس کے شرکاء بھی گھروں میں جماعت نہ کریں انہیں مسجد میں حاضر ہونا چاہئے، ہر نیک عمل سے جس طرح روح میں نور اور طاقت پیدا ہوتی ہے اسی طرح گناہ سے ظلمت، تاریکی اور کمزوری پیدا ہوتی ہے۔

بھولو پہلوان اپنی تمام مقوی غذائیں کھاتے رہیں (اس وقت بھولو پہلوان پاکستانی زندہ تھے) صرف سال میں ایک دفعہ سنکھیا کھا کر دیکھیں چار پائی سے لگ جائیں گے۔ سنکھیا کا زہر تو تمام سال کی مقوی غذاؤں پر پانی پھیر دے اور کمزوری کا باعث ہو اور زیادہ مقدار اگر کھالے تو موت بھی واقع ہو اور گناہوں کا زہر روح کی نورانیت اور اعمال صالحہ کی طاقت پر اثر نہ کرے گا یہ کس قدر دھوکا ہے۔

ہر گنہ زنگیست بر مرآۃ دل ☆ دل شود زیں زنگہا خوار و خجل

یعنی.... ہر گناہ سے دل کے آئینے پر زنگ لگتا ہے اور دل اسکے زنگ سے ذلیل اور شرمندہ ہو جاتا ہے۔

چوں زیادت گشت دل را تیرگی ☆ نفس دوں را بیش گردد خیرگی

یعنی..... جب دل میں گناہوں سے تاریکی بہت بڑھ جاتی ہے تو نفس ذلیل کی حیرانی اور گمراہی میں نہایت زیادتی ہو جاتی ہے البتہ اگر توبہ کرلے تو پھر تاریکی صاف ہو جاتی ہے، توبہ سے گناہوں کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے۔

ہم دین کے غریب اسی سبب سے ہیں کہ اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ گناہ کر کے جمع شدہ نور بھی ضائع کرتے رہتے ہیں اور اولیاء اللہ دین کے امیر اسلئے ہیں کہ انکے پاس انوار ہی جمع ہوتے رہتے ہیں، گناہوں سے وہ محتاط رہتے ہیں ولایت کا مدار اسی تقوی پر ہے۔

فرمایا..... طاعون کے زمانے میں ہر شخص چوہے سے ڈرتا ہے کہ طاعون کے جراثیم ہمارے گھر میں نہ آجائیں، اور بد عملی اور منکرات کے چوہے، ہمارے گھروں میں کتنے ہی ہوں فکر نہیں، سانپ گھر میں آجائے سب پریشان اور گھر میں خلاف شرع وضع قطع، تصاویر جاندار کی، ریڈیو کے گانے، ٹیلی ویژن کا گھریلو سینما آجائے تو کوئی فکر کی بات نہیں ہے ہر عمل کیلئے علم صحیح کی ضرورت ہے لاعلمی سے زہر کھانے سے نقصان تو یقیناً پہنچے گا۔

حضرت عمرؓ ایک گھر میں تشریف لے گئے وہاں تصویر جاندار کی تھی تو فوراً واپس آگئے، رزق کی تنگی اور برکت کیلئے وظیفے پڑھنے کیلئے تیار ہیں مگر گناہ چھوڑنے کیلئے تیار نہیں

فرمایا..... کسی کام میں جلدی نہ کرے ورنہ ندامت

ہوگی ہر کام میں تامل اور تحمل سے کام لے۔

فرمایا.....حضرت میانجی نور محمد مکتب میں قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے مگر عملی مقام یہ تھا کہ چالیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی اور شیخ العرب والعجم حضرت حاجی صاحب کے شیخ ہوئے۔

فرمایا.....امام احمدؒ کے یہاں دورۂ حدیث میں صرف اس طالب علم کو داخلہ ملتا تھا جو تہجد گذار ہوتا تھا۔حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب دہلویؒ کے یہاں مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی پڑھنے آئے کھانا آیا تو صرف روٹی کھالی اور سالن واپس کردیا شاہ صاحبؒ کو تشویش ہوئی دریافت فرمایا کیا بات ہے عرض کیا حضرت عام طور پر دلی کے سالن میں کھٹائی پڑتی ہے اور یہاں آموں کی خرید وفروخت پھلوں کے آنے سے پہلے ہی ہوجاتی ہے جو بیع فاسد ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے خوشی میں فرمایا کہ الحمدللہ ہمارے یہاں فرشتہ پڑھنے آیا ہے ایسے طالب علم ہوا کرتے تھے۔

فرمایا.....سکھ، بھنگی بھی داڑھی رکھ کر ہمارے صالحین کی نقل سے سردار کہلاتے ہیں اور ہم وضع صلحاء کی چھوڑ کر سردار ہورہے ہیں داڑھی منڈوانا یا کتروانا دراصل یہ اعلان کرنا ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کی داڑھی وضع کو گھٹیا سمجھا اور انگریزوں کے چہروں کو بڑھیا سمجھا ایمان کی خیر منایئے اور بدوں اسکے بھی ایمان ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر اسی ڈاکٹر اسپیشلسٹ کی طرح جس کی مثال یہ ہے کہ وہ جب آپ کے پاس لایا گیا تو چارپائی پر معلوم ہوا کہ فالج گر گیا ہے مریض نے حال بتایا تو معلوم ہوا کہ یہ ڈاکٹر بہرہ بھی ہے حال پرچہ پر لکھ کر دیا تو معلوم ہوا کہ آنکھوں میں پانی بھی اتر آیا بینائی بھی جاتی رہی تو آپ ایسے ڈاکٹر کو اسی وقت نامنظور کر کے واپس کردیںگے۔

میرے دوستو کیا ایسا گھٹیا اسلام اور ایمان خدائے تعالیٰ کے پاس لے جانے کی آرزو کرتے ہو خدا کے لئے اپنی جانوں پر رحم کرو اور غور سے سوچو کہ ہم تو غلام ہو کر ایسی خراب چیز رد کردیں اور ہم خدائے تعالیٰ کو گھٹیا تحفہ پیش کرنے کے لئے تیار رہیں۔

فرمایا.....ایک ادارہ میں حاضری ہوئی شرح تہذیب اور مقامات یاد ہے مگر کھانے پینے اور نماز کی سنتیں یاد نہیں۔

فرمایا.....جہاں سنتوں کو پھیلایا گیا وہاں کے عوام سے وہ بدگمانی جو ہمارے اکابر کے ساتھ تھی جاتی رہی اور انکی سمجھ میں آگیا کہ یہ تو بڑے ہی اصلی عاشق رسول ﷺ ہیں ہر سنت کا طریقہ اسہل اجمل اور اکمل ہے۔

فرمایا.....غیر متبع سنت جو ہوا پر اڑنے والا ہے وہ استدراج میں مبتلا ہے اور متبع سنت سے افضل نہیں ہوسکتا اسکی مثال ایسی ہے جیسے کے پائلٹ ہوائی جہاز اڑا کر وزیر اعظم کو بھی بٹھا کر سفر کرا سکتا ہے تو درجہ کس کا افضل ہے۔

بعض وقت ہوائی جہاز اڑانے والا غیر مسلم ہوتا ہے اور اس ہوائی جہاز پر بیٹھنے والے اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔

فرمایا.....وصول تو مطلوب ہے مگر اصول کے ساتھ سنت کے طریقوں کے علاوہ قرب حق کا تصور ہی جہالت ہے ورنہ حاکم کے پاس مجرم بھی ہوتا ہے، مگر بے اصول ہونے کے سبب معتوب ہوتا ہے۔

تصانیف:۔

حضرت والاؒ چونکہ امت کی اصلاح میں ہمہ وقت متفکر رہتے تھے اس لئے صرف مواعظ اور مجالس نشست وبرخاست، چلتے پھرتے ہر حال میں حسب ضرورت اصلاحی باتیں ہی ارشاد نہیں فرماتے بلکہ اسی کے ساتھ حسب ضرورت وقتاً فوقتاً چھوٹے بڑے نہایت بیش قیمت رسائل بھی تصنیف وتالیف فرماتے رہتے تھے۔اور انہیں زیادہ سے زیادہ لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچاتے تھے۔تاکہ لوگ دیکھیں اور اس سے خود بھی استفادہ کریں اور دوسروں تک پہنچادیں اس وقت راقم الحروف کے پیش نظر صرف چند رسائل اور کتابیں ہیں جنکے نام درج کئے جاتے ہیں۔(۱) اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات (۲) امت کی پریشانی اور انحطاط کا سبب اور اسکا علاج (۳) اشرف النصائح (۴) اشرف الاصلاح (۵) اشرف النظام (۶) اشرف الخطاب (۷) اذکار مسنونہ (۸) اشرف التفہیم (۹) اصلاح الغیبۃ وغیرہ ان رسائل کے علاوہ مجالس اور مواعظ کے مجموعے الگ ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کتابوں اور رسائل سے ہم سب کو استفادہ کی توفیق بخشے۔آمین۔

افادات: محی السنہ مولانا ابرارالحق صاحب حقی ہردوئیؒ

مسجد میں پلاسٹک کی ٹوپیاں:

• حضرت والا جب ظہر کی نماز کے لئے لاچپت نگر کی مسجد میں تشریف لائے تو وہاں رکھی ہوئی چٹائی اور پلاسٹک کی ٹوپیاں دیکھ کر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا اور نماز سے فراغت پر پانچ منٹ اسی موضوع پر گفتگو فرماتے ہوئے توجہ دلائی کہ نماز کے لئے عزت والا لباس اختیار کرنا چاہئے، یہ ٹوپیاں اوڑھ کر جب ہم عام لوگوں کی مجلس میں جانے سے شرماتے ہیں تو اللہ کے دربار میں حاضری کے وقت اس کا پہننا کیسے گوارا ہوتا ہے۔ ذرا سوچئے! اگر آپ کا داماد آپ کے گھر آئے تو کیا اسے ایسی ہی ٹوپی تحفہ میں پیش کریں گے؟ جب داماد کے لئے یہ ٹوپی گوارہ نہیں ہے تو نمازیوں کے لئے کیسے گوارہ ہے؟

علماء سے پوچھ کر عمل کریں:

عصر کی نماز کے بعد بھی حضرت نے کچھ دیر مسجد میں گفتگو فرمائی اور کہا کہ ہمیں چاہئے کہ اپنے ہر کام میں علماء سے رہنمائی حاصل کریں اور شریعت پر عمل کرنے کی کوشش کریں، پھر آپ نے پوچھا کہ قرآن افضل ہے یا امام افضل ہے، لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ قرآن افضل ہے تو حضرت فرمایا آپ کا عمل تو اس کے برخلاف ہے اس لئے کہ امام کے نیچے تو دو دو مصلے بچھا رکھے ہیں اور قرآن کریم الماریوں میں سادہ تختوں پر بلا جزدان رکھے ہوئے ہیں، اور بہت سی جگہوں پر تو ان پر گرد بھی جمی ہوئی دیکھی گئی ہے، یہ طریقہ بالکل مناسب نہیں ہے، قرآن کا احترام لازم ہے۔

انجن بھی گرم ہوجاتا ھے:

• کچھ دیر گفتگو فرمانے کے بعد جب آپ قیام گاہ پر تشریف لائے تو ساتھ میں حاضرین کی ایک بڑی تعداد بھی کمرہ کے اندر چلی گئی اور مصافحہ کی تمنا ظاہر کی، اس موقع پر حضرت نے فرمایا کہ گاڑی کا انجن بھی چلتے چلتے گرم ہوجاتا ہے، اس کو بھی ٹھنڈا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح آدمی بھی کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے، اسے بھی آرام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے لہذا آپ حضرات اس وقت آرام کا موقع دیجئے۔

تلفظ اور اعراب کی تصحیح:

کچھ دیر آرام کے بعد آپ باہر کے ہال میں تشریف لائے جہاں خصوصی مجلس کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام تھا، اس وقت آپ نے مختلف نصیحت کی باتیں ارشاد فرمائیں، مثلاً فرمایا کہ: لوگ بڑی بڑی عمر کے ہوجاتے ہیں، ان کو صحیح طرح الحمد للہ بھی یاد نہیں ہوتی، اور الفاظ اور اعراب کا صحیح تلفظ نہیں کرتے، آپ نے فرمایا: ہر زبان کے اعراب کی ادائیگی اسی زبان کے مطابق ہوتی ہے۔ مثلاً انگریزی میں اگر گنتی بولی جائے تو ''ٹو'' معروف ہی طریقہ پر کہنا صحیح ہوگا، اگر کوئی ''ٹو'' کہدے تو ایک بچہ بھی اسے ٹوک دے گا۔ اسی طرح الحمد للہ کی دال پر پیش معروف ہی پڑھنا چاہئے، مجہول پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ اور اس کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ مساجد کے ائمہ روزانہ دو تین منٹ کا وقت صرف اسی کام کے لئے فارغ کریں کہ اپنے مقتدیوں کی قراءت صحیح کیا کریں، ایک دن تھوڑا سا سبق دیدیں پھر اگلے دن اسے سن لیں، اور جن سے پوچھا جائے اگر وہ صحیح سنا دیں تو سبق آگے بڑھایا جائے ورنہ وہی سبق پھر دہرائیں، اس طرح رفتہ رفتہ بہت اصلاح ہوسکتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح اذان واقامت کی ادائیگی میں کوتاہیاں بہت عام ہیں ''اللہ'' کے لفظ کو بہت

زیادہ کھینچا جاتا ہے، توجہ دے کر اس کی بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا: ہمارے یہاں ایک سلسلہ یہ بھی شروع کیا گیا ہے کہ جو سورتیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں ان کا ترجمہ نمازیوں کو سکھایا جائے، مثلاً ایک دن یہ بتایا جائے کہ الحمد کے معنی ہیں: تعریف کرنا، اگلے دن اسے پوچھ لیا جائے، اگر یاد ہو تو آگے ایک لفظ کے معنی بتا کر سبق دیدیا جائے، اس طرح رفتہ رفتہ پوری سورۃ کے معنی یاد ہو جائیں گے۔

وضو میں پانی کا اسراف :

مغرب کی نماز کے لئے جب آپ مسجد میں تشریف لائے تو وضوخانہ کے پاس کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ جب سے پانی کی ٹنکیاں لگی ہیں، وضو کرنے میں پانی بہت ضائع کیا جاتا ہے جو درست نہیں ہے، اور اس کوتاہی میں وضو کرنے والے اور مسجد کے متولی دونوں شریک ہیں، متولی حضرات اس وقت بری ہو سکتے ہیں جب کہ لوٹوں کا انتظام کر کے لوگوں سے کہہ دیں کہ ٹنکی سے لوٹے میں پانی لے کر وضو کیا کریں، اس کے باوجود اگر لوگ لوٹے کے بجائے ٹنکی کا استعمال کریں تو وہی ذمہ دار ہوں گے، متولی ذمہ دار نہ ہوں گے۔

اذان، اقامت، رکوع وسجود کی عملی مشق

نماز سے قبل آپ نے اپنے خادم خاص کے ذریعہ اذان دلوا کر صحیح طریقہ بتلایا، اس کے بعد نماز کے ارکان کیسے ادا کئے جائیں اس کا نمونہ بھی دکھلایا کہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت بالکل سیدھے کھڑے ہونا چاہئے، اور رکوع میں بھی پاؤں اور کمر کو سیدھا رکھنا چاہئے اور سجدہ میں جانے کے عمل کی ابتداء سر کے بجائے نیچے سے پاؤں کی طرف سے کرنی چاہئے، یعنی پہلے گھٹنے کو موڑ کر زمین پر رکھا جائے اس کے بعد سر جھکایا جائے پھر اقامت کا طریقہ بتایا اور نماز ادا کی گئی۔

سلام کی اہمیت :

نماز مغرب کے بعد علماء کی ایک خصوصی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ آج کل سلام کو اختیار کرنے میں بڑی کوتاہیاں پائی جا رہی ہیں، اہل مدارس کو اس کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے، اولا تو سلام ہی نہیں کیا جاتا اور جو لوگ سلام کرتے بھی ہے تو پورے الفاظ نہیں ادا کرتے، آج کل صحیح الفاظ یعنی السلام علیکم (الف لام کے ساتھ) سننے کو ہی نہیں ملتے۔

دیانت کا امتحان :

اس مجلس میں ارشاد فرمایا کہ میں نے طلبہ کی تربیت کے لئے ذمہ داران دار العلوم دیوبند کو بھی یہ تجویز لکھوائی تھی کہ طلبہ جن کتابوں کا تحریری امتحان دیتے ہیں اور ان کی باقاعدہ نگرانی کی جاتی ہے، ان میں سے کسی ایک کتاب کا امتحان نگرانی کے بغیر ہونا چاہئے، یعنی ایک ہی جماعت اور کتاب کے طلبہ کو ایک ہال میں اتنے قریب بٹھایا جائے کہ ایک دوسرے سے استفادہ ممکن ہو اور جس کتاب کا امتحان ہو وہ کتاب بھی ہال میں رکھ دی جائے، اور پھر ان کی چھپ کر نگرانی کی جائے اور اندازہ لگایا جائے کہ کس طالب علم میں کتنی دیانت پائی جاتی ہے، کیوں کہ اگر دیانت نہ ہو تو ایسا شخص کوئی بھی دینی خدمت انجام نہیں دے سکتا۔ فرمایا کہ: ہمارے مدرسہ میں تجربہ کیا گیا کہ ایک روپیہ بیچ راستہ میں ڈال دیا اور نگراں صاحب دور سے چھپ کر اس کی نگرانی کرنے لگے تو بعض طلبہ تو ایسے ملے جنہوں نے روپیہ کو دیکھا اور دیکھ کر آگے بڑھ گئے، اور بعض ایسے ملے کہ انہوں نے روپیہ اٹھا کر نگراں کے حوالہ کر دیا اور بعض ایسے بھی نظر آئے جو چپ چاپ روپیہ جیب میں ڈال کر چل دیئے۔

عبادات کا اہتمام :

فرمایا کہ: طلبہ کو عبادات کی طرف رغبت دلانے کی ضرورت ہے، ہمارے یہاں یہ معمول ہے کہ صبح چار بجے طلبہ کے کمروں کے پنکھے بند ہو جاتے ہیں اور اسی وقت مسجد کے پنکھے چلنے لگتے ہیں، نمازوں میں کوئی طالب علم مسبوق نہیں ہوتا، طالب علم اور مسبوق ہو، یہ ہمارے تصور کے خلاف ہے، جمعہ کے دن نماز سے کافی پہلے طلبہ مسجد میں پہنچ جاتے ہیں، حتیٰ کہ ابتدائی دو صفوں میں کسی شہری کو جگہ ہی نہیں ملتی۔

اعتکاف کی عادت :

اسی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ: اعتکاف کی سنت بالکل متروک ہوتی جا رہی ہے، اس لئے ہم نے اپنے مدرسہ میں

طلبہ کو اعتکاف کا عادی بنانے کے لئے نظام بنایا ہے، اس نظام کے مطابق کچھ طلبہ اور ان کے ساتھ ایک استاذ مسجد میں اعتکاف کرتے ہیں اور اعتکاف کے مسائل سے انہیں آگاہ کیا جاتا ہے۔

تربیت کا نتیجہ :

فرمایا کہ اس طرح کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ چند سال قبل ایک طالب علم جس نے ہردوئی کے بعد مظاہر علوم سہارنپور میں دورہ پڑھا تھا، سال کے ختم پر مجھے خط لکھا کہ الحمد للہ اس سال مجھے دو عظیم نعمتیں حاصل ہوئیں، ایک یہ کہ پورے سال کوئی سبق ناغہ نہیں ہوا، دوسرے یہ کہ صرف دو حدیثوں کو چھوڑ کر کوئی بھی حدیث استاذ کے سامنے بلا وضو نہیں پڑھی اور یہ دو حدیثیں اس لئے چھوٹ گئیں کہ آخری گھنٹہ قریب الختم تھا کہ ایک دانہ پھوٹنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ گیا، دوبارہ وضو کر کے آنے کا موقع نہیں تھا، فرمایا کہ: یہ سنت کی برکت ہے کہ پورے سال صحت بھی ایسی رہی کہ کسی سبق کا ناغہ نہیں ہوا اور کوئی بھی بیماری پیش نہیں آئی۔

کھانے کے بعد چہل قدمی :

عشاء کی نماز کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر حضرت والا نے چہل قدمی فرمائی اور حکیم افہام اللہ مرحوم کا مقولہ نقل فرمایا کہ رات کے کھانے کے بعد کم از کم دو سو قدم چلنا چاہئے۔

رزق کا احترام :

چہل قدمی کے دوران آپ کی نظر دسترخوان پر پڑی جس پر سے کھانے والے سب اٹھ چکے تھے اور دسترخوان ابھی تک بچھا ہوا تھا، اس پر آپ نے ناراضگی ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ یہ کھانے کی بے ادبی ہے، رزق اتنی عزت والی چیز ہے کہ کیسا ہی عمدہ فرش اور قالین بچھا ہوا ہو کھانے کے لئے اس کے اوپر دسترخوان بچھا کر خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے یہ دسترخوان اتنا پر عظمت ہے کہ بڑے سے بڑے شیخ کو بھی اس پر بیٹھنے کی اجازت نہیں، اس پر صرف کھانا ہی رکھا جائے گا اسی طرح کسی معزز آدمی سے مصافحہ کے لئے ہاتھ دھونا ضروری نہیں جب کہ کھانا کھانے کے لئے پہلے ہاتھ دھونا مسنون ہے۔ فرمایا کہ: حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی چارپائی کے پائنتی کھانا رکھ کر نہیں کھایا، ہمیشہ کھانا سرہانے رکھا اور خود پائنتی بیٹھا۔ فرمایا کہ: آج کے دور میں رزق کی بے برکتی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم اللہ کی نعمتوں کی قدردانی نہیں کرتے۔

مالی حقوق کی رعایت :

ٹہلتے ہوئے ہی ارشاد فرمایا کہ: اپنے مالی معاملات درست کرنے ضروری ہیں، کوشش ہونی چاہئے کہ اپنے ذمہ کسی کا قرض باقی نہ رہے، قرض اتنی سخت چیز ہے کہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام، جب جنازہ لایا جاتا تھا تو پوچھتے تھے کہ اس پر کسی کا قرض تو نہیں ہے، اگر قرض ہوتا اور ادائیگی کا کوئی انتظام نہ ہوتا تو آپ اس کی جنازہ کی نماز پڑھانے سے انکار فرما دیتے تھے۔ (بعد میں جب بیت المال میں وسعت ہوگئی تو یہ سلسلہ ختم ہوگیا)

اصلاح منکرات کی ضرورت :

اگلے دن صبح ایک مجلس میں آپ نے فرمایا کہ اس وقت ماموارت پر تو محنت ہو رہی ہے لیکن منکرات اور معاصی کی روک ٹوک پر منظم انداز میں کام نہیں ہو رہا ہے مجلس میں ایک عالم صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے شہر مراد آباد میں اس غرض کے لئے ایک اصلاح معاشرہ کمیٹی قائم ہے۔ تو اس پر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ جس طرح معاشرہ کی رسموں کی اصلاح پر زور ہے اسی طرح عبادات میں جو کوتاہیاں ہیں ان کی اصلاح بھی کی جانی چاہئے۔

عورتوں میں وعظ کا اہتمام :

چلتے وقت آپ نے صاحب خانہ حاجی ولی الرحمن صاحب کو بلا کر پوچھا کہ میں کل سے آپ کے یہاں مقیم ہوں، کیاں آپ نے اس کا کوئی نظام بنایا کہ گھر کی مستورات تک بھی کچھ دین کی بات پہنچنی چاہئے، حاجی صاحب نے عرض کیا کہ مستورات نے تو خواہش کی تھی، مگر مجھے عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، اس پر مزید تعجب کا اظہار کیا کہ افسوس ہے کہ خواہش کے باوجود گھر والوں کو محروم رکھا گیا، فرمایا کہ میں کچھ وقت دیتا ہوں، آپ جلدی انتظام کیجئے، چنانچہ فوری طور پر قیام گاہ کے ہال میں پردے لگا دئے گئے، جس کے پیچھے مستورات جمع ہوگئیں، اور حضرت والا نے ان سے مختصر وعظ فرمایا۔

عفت وعصمت کی حفاظت:

عورتوں سے وعظ میں آپ نے بالخصوص پردہ پر بہت زور دیا، فرمایا کہ: آج کل دیندار گھرانوں میں بھی شرعی پردے کا اہتمام نہیں ہے، مثلاً دیور، جیٹھ اور شوہر کے دیگر رشتہ داروں سے پردہ کرنا چاہئے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: الحمو الموت دیور تو گویا کہ موت ہے یعنی بڑی تباہی کا سبب ہے۔ فرمایا کہ: اگر پردے کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی حکم نہ بھی آتا، پھر بھی عقل کی رو سے پردہ کرنا لازم ہوتا۔ اس لئے کہ عقل کا تقاضہ ہے کہ جس چیز کے چھین لئے جانے کا خطرہ ہو اسے بحفاظت رکھنے کا انتظام ہوتا ہے، آدمی لاکھ روپے کے نوٹ چھپا کر لے جاتا ہے کہ کہیں چور نہ اچک لے۔ اسی طرح گوشت ڈھک کر لے جایا جاتا ہے کہیں چیل نہ لپک لے۔ اسی طرح بدنظر اور بدکار لوگ عورت کے درپے رہتے ہیں، اس قیمتی شے کو بچانے کے لئے جس کی تاک میں سیکڑوں لٹیرے لگے ہوئے ہیں سخت حفاظت کی ضرورت ہے، تاکہ کسی بدنظر کی نظر اس پر نہ پڑسکے۔

پھر یہ بھی غور کیجئے! اگر چیل گوشت لے جائے پھر تھوڑی دور اسے لے جا کر پھینک دے، یا ڈاکو روپیہ لے جائے، پھر اس سے واپس کرالیا جائے تو نہ اس گوشت میں خرابی آتی ہے اور نہ روپیہ بے حیثیت ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی لڑکی کسی غیر مرد کے چنگل میں ایک دن بھی رہ جائے تو اس کی ساری زندگی داغدار ہو جاتی ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ زیادہ حفاظت کی شی ہے، اور اس کی حفاظت پردے ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے، لہذا پردے کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ تقریباً ۲۰ منٹ کے وعظ کے بعد آپ آگے علی گڑھ کے لئے روانہ ہو گئے۔

علم حاصل کرنے کا طریقہ:

صحیح علم حاصل کرنے کا حسب ذیل طریقہ ہے

(۱) الف۔ جو لوگ پڑھے ہوئے ہیں وہ معتبر کتابیں دینی علماء سے پوچھ کر دیکھا کریں مثلاً بہشتی زیور، تعلیم الاسلام، تعلیم الدین، حقوق الاسلام، حکایات صحابہ، ایک منٹ کا مدرسہ، حیاۃ المسلمین، جزاء الاعمال، جہاں کچھ میں نہ آئے نشان لگا دے اور اس جگہ کو کسی عالم سے پوچھ لے (ب) جو علم حاصل ہو اسکو مسجد میں یا بیٹھک میں کتاب سے سنا دے (ج) اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو بھی بتلا دیں (د) جنہوں نے مسجد میں سنا ہے وہ اس کو دھیان میں چڑھا کر گھر والوں کو سنائیں (ہ) جو کام کرنا ہو اس کا شرعی حکم معلوم کریں بستی یا قریب وجوار میں اگر کوئی عالم نہ ہو تو ایسے معاملات کو لکھ کر انکا حکم شرعی معلوم کر لیا کریں اس طرح بہت سے مسئلے معلوم ہو سکتے ہیں (۲) جو لوگ ان پڑھ ہیں وہ کسی مناسب شخص کو اپنے یہاں رکھ لیں کہ وہ دینی کتابیں سنا دیا کریں جس طرح پانی کی ضرورت کے لئے کنویں گاؤں اور بستی میں بنا دیتے ہیں اسی طرح دینی کنواں یعنی کسی اہل علم کا نظم کریں (تفصیل اشرف النظام میں دیکھئے)

عمل نہ ہونے کی وجہ:

عمل نہ ہونے کی وجہ روحانی طاقت کی کمی ہے، جس طرح انسان کسی مسجد کا راستہ جانتا ہے مگر جسمانی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کے لئے مسجد نہیں جا پاتا اسی طرح دینی باتیں جاننے کے باوجود عمل نہیں کر پاتا (روحانی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے)۔

عمل کی طاقت کس طرح پیدا ہوتی ہے؟

عمل کی طاقت پیدا ہوتی ہے محبت یا ڈر کی وجہ سے اسکو خواجہ حضرت عزیز الحسن صاحب نے اپنے کلام میں فرمایا ہے۔

ہو اگر وقت سحر قصد شکار — رات بھر رہتا ہے تجھکو انتظار
آنکھ کھل کھل جاتی ہے خود بار بار — اور نماز فجر کا پڑھنا ہے بار

ڈر کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص سردی کی وجہ سے گھر سے نہیں نکلتا مگر حاکم کی طلبی پر فوراً حاضری دیتا ہے خوف وڈر کی وجہ سے عمل ہوتا ہے مشقت کے ساتھ اور محبت کی وجہ سے عمل ہوتا ہے شوق ورغبت کے ساتھ۔

اللہ تعالی کی محبت بڑھانے کا طریقہ:

اللہ تعالی کی محبت بڑھانے کا طریقہ یہ ہے کہ (الف) اللہ تعالی کے انعامات سوچیں مثلاً انسان بنایا پھر کھانے پینے رہنے سہنے کا ایسا انتظام کیا کہ لاکھوں کو میسر نہیں پھر ایمان کی نعمت دی اسکے ساتھ ساتھ دیگر اعمال صالحہ کی اور جسم کے اعضاء کی صحت عطا فرمائی (ب) کوئی وقت مقرر کر کے ۱۰۰؍ مرتبہ کلمہ طیبہ اور ۱۰۰؍ استغفار اور ۱۰۰؍ مرتبہ درود شریف

پڑھا کریں اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پڑھے اور اسی نیت کے ساتھ سبحان اللہ والحمد للہ اللہ اکبر متفرق اوقات میں بلا کسی گنتی کی پابندی کے پڑھے (ج) جو کوئی کام دینی کرے تو یہ نیت رکھے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے مثلاً وضو کرنے سلام کرنے کے وقت ایسی نیت رکھے (د) رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ رکھے اسی طرح صحابہ کرام کے حالات اور بزرگان دین کی سیرت وحالات کو پڑھا کریں (ہ) کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرے اور ان سے خط وکتابت رکھے۔

اللہ کا خوف پیدا کرنے کے لئے عمل:

(۱) مرنے کو سوچیں کہ آخرت کے لئے کیا کیا تیاریاں کی ہیں وہاں کیا کیا اعمال کام آئینگے (۲) اللہ تعالیٰ کے قید خانے یعنی جہنم کے حالات کو معلوم کرے اور سوچیں کہ فرائض کے چھوڑنے پر اور ناجائز کاموں کے کرنے والے کے لئے یہ سزا ہے جہنم کا بچھو، سانپ کسی کو ڈس لے تو تیس سال تک زہر کا اثر نہیں اترتا ہے اہل شرک کے لئے آگ کا ہلکا عذاب جہنم کا یہ ہے کہ آگ کے جوتے پہنائے جاویں گے جنکی گرمی سے دماغ مثل ہانڈی کے کھولیگا لہذا ایسے اعمال سے اہتمام سے بچیں جو کفر وشرک تک پہنچانے والے ہیں۔

(۳) اور کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کریں

ان امور پر عمل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ ہر مومن ولی بن سکتا ہے ہر مسلمان اگر ان امور کا اہتمام کرے تو صلاح وفلاح دارین حاصل ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور آج کل کے حالات خاصہ کے لحاظ سے حسب ذیل امور کا بہت زیادہ اہتمام رکھا جائے۔

(۱) پنج وقتہ نماز باجماعت کا اہتمام خصوصاً فجر کی نماز باجماعت کا (۲) فرائض کے بعد یا اور کسی وقت دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اپنی اصلاح اور امت کی اصلاح نیز مسلمانوں کو امن وچین کی زندگی حاصل ہونے کے لئے رو رو کے دعا کرنا اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنالے۔ (۳) سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد) اور سورۂ فلق، سورۂ ناس تین تین مرتبہ فجر ومغرب کے بعد پڑھنا (۴) ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام جن کو مجملاً دعوۃ الحق ہردوئی کی طرف سے بھی شائع کیا ہے۔ اور تفصیل سے حیات المسلمین، جزاء الاعمال میں موجود ہے یہ کتابیں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی ہے (۵) حکایات صحابہ جو کہ قطب عالم حضرت مولانا زکریا صاحب علیہ الرحمۃ کی ہے اسکو پڑھے نیز کتابچہ ہماری تباہی اور اسکا حل بیان احقر کو بھی پڑھے اور انکے سننے سنانے کا گھروں میں اہتمام کریں (۶) کسی خاص امر اور مشکل کام میں اپنے بزرگوں اور علماء کرام کی طرف رجوع ہونا اور ان سے مشورہ کرنا (۷) اگر کوئی ظلم کرے تو بہتر یہ ہے کہ معاف کردے صبر کرے اگر بدلہ ہی لینا چاہتا ہے تو وہ بھی جائز ہے مگر ظلم کا بدلہ لینے میں ظلم کی نوبت نہ آنی چاہئے مثلاً کسی نے گالی دی اسکو مارنا ظلم ہے یا کسی نے کسی کے بھائی کو مارا پیٹا تو اسکے بھائی کو مارنا پیٹنا ظلم ہے نیز ظلم کا بدلہ لینے کی صورت کو اہل علم سے پوچھ کر اس پر عمل کریں (۸) اپنی حفاظت اور بقاء کے جو ظاہری اسباب ہے قانون شریعت اور قانون حکومت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسکو اختیار کرے (۹) حقوق الاسلام کو ہر شخص اچھی طرح سے پڑھے یا سنے اور اس پر عمل کرے پڑوسیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھے بالخصوص اگر کوئی پڑوسی غیر مسلم ہو حدیث پاک میں ہے اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے جس سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے روایت کیا اسکو امام مسلم نے (۱۰) ہر نماز کے وقت میں اپنے اعمال کا محاسبہ یعنی جانچ کرے کہ نیک کام کس قدر ہوئے اور ان پر شکر کریں نیز یہ بھی سوچیں کہ برے کام کتنے ہوئے اور انکے لئے استغفار کرے اور توبہ کرے توبہ کا طریقہ جاننے والوں سے پوچھیں (۱۱) بری باتوں سے روک ٹوک کے لئے بھی ہماری محنت میں لگنا چاہئے تفصیل ہماری تباہی اور اسکا حل میں دیکھئے (۱۲) حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا نفس کو ذلیل کرنا یہ ہے کہ جس بلا کو سہار نہ سکے اسکا سامنا کرے (تیسیر از ترمذی)

مسلمانوں کی دو ذمہ داریاں

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ۔ ہردوئی

مسلمانوں کے دو کام ہیں، ایک یہ کہ خود نیک بننا دوسرے یہ کہ اوروں کو نیک بنانا، اپنے کو اچھا بنانے کی کوشش کرنا اور دوسروں کو صالح (نیک) بنانے کی کوشش کرنا، اور یہ دونوں کام ایسے ہیں کہ فطری طور پر ہر ایک اس کی خواہش کرتا ہے اور اس کو چاہتا ہے کہ ہم اچھے بنیں اور دنیا میں اچھائی پھیلے، برائی ختم ہو جس کے نتیجے میں دوسرے لوگ بھی اچھے ہوں۔

چنانچہ کسی ایسے انسان سے جو نہ زیادہ پڑھا لکھا ہو اور نہ ہی بالکل ناواقف ہو بلکہ درمیانی صلاحیت والا ہو اس سے پوچھا جائے کہ تم اچھا بننا چاہتے ہو یا برا؟ شاید ہی کوئی کہے کہ میں برا بننا چاہتا ہوں، اسی وجہ سے اپنی سمجھ اور معلومات کے لحاظ سے جو چیز اچھی ہوتی ہے اسی کو اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں اچھائی کا غلبہ ہو یا برائی کا؟ کوئی یہ نہیں کہے گا کہ برائی کا غلبہ ہو اور اچھائی نہ پھیلے، ہر شخص یہی چاہے گا کہ اچھائی کا غلبہ ہو اور اچھائی پھیلے اور برائی ختم ہو۔

اچھائی اور برائی کا معیار:

اب سوال یہ ہے کہ اچھائی اور برائی کا معیار کیا ہے؟ کس کام کو اچھا کہا جائے؟ کس کام کو برا کہا جائے؟ جس کام کو ہم برا سمجھتے ہیں وہ واقعتاً برا ہے بھی یا نہیں؟ اس کے معلوم کرنے کا ضابطہ کیا ہے؟ اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ دین میں سب سے بڑی ذات سرور عالم ﷺ کی ہے، ہم سب نے آپ کے نام کا کلمہ پڑھا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ اس کلمہ کا پڑھنے والا اس بات کا عہد کرتا ہے کہ اپنی زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس پسندیدہ طریقہ کے مطابق گزاروں گا جو سرور عالم ﷺ نے بتلایا اور اس کو مثالی نمونہ خود آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ جس کو اچھا فرمائیں وہ اچھا ہے، آپ جس کو برا فرمائیں وہ برا ہے، یہ ہے اچھائی اور برائی کا معیار۔ اسی کو قرآن پاک میں فرمایا گیا:

ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

(پ ۲۸، رکوع ۴) ''جن چیزوں کو رسول اکرم ﷺ نے ہدایت کی ہے اس کو اختیار کرو اور جن چیزوں سے منع کیا ہے اس سے بچو یہی اصل بنیاد ہے۔

وہ جس کام کو اچھا کہیں اچھا ہے:

اسی وجہ سے ایک ہی کام ایک وقت اچھا ہے، وہی کام دوسرے وقت میں برا ہے، ایک کام نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق کیا جائے تو وہ اچھا ہے اور اگر اسی کام کو دوسرے وقت میں برا ہے، ایک کام نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق کیا جائے تو وہ اچھا ہے اور اگر اسی کام کو آپ ﷺ کی ہدایت کے خلاف کیا جائے تو وہ برا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ نماز پڑھنا روزے رکھنا اچھا ہے کہ نہیں؟ لیکن ہر وقت اس کو اچھا کہیں وہ کام اچھا ہے اور جس کام کو برا کہیں وہ برا ہے، اس لحاظ سے کسی اجنبیہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے، لیکن جب نکاح ہو جائے تو اب وہی چیز اطاعت بن جاتی ہے پھر اگر وہ کسی وجہ سے نکاح کا تعلق ختم کرلے تو اب اس کے ساتھ وہی پردہ والا معاملہ کرنا پڑے گا۔

انسان کی کامیابی وترقی کا سرچشمہ:

حاصل یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول پاک کا ارشاد گرامی ہی اچھائی اور برائی کا معیار ہے۔ اس سلسلہ میں ہم لوگوں کی حیثیت بچوں کی سی ہے، جس طرح دس گیارہ سال کا بچہ جو کچھ سمجھ بوجھ رکھتا ہے، کچھ شعور وتمیز بھی رکھتا ہے، وہ اپنے شعور وفہم کے اعتبار سے کچھ چیزوں کو اپنے

لئے مفید سمجھ کر اختیار کر لیتا ہے لیکن والدین اس کو منع کرتے ہیں کہ یہ چیزیں تمہارے لئے مناسب نہیں ٹھیک نہیں، اب اگر والدین کی ہدایت کے موافق معاملہ کرتا ہے تو سرخرو اور کامیاب ہوجائے گا ورنہ ظاہر ہے کہ نقصان ہوگا اور ناکام ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چھوٹا اسی وقت کامیاب اور سرخرو ہوسکتا ہے جب کہ وہ اپنے بڑوں کا کہنا مانے، ان چھوٹے بچوں کو پڑھنے کی کیا تمیز ہے کس مدرسہ کی تعلیم اچھی ہے، کس کی نہیں؟ ان کو کچھ معلوم نہیں ہوتا بس والدین کے کہنے سے پڑھنے کے لیے جاتے رہتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کچھ دنوں بعد وہ کامیاب ہوکر والد کی جگہ پہنچ جاتے ہیں اور ان کی جگہ سنبھالنے کے لائق ہوجاتے ہیں جو اپنے بڑوں کا کہنا نہیں مانتے ان کا حشر کیا ہوتا ہے کہ تعلیم وترقی سے محروم ہوجاتے ہیں والد کی چیزوں سے بھی نفع اٹھانا ان کے لئے مشکل ہوجاتا ہے۔ بعض مرتبہ ایسے لوگوں کو اپنی بدعملی کی وجہ سے جیل جانے تک جانے کی نوبت آجاتی ہے۔ جو چھوٹا ہے اسکے لئے ضروری ہے کہ اس کا ربط اپنے بڑے سے ہو تعلق مضبوط ہو وہ ترقی کرتا ہوا چلا جائے گا۔ ٹھیک اسی طرح دین میں سرور عالم ﷺ کی شان ہے کہ ان کی ہدایات وتعلیمات پر جتنا عمل ہوگا اتنا ہی انسان کامیاب ہوگا اور ترقی کرے گا۔ دنیا میں بھی عزت اور آخرت میں بھی مزید ارزندگی ملے گی اسی لئے سرور عالم ﷺ کا عمل اچھائی اور برائی کا معیار ہے۔

اتباع سنت کا معیار:

اسی کو دوسرے عنوان سے تعبیر کر لیجئے کہ وہ معیار طریقہ سنت ہے یوں تو نبی کریم ﷺ سے منقول ہے وہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہے جنکا آپ نے عملاً اہتمام فرمایا اس پر عمل کرنے کی اکثر عادت تھی دوسرے اعمال وہ جو آپ ﷺ نے گاہ بگاہ کئے ہیں اس قسم کے اعمال سے آپ ﷺ کی عادت مبارکہ ان اعمال کو کہا جائیگا جس پر آپ ﷺ کے عمل غالب اور دائمی تھا اسی لئے اس قسم کے اعمال کی اتباع کرنے کو اتباع سنت کہا جائیگا۔

سکوت نبی کی شرعی حیثیت

ایک ہیں آپ ﷺ کے ارشادات اور ایک ہیں آپ ﷺ کے اعمال اور ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا گیا آپ ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی یعنی منع نہیں کیا کوئی روک ٹوک نہیں کی تو اسکو کہتے ہیں تقریر یعنی کسی کام کو دیکھ کر آپ ﷺ کا چپ رہنا یہ بھی اس کام کے جائز ہونے کی دلیل ہے یہ شان صرف حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی ہے کہ انکا اس طرح کے موقع پر سکوت بھی حجت اور دلیل ہوتا ہے کہ وہ جائز ہے ان حضرات کے سامنے کوئی کام کیا جائے اور وہ عالم صاحب اس پر نکیر نہ کرے تو عوام سمجھتے ہیں کہ وہ کام صحیح ہے کیونکہ انکے ذہن میں ہے کہ اگر غلط ہوتا تو مولانا صاحب منع کرتے تو انکے منع نہ کرنے اور خاموش رہنے کو انکے صحیح ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں چنانچہ اس پر اگر کوئی نکیر کرے کہ یہ کام ٹھیک نہیں ہے تو فوراً کہتے ہیں کہ واہ صاحب فلاں اہل علم تھے انکی موجودگی میں یہ کام کیا گیا اور انہوں نے کچھ کہا نہیں تو انکے چپ رہنے سے اس کو دلیل جواز سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل حقیقت کے خلاف ہے یہ شان تو صرف انبیاء کرام کی ہے اسکے علاوہ کسی عالم کا سکوت حجت نہیں

کسی جماعت کا سکوت بھی حجت نہیں ہے:

اسی طرح کسی مجلس کی اجتماع، جلسہ یا کسی ادارہ یا مدرسہ میں کوئی نامناسب کام ہو قابل اصلاح کام لیکن کوئی اس پر روک ٹوک نہ کرے بلکہ سب لوگ خاموش رہیں تو سب کا چپ رہنا اس کام کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہوگا اور اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام نے چار رکعت والی نماز بھولے سے تین رکعت پڑھادی اور سلام پھیر دیا اور کسی کو کھٹک بھی نہیں ہوئی اور امام صاحب کو نہ ٹوکنا یہ دلیل ہوجائیگا کہ نماز صحیح ہوگئی؟ ظاہر ہے کہ یہ نماز کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا سکوت تو حجت ہے اور اسکے علاوہ کسی اور کا سکوت حجت نہیں، نہ کسی فرد واحد کا نہیں کسی جماعت کا چپ رہنا اسکی صحت اور جواز کی دلیل ہے۔

فعل پیران حجت نہ باشد:

یہ بات جو اس وقت عرض کی گئی ہے کہ وہ بزرگوں سے بھی منقول ہے، ہمارے اکابر کا طرز عمل ہمیشہ یہی رہا ہے اور

اسی کو انہوں نے پیش نظر رکھا ہے کہ ہر کام میں سنت کو معیار بنایا جائے۔ اگر کبھی ان بڑوں سے کوئی کام خلاف سنت ہو جاتا ہے تو وہ اس کام میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتے، انکی موافقت نہیں رکھتے بلکہ اپنے کو بچاتے، اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے، یہ معاملہ نہیں تھا کہ انہوں نے یہ کام کیا اس لیے لاؤ ہم بھی یہ کام کرلیں بلکہ سنت اپنے لیے مشعل راہ سمجھتے، چنانچہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاؒ جن کو سلطان الاولیاء کہہ دیا جاتا ہے ان کے خلفاء میں ایک بڑے خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی تھے، وہ سماع کے قائل نہیں تھے اور نہ اس کو سنتے تھے۔ لیکن ان کے یہ خلیفہ حضرت چراغ دہلی نہیں سنتے تھے۔ کہ لوگ شرائط پر عمل کریں گے نہیں اور بزرگوں نہیں اور بزرگوں کے عمل سے سند پکڑیں گے اور ایسے کام کو درست سمجھیں گے۔ ایک مرتبہ ان کے بے تکلف احباب اور حضرت سلطان اولیاء کے اور خلفاء بھی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، دوست احباب جب جمع ہوتے ہیں تو بے تکلفی کی باتیں اور ان قسم کے معاملات ہو ہی جاتے ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض دوستوں نے کہا کہ اس وقت سب اپنے ہی احباب موجود ہیں اچھا کہ کچھ سماع ہو جائے۔ اب دیکھئے ادھر یہ معاملہ ہوا اور ادھر حضرت چراغ دہلویؒ مجلس سے اٹھ کر چلنے لگے تو احباب میں سے کسی نے کہا، از طریق پیراں انحراف کنی، پیروں کے طریقہ سے انحراف کرتے ہو۔

اس پر حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے جو جواب دیا ہے کہ وہ ہم سب کے لیے باعث نمونہ ہے، فرمایا: فعل پیراں حجت نہ باشد" پیروں کا فعل حجت نہیں ہوتا یعنی جائز ہونے کی دلیل نہیں، اب سنئے یہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ حضرت سلطان جی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں اس کو پیش کیا گیا خصوصی احباب تھے اسمیں اس پورے واقعہ کا ذکر کیا گیا تو اس پر حضرت سلطان نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا نصیر الدین راست می گوید نصیر الدین ٹھیک کہتے ہیں، یہ تھی ہمارے اکابر کی شان کہ ہر معاملہ میں سنت کو معیار بناتے اسکے موافق معاملہ کرتے۔

مد نظر تو مرضی کا علم ہونا چاہئے:

اس سے ہم سب کو سبق لینا چاہئے کہ ایک طرف استاذ انکی کیا شان تھی کیسے علم فضل والے تھے مگر جہاں دین کا معاملہ آگیا سنت کا معاملہ آگیا پھر کیا کیا؟ ایسے ہی ہونا چاہئے اس کی بالکل کھلی ہوئی مثال ہے کہ افسر نے ایک حکم دے دیا اب اسکے خلاف چھوٹے افسر حکم دیں تو کس پر عمل کریںگے کس کے حکم کی تعمیل کریںگے یہی معاملہ یہاں بھی ہونا چاہئے کہ والدین، اعزہ واقرباء ایک کام کا حکم دیتے ہیں اور سرور عالم ﷺ بھی ایک کام کا حکم دے تو کس کی تعمیل کی جائیگی والدین کو اور دیگر لوگوں کو خوش کریںگے یا اللہ اور رسول کی اطاعت کر کے انکو خوش کریںگے وہ شخص قابل تعریف اور قابل فخر ہے کہ جو کسی کی پرواہ نہیں کرتا صرف اللہ کے حکم کو بجالاتا ہے قابل تعریف ہے وہ خاندان اور برادری کے لوگ جو رسم ورواج کے خلاف سنت کو اپنا تا ہے حدیث پاک میں فرمایا گیا من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مأۃ شہید (الحدیث)

صالح بننے کا طریقہ:

بات یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص صالح اور نیک بننا چاہتا ہے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کی سنتوں کو اپنایا جائے اسکو اختیار کیا جائے اسکی سہل (آسان) صورت یہ ہے کہ اپنی اپنی مسجدوں میں کسی ایک نماز کے بعد ایک ایک سنت سنا دی جائے بتلا دی جائے اسی طرح دھیرے دھیرے سنتوں کا علم ہوگا سنتیں زندہ ہوگی اس پر عمل ہونا شروع ہو جائیگا قطرہ قطرہ دریا ہو جاتا ہے اسی لئے پہلے اپنی مسجدوں کو سنت کے مطابق بناؤ اپنے مدرسوں کو سنت کے مطابق بناؤ مسجد کی جو سنتیں ہیں ان پر عمل شروع کرو مدرسہ میں سنت کا مذاکرہ اور بچوں کو یاد کرانے کا سلسلہ شروع کرو۔

مساجد ومدارس کو سنت کے مطابق بنائیں:

آج ہماری اذانیں اور نمازیں سنت کے موافق نہیں اذان سنت کے موافق سننے میں نہیں آتی سات برس ہو گئے جہاں کہیں جاتا ہوں اذان غور سے سنتا ہوں اس مدت میں مختلف جگہوں پر گیا ہندوستان کے مختلف صوبوں میں اور ہندوستان کے باہر بھی مگر ایک جگہ لکھنؤ میں اذان صحیح ملی اور دوسری اذان یہاں جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں سنت کے موافق

اذان ملی یہی حال نماز کا ہے نماز سنت کے مطابق نہیں جو جس فقہ پر عمل کرتا ہو اس فقہ میں نماز کا جو مسنون طریقہ ہے اسکے موافق نماز نادر ہے اہل علم تو پڑھتے پڑھاتے ہیں سیکھتے سکھاتے ہیں انکے علاوہ جو اور حضرات ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ کسی نے نماز سیکھی ہے کسی نے اگر سیکھی ہو تو بتلایئے کہ ہم نے فلاں عالم سے نماز پڑھنا سیکھا ہے میں نے بڑی بڑی جگہوں میں جہاں اہل اسلام تھے ان سے سوال کیا کہ نماز سنت کے مطابق پڑھنا کسی سے سیکھا ہے کہ قیام کیسے کریں ہاتھ کیسے باندھیں رکوع کیسے کریں سجدہ کیسے کریں قاعدہ کیسے کریں۔

جب نماز کا یہ معاملہ ہے تو پھر ختنہ، عقیقہ، شادی، غمی وغیرہ میں کس طرح سنت پر عمل ہوتا ہوگا۔ پھر نکاح وطلاق تجارت خرید وفروخت معاملات یہ سب چیزیں سنت کے مطابق کیسے ہوتی ہوگی۔

اہتمام سنت کیا جائے:

ایک طرف نماز کے فضائل ہیں تو دوسری طرف تارک نماز کے لیے وعیدیں ہیں، اسی طرح تاجر کے لیے بھی کتنے فضائل ہیں، فرمایا گیا: **التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء۔**

یہ فضیلت اس تاجر کے لیے ہے جو سچا ہو امانتدار ہو اس کا حشر انبیاء، اور صدیقین کے ساتھ ہوگا۔ جس طرح ہماری نماز سنت کے موافق ہو، ہم نماز سنت کے موافق پڑھیں گے تو مقبول ہوگی۔ اسی طرح اگر ہماری تجارت رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگی، آپ کی سنت کے مطابق ہوگی تو ایسا تاجر صدوق اور امین ہوگا اور اس کا حشر عمدہ ہوگا اور اس کے خلاف ہو تو پھر معاملہ گڑبڑ ہو جائیگا۔ اور اس کا حشر فجار کے ساتھ ہوگا۔ اس لیے ہر معاملہ میں سنت کا اہتمام اور اس پر عمل کیا جائے گا۔

تین آسان اور اہم سنتیں:

اس سلسلہ میں ایک بات اور عرض کیے دیتا ہوں کہ تین سنتیں ایسی ہیں جو عمل کرنے کے لحاظ سے تو سہل اور آسان ہیں لیکن وہ بڑی اہم کہ ان پر عمل کرنے سے خود کو انکی برکات کا مشاہدہ ہوگا، سنتوں کا ذوق وشوق پیدا ہوگا اور سنتوں پر عمل کرنا آسان ہوگا، ان تین سہل سنتوں میں پہلی یہ ہے کہ سلام کرنے میں کثرت وسبقت کرے، کثرت کا مطلب یہ ہے کہ سلام کرنے سے پہل کرنے میں عموماً لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ سلام کا ہمزہ اور میم کی حرکت کو صاف ظاہر نہیں کرتے اور غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ السلام علیکم کے بجائے سلام علیکم کہہ رہے ہیں۔ اس لیے جب سلام کرے تو اس کے ہمزہ اور میم کی حرکت کو صاف ظاہر کرکے پڑھے، یعنی حرکت کو معروف ادا کرے دوسری سہل سنت یہ ہے کہ ہر بڑھیا کام اور جگہ میں داہنی جانب کو مقدم کرے اور ہر گھٹیا کام اور جگہ میں بائیں جانب کو مقدم کرے۔ مثلاً مسجد میں جانا ہے وہ بڑھیا جگہ ہے، اسلئے پہلے داہنا پیر داخل کرے، مسجد سے نکلنا ہے وہ اندر کے لحاظ سے گھٹیا جگہ ہے اس لیے بایاں پیر پہلے نکالیں گے، کپڑا پہنیں گے تو داہنی طرف سے اور اتاریں گے تو بائیں طرف سے، بیت الخلاء جائیں گے تو پہلے بایاں پیر رکھیں گے وہاں سے نکلیں گے تو پہلے داہنا پیر نکالیں گے۔ یہ دوسری سنت ہوئی داہنی بائیں اور گھٹیا اور بڑھیا کے لحاظ سے۔ تیسری سہل سنت یہ ہے کہ ذکر اللہ کی کثرت کرے، جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں سنتوں کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ، چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھے، دن بھر میں ایک تسبیح کلمہ طیبہ، ایک تسبیح درود شریف، ایک تسبیح استغفار کی پڑھے، اس نیت کے ساتھ کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے اور غیر اللہ کی محبت گھٹے اور متفرق اوقات میں بغیر کسی تعداد کے سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، کہے اللہ اکبر پڑھے، چاہے ملا کر پڑھے، چاہے الگ الگ پڑھے بہتر ہے اوپر چڑھے تو اللہ اکبر پڑھے، نیچے اترے تو سبحان اللہ کہے، اور برابر زمین پر چلے تو لا الہ الا اللہ کہے، تیری سنت یہ ہوئی کہ ذکر اللہ کی کثرت رکھے یہ تین سہل اور اہم سنتیں ہوئیں، کہ ان کو اپنے یہاں کی مسجدوں اور مدرسوں میں سناؤ اور یاد کراؤ، اس کے موافق عمل کرو، ہمارے یہاں مدرسہ کی مسجد میں عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر دینی مذاکرہ ہوتا ہے اس میں ہر روز اس سنن ثلاثہ کو سنانے کا معمول ہے پھر اس کے بعد

اور معمولات ہوتے ہیں، روزانہ سنانے کی برکت سے بفضلہ تعالی ہرایک کو یاد ہوگئی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی یاد ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ سنن ثلاثہ سناؤ تو وہ سناتے ہیں۔

بیمار امت کے لیے نسخہ شفاء :

جس طرح ٹی بی کا مریض روزانہ ایک دوا کی گولی یا ٹکیہ استعمال کرے، ایک انجکشن لگواتا رہے تو وہ طاقتور ہو جاتا ہے، اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اسی طرح یہ امت بھی جو آج غلطی میں مبتلا ہے اگر وہ سنت کی گولی استعمال کرے تو وہ بھی صحت مند ہو جائے گی اور ترقی کرنا شروع کر دے گی، اور جب ہم سنت پر عمل کریں گے تو جو کرنے کی چیزیں ہیں اس کو کریں گے۔ مامورات پر عمل کریں گے اور جو چیزیں چھوڑنے کی ہیں اس سے بچیں گے، منہیات کو چھوڑیں گے، وہی لال بتی اور ہری بتی والا قانون یہاں بھی ہے۔ لال بتی کیا ہے؟ حرام، ناجائز، مکروہ، ان سے بچنا فرض واجب اور سنت، مستحب اس پر عمل کرنا اور اس کا اہتمام کرنے سے انسان نیک اور صالح ہو جائے گا یہ تو مسلمان کا خود صالح بننے کا جو فریضہ تھا اس کے لیے یہ طریقہ ہے۔

اصلاح منکرات کا فریضہ پورا کیجئے :

لیکن ایک بار دوسرا بھی اس کا فریضہ ہے کہ خود صالح بننے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی صالح بنانا، یہ بھی تو مسلمان کی ذمہ داری ہے، کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی ناواقفیت کی وجہ سے اپنی غلطی سے برا کام کرنے لگ گئے ہیں، ان کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کی کوشش کرنا یہ بھی تو ذمہ داری ہے۔

مان لیجئے مدرسہ کے قریب کسی کا مکان یا کوٹھی ہے، ہم نماز پڑھ کر آئے تو دیکھا کہ ان کے یہاں سے دھواں نکل رہا ہے، آگ کے شعلے اٹھ رہے ہیں تو ایسے موقع پر کیا کریں گے، کیا چلتے چلے جائیں گے؟ یا معلوم کریں گے کہ کیا بات ہے؟ ظاہر ہے کہ معلومات کریں گے۔ اچھا اب گئے، معلوم ہوا کہ دروازہ بند ہے کھٹکھٹایا گھر والے سو رہے ہیں، اب گھنٹی بجا رہے ہیں کوئی اٹھتا نہیں تو جلدی سے پڑوس کے مکان میں جا کر فوراً آگ بجھائیں گے اور جو کچھ بھی ہو ہر صورت میں گھر والوں کو باہر نکالنے کی کوشش کریں گے، تو جس طرح حسی آگ بجھانے کی فکر اور کوشش ہم کو کرنا چاہئے اس لیے اس آیت میں اللہ تعالی نے اسی فریضہ کو بیان فرمایا ہے: **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون** ۔ "تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جو اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے"

ماشاء اللہ ہمارے اکابر کی طرف سے ایک کام ہو رہا ہے جو سارے عالم میں پھیل چکا ہے، اس کے ذریعہ سے اچھی باتوں کو خوب پھیلایا جا رہا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ برائیوں کو مٹانے کی بھی جماعتی محنت ہو رہی ہے یا نہیں؟ جس طرح مساجد و مدارس اور دیگر کاموں کے لیے کمیٹیاں ہیں اور انتظام کے لیے جماعتیں ہیں اسی طرح برائیوں کو مٹانے کے لیے کوئی جماعت ہے؟ جس طرح اچھائیوں کا پھیلانا فرض کفایہ ہے اسی طرح برائیوں کے مٹانے کے لیے بھی جماعتی اعتبار سے محنت کرنا یہ بھی فرض کفایہ ہے، آج اس سلسلہ میں غفلت ہو رہی ہے۔

صفحہ نمبر ۷۸ کا بقیہ

بار بار مطالعہ کرتے رہیں بالخصوص ۶۱۵ کو روزانہ بعد عشاء ایک دفعہ ضرور پڑھا کریں اور اس کے مضمون کو توجہ سے سوچا کریں اور کسی اللہ والے کی صحبت میں خواہ بہ تکلف ہی کیوں نہ ہو، خواہ کتنی ہی قلبی الجھن ہو آمد و رفت شروع کریں کیوں کہ یہی علاج ہے اس الجھن و گرانی کا۔ اگر ہم نے یہاں کی مشقت کو برداشت نہ کیا تو بڑی سخت مشقت کا سامنا ہوگا۔ یعنی عذاب قبر و عذاب جہنم خواہ وہ کتنی ہی تھوڑی مدت کے لئے ہو مگر اس کی برداشت نہ ہو سکے گی اور موت بھی نہ آئیگی۔ مجدد اعظم حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے مواعظ و ملفوظات خاص طور سے ملاحظہ کریں۔ انشاء اللہ تعالی اس سے اپنی اصلاح کی فکر ہو جائے گی جس سے بقیہ درجات اصلاح بھی رفتہ رفتہ حاصل ہو جائیں گے۔ بس ہمت و سعی کی ضرورت ہے۔

کوشش و ہمت کیجے جاہاں تو کل برخدا کامیاب آخرت ہونا اگر منظور ہے

دعاء کیجئے کہ اللہ تعالی مجھے اور آپ کو اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق بخشیں اور حسن خاتمہ کی دولت سے سرفراز کریں۔

"مجالس ابرار" کی ایک جھلک

محمود حسن حسنی

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نوراللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے جن خصوصیات وصفات سے نوازا تھا ان میں ایک امتیازی وصف یہ تھا کہ وہ لوگوں کی ضرورتوں کا خیال کرتے ہوئے ان کے مناسب حال باتیں ارشاد فرماتے رہتے تھے اس کے لئے اسٹیج سجانے، جلسہ یا پروگرام رکھنے اور مجلس کی بھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اسے کسی انتظار یا کسی موقع کا پابند نہیں ہونا پڑتا۔ حضرت والا سے ایک ہی ملاقات وزیارت اس کے مناسب واہم امور کی طرف متوجہ کردیتی تھی، حضرت والا کی یہ توجہ قولاً وحالاً دونوں اعتبار سے ہوتی تھی، مگر حضرت والا کا مزاج کچھ فرمانے کا ہوتا تھا اور ملنے والے کے کان کے حق کو اہمیت دیتے ہوئے اس کا پورا خیال فرماتے تھے، اور انسانی طبائع کی ان کمزوریوں کا بھی خیال کرتے تھے وہ اچھی سے اچھی مفید سے مفید باتوں پر سرعت کے ساتھ ساتھ اسی صورت میں ادراک کرپاتا ہے۔ جب مثالوں سے اس کی وضاحت کردی جائے، اس سلسلہ میں ان کو اپنے شیخ حکیم مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور شیخ الشیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے خصوصی حصہ ملا تھا مزید برآں وقت کے بڑے شیخ اور مثالوں کے بادشاہ کہے جانے والے بزرگ حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددیؒ کا ان پر اس سلسلہ کا عکس بھی پڑا تھا، حضرت محی السنہ ہردوئی رحمۃ اللہ کے ملفوظات اور مجالس کو قلم بند کرنے کا مختلف لوگوں نے اہتمام کیا، لیکن انکے خلیفہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب کراچوی کی مرتب کردہ مجالس ابرار کو جو قبولیت حاصل ہوئی وہ محتاج بیان نہیں یہاں ہم اسی سے چند اہم ارشادات کو نذر قارئین کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

اصلاحی تعلق سے حضرت والاؒ ہردوئی کی یہ بات بڑی بلیغ وفصیح تقریر اور ادیبانہ تحریر پر بھاری نظر آتی ہے جو انہوں نے ایک موقع پر کہی، فرمایا: کہ "جب کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق نہیں ہوتا، تو اس کی مثال اس موٹر کی ہے، جس پر ڈرائیور نہ ہو ایسی موٹر خود بھی تباہ ہوتی ہے اور اس پر بیٹھنے والوں کو بھی ہلاک کرتی ہے، دنیا میں جتنے گمراہ فتنے پیدا ہوئے ہیں، ان کا بانی جاہل نہیں ہوتا، پڑھا لکھا ہی ہوتا ہے مگر اس کا کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق نہیں ہوتا، لہذا کچھ دن تو صحیح کام کرتا ہے، پھر جیسے موٹر بدون ڈرائیور سیدھی سڑک پر کچھ دیر صحیح چلے گی مگر جب موڑ یا چوراہا آئے گا تو ٹکر کھاجائے گی یا غلط راہ پر لگ جائے گی اسی طرح وہ شخص بھی دین کے کسی موڑ اور چوراہے پر ٹکر کھا کر خود بھی گمراہ ہوجاتا ہے۔ اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بھی بنتا ہے، لہذا موذن اور امام اور مدرس کے لئے بوقت تقرر ہمارے یہاں یہ شرط ہے کہ اس کا تعلق اکابر میں سے کسی سے ضرور ہو (ص ۲۱۸)

اپنی بات کو جس طرح مثال سے زینت بخشتے تھے اسی طرح اشعار سے اس میں قوت پیدا کرتے تھے ایک موقع پر فرمایا: "اور مبلغ کو معمولات اور خلوۃ مع الحق کا بھی بہت اہتمام چاہئے جیسا کہ "**فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب**" میں تصریح موجود ہے معمولات وذکر پر حضرت خواجہ صاحب (یعنی خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب) کا شعر ہے کہ۔

دم رکا سمجھو جو دم بھر کو بھی یہ ساغر رکا
میرا دور زندگی ہے، یہ جو دور جام ہے

حضرت خواجہ صاحبؒ نے تعلق مع اللہ کے لطف کو یوں بیان فرمایا ہے۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

ذکر کے تعلق سے بڑی بلیغ بات یہ ارشاد فرمائی کہ:

''ذکر اللہ سے دلوں کو سکون عطا ہوتا ہے ایک بہت بڑے تاجر ہمارے مدرسہ کے استاذ قاری امیر حسن صاحب سے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب کے مجاز بھی ہیں، سکون کی تدبیر پوچھنے آئے تھے، حالانکہ ان کی تنخواہ اس وقت صرف سو (۱۰۰) روپے ماہوار تھی لیکن دولت سے سکون کا کیا تعلق، البتہ ذکر کے خلاف سے بچنا بھی ضروری ہے یعنی معاصی سے احتیاط کے بغیر ذکر کا نفع کامل نہ ہوگا، جب ذکر کامل ہوگا، اطمینان کامل نہ ہوگا جب ذکر کامل ہوگا اطمینان کامل ہوگا، ذکر ناقص ہوگا، اطمینان بھی ناقص ہوگا، ذکر کامل سے مراد یہی ہے کہ اس کی ضد سے بچا جائے جیسے کامل گرمی جب حاصل ہوگی جب اس کی ضد سردی کے اسباب سے بھی سے بچا جائے کسی افسر میں تمام خوبیاں ہیں صرف رشوت میں پکڑا گیا تمام عمر کی کارکردگی پر اثر پڑا، معطل کردیا گیا، ایک گناہ کا بھی عادی مجرم حق تعالی کا ولی نہیں بن سکتا'' **الذین آمنوا وکانوا یتقون** ''اولیا، کی تعریف قرآن میں یہی بیان فرمائی گئی ہے کہ ایمان کے ساتھ تقوی بھی ہو (یتقون کو مضارع کے صیغہ سے بیان فرمایا جس کے اندر تجدد استمراری کی خاصیت ہوتی ہے مراد کہ جب بھی تقوی میں کوتاہیوں سے نقصان لاحق ہو تو سے تلافی کر کے تقوی کی تجدید کرلی جائے اور یہ عمل استمرار اور دوام کے ساتھ (از حکیم اختر صاحب) ذکر سے مراد صرف زبان ہی کا ذکر نہیں ہے بلکہ ہر عضو کا ذکر ہے۔

ظاہر کی اصلاح کے تعلق سے یہ بات فرمائی کہ:

''میں نے ایک جگہ ظاہر کی اصلاح پر بہت تاکید کی، تو ایک صاحب نے کہا کہ اگر باطن ٹھیک ہو تو ظاہری وضع قطع یعنی داڑھی وغیرہ کے اوپر سختی کی کیا ضرورت ہے، میں نے کہا کہ آپ تاجر ہیں، آپ اپنی دوکان کا سائن بورڈ الٹ کر لگا دیجئے تو کہنے لگے لوگ مجھے پاگل کہیں گے اور دماغی توازن کے خراب ہونے پر دلیل قائم کرلیں گے تو میں نے کہا کہ اس وقت اس سائن بورڈ کا باطن تو ٹھیک ہوگا، صرف ظاہر خراب ہوگا، تو آپ نے کیوں پاگل ہونے اور دماغی توازن کی خرابی کا سرٹیفکٹ خود ہی دے دیا تو کہنے لگے مولانا اب سمجھ میں بات آگئی بعض وقت مثالوں سے بات خوب سمجھ میں آجاتی ہے (۴۴۴)

اخلاص اور تصحیح نیت کے تعلق سے بڑی باریک بات یہ فرمائی کہ:

''ہر عمل کا مدار نیت پر ہے ایک شخص اختلاط سے بچتا ہے کہ اللہ تعالی کی مخلوق کو مجھ سے اذیت نہ پہونچے اور دوسرا یہ نیت کرتا ہے کہ لوگوں سے مجھے اذیت نہ پہنچے اول نیت پر اجر ہے دوسری نیت پر زجر ہے کیونکہ دوسری نیت میں اپنے ساتھ حسن ظن اور مخلوق خدا کے ساتھ بدگمانی ہے، اور اول نیت میں اپنے ساتھ بدگمانی اور مخلوق خدا پر شفقت ہے۔ (۴۸۸)

بعض معمولی چیزوں کے غیر معمولی اثرات ونتائج کے سلسلہ میں فرمایا: ''بعض چیزیں بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں، مگر اثر اور نتیجہ کے اعتبار سے نہایت خطرناک ہوتی ہیں جیسے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانا نہایت تاکید سے منع کیا گیا ہے، فرمایا گیا ہرگز کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھائے بظاہر تو معمولی بات ہوتی ہے مگر چونکہ اس صورت سے شیطان کھاتا ہے پس اس عمل شیطانی کی صورت کی نقل سے اس کی سیرت بھی منتقل ہوجائے گی اور پھر شیطانی اثرات سے حب جاہ، بڑوں پر اعتراضات، بدگمانی اور حسد کی بیماری شروع ہوجائے گی (۴۸۹)

ہدایت کے تعلق سے بڑی بلیغ بات یہ ارشاد فرمائی کہ: ''حضرت خواجہ صاحب اجمیری (حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ) کی کوششوں سے نوے لاکھ کافر مسلمان ہوئے، اور حضور اکرم ﷺ سے بعض لوگ اسلام نہ لائے، اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) غافل (۲) سائل (۳) مائل (۴) جاہل (۵) مجادل

اول چار قسم کے لوگوں کو نفع ہوتا ہے پانچویں قسم کو ہدایت نہیں ہوتی، خواجہ صاحب سے جو اسلام لائے وہ اول چار قسم کے لوگ تھے اور حضور اکرم ﷺ سے بعض لوگ جو اسلام نہیں لائے وہ پانچویں قسم کے تھے مجادل کو نفع نہیں ہوتا، شیطان مجادل تھا مردود ہوا، مجادل کی طبیعت ضدی ہوتی ہے، اس کی مثل مشہور ہے، پنچوں کا فیصلہ سر پر، مگر نالہ رہے گا یہیں پر (۴۱)

☆☆☆ ☆☆☆

کچھ قیمتی اور اہم نصیحتیں

از افادات: محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

میرے عزیزو محترم بزرگو! جس طرح ایک تندرست

- انسان کے لیے صحیح دل و دماغ آنکھ کان ناک اور صحیح ہاتھ پیر کی حاجت ہے، اسی طرح ایک مسلمان کے لیے عقائد و عبادات اور صفائی معاملات و درستگی معاشرت و اصلاح اخلاق کی ضرورت ہے اور جس طرح ایک انجن کو کام دینے کے لیے بھاپ پہیوں اور دوسرے کل پرزوں کی ضرورت ہے اسی طرح مسلمان کے لیے عقائد اور ظاہری عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق کی ضرورت ہے۔ دین کی ضروری باتیں
- زیادہ نہیں ہیں تھوڑی سی ہیں جو تھوڑی توجہ و اہتمام سے تھوڑی مدت میں حاصل ہو سکتی ہیں، لہذا ان کی طرف سے بے توجہی اور کوتاہی کیسی نادانی اور بے وقوفی کی بات ہے۔

مرنے سے لے کر حشر و نشر اور جنت جانے تک کے واقعات کو دس منٹ سوچا کرے کہ ہمیں کل مرنا ہے قبر میں احباب و اعزاء رکھ کر واپس آجاویں گے تنہا ہوں گے کوئی یار و مددگار نہ ہوگا صرف اعمال صالحہ ہی کی برکت سے وہاں آرام مل سکتا ہے، چند دن کی سردی گرمی برسات کا پہلے سے انتظام کرتے ہیں پھر آخرت جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے کی درستگی و انتظام سے بے فکری کے کیا معنی ہیں اس کے لیے دنیا ہی میں موقع ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ آج تم لوگ عمل کے گھر میں ہو اور کل حساب کے گھر میں ہو گے جہاں عمل کا موقع نہ ہوگا اور فرمایا کہ قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یعنی اگر ہم نے دنیا میں خدا اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی زندگی اختیار کی تو قبر ہی سے ہمارے لیے جنت کی راحت شروع ہو جائے گی اور نافرمانی کی تو دوزخ کی مصیبت۔ لہذا سوچے کہ قبر ہی سے سفر آخرت شروع ہوگا، اب چاہے قبر کو سفر کا تیسرا درجہ بنائے اور چاہے دوسرا چاہے اول۔ یہ سب دین کی پابندی پر موقوف ہے جیسی دینی حالت بہتر ہوگی ایسا ہی سفر آخرت آرام دہ ہوگا اور سوچے کہ قبر میں پہلے امتحان ہوگا جسکی تفسیر ''اشرف النصائح حیات المسلمین'' ۳۱ پر میں مذکور ہے اسکے بعد یا راحت ہے یا سخت مصیبت جو دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے پھر صور پھونکا جائیگا سب مردے زندہ ہونگے میدان حشر کی بڑی بڑی ہولناکیاں ہوگی حساب و کتاب ہوگا جسکی کچھ تشریح ۵ پر میں ہو چکی ہے اسکو سامنے کرلیں اعمال تولے جائینگے کسی کا ہم پر حق رہ گیا ہوگا تو اسکو ہماری نیکیاں دلائی جائیگی خوش قسمتوں کو حوض کوثر سے پانی ملیگا پل صراط پر چلنا ہوگا جہنمی جہنم میں جائینگے ایمان والوں کے لئے شفاعت ہوگی جنتی جنت میں جائینگے حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا (ان سب کی تفصیل قیامت نامہ اردو شاہ رفیع الدین صاحب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے بلکہ ضرور دیکھیں)

کسی مصلح یعنی علماء کاملین اور اولیاء کاملین کی صحبت اختیار کریں اس زمانہ میں یہ فرض عین ہے جیسا کہ حضرت مجدد اعظم نے اسکی تصریح فرمائی ہے کیونکہ بغیر اسکے دین پر چلنا اور جمنا اور عمل کرنا اس زمانہ میں سخت دشوار ہے۔ اولیائے کاملین کی پوری شناخت قصد السبیل، اصلاح انقلاب، حیات المسلمین (روح ہفتم) میں مذکور ہے نیز اشرف النصائح میں بھی چند باتیں یہاں بھی ذکر کی جاتی ہیں۔ بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو۔ عقائد، معاملات، اخلاق، معاشرت، سب میں ضروریات پر عامل ہو۔ وضع لباس شریعت کے حدود کے اندر ہو۔ کسی مستند اللہ والے کی صحبت میں رہا ہو اور اس کی طرف

سے دوسروں کی اصلاح کی اجازت ملی ہو۔ طمع یا لالچ سے پاک ہو۔ کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔ اس سے تعلق رکھنے والوں میں سے اکثر کی حالت دینداری کے لحاظ سے اچھی ہو یعنی ان کے عقائد اخلاق معاملات و معاشرت دین کے موافق ہوں۔

صحبت کے اہم آداب میں سے ضروری ادب یہ ہے کہ خاموش بیٹھے بلا ضرورت شدید ہرگز نہ بولے، دھیان و غور سے باتیں سنے اور جب ان کی صحبت سے اٹھ کر آوے تو ان باتوں کو سوچے اور ذہن میں جماوے اس کے بقیہ آداب قصد السبیل و تعلیم الدین میں ملاحظہ ہوں۔

اللہ والوں کے حالات و ملفوظات کا مطالعہ کیا کرے بالخصوص حیات المسلمین کے روح ہشتم کا مطالعہ کرے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مختصر بیان ہے حکایات صحابہ، نزہۃ البساتین، الصالحات نیک بیبیاں، سیرت صحابیات و صحابہ اور دیگر بزرگان دین کی سیرتیں، تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل، اشرف السوانح، ملفوظات و مواعظ مجدد اعظم حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ، یہ ایسا سانحہ ہے کہ اس کے بعض اجزاء کے استعمال سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا اور اس سے قلب میں ایسی قوت پیدا ہوگی کہ پھر بھائی بندوں، محلہ برادری، بستی والوں کی مخالفت کی پروانہ ہوگی یہ نسخہ استعمال کرنے والا پھر دوسروں کو خود اس کی تلقین کر سکے گا۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہئے ۔۔۔ مد نظر تو مرضی جانانہ چاہئے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ ۔۔۔ کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

مضمون کی ابتدائی آیت سے اپنی اور اپنے متعلقین یعنی توابع کی اصلاح کی فرضیت معلوم ہو چکی اور اس کا سہل طریقہ بھی۔ بس تھوڑی سی ہمت کر کے شروع کرنے کی دیر ہے۔ پھر کامیابی نقد دم ہے جیسا کہ ہمارے خواجہ صاحبؒ کا ارشاد ہے۔

نفع رو سے نہ زیاں اک ذرا ہمت تو کر ۔۔۔ گامزن ہونا ہے مشکل راستہ مشکل نہیں
کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک ۔۔۔ ابتدا کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں

اس معاملہ میں ہم سے کئی قسم کی کوتاہیاں ہو رہی ہیں ایک یہ کہ بعض حضرات کو اپنے توابع مثلاً بچوں کی اصلاح کی فکر ہے ان میں سے بعض کو دینی ادارہ میں تعلیم دلاتے ہیں مگر خود اپنی اور اپنی بیوی اور دوسرے بچوں کی اصلاح سے غافل ہیں ایسے حضرات کے بچوں کی اصلاح بہت دشوار ہوتی ہے، کیوں کہ بچے عملاً ہر وقت اپنے دینی مدرسہ و ادارہ کے خلاف اپنے گھر والوں کو دیکھتے ہیں اور اس سے ان کی قوت عمل کمزور ہو جاتی ہے جس سے دینی امور پر ان کو عمل دشوار ہو جاتا ہے۔ دینی مدرسہ کی ہدایات اور پابندیاں بھی کارگر نہیں ہوتیں، اس سے زیادہ خطرناک وہ حالت ہے کہ بچوں کو ان ہدایات کے خلاف گھر پر عمل کرایا جاوے مثلاً تھیٹر اور سینما دکھایا جاوے یا برادری کی خلاف شرع تقریبوں میں شریک کیا جاوے یا پتنگ بازی و آتش بازی کے لیے پیسے دیئے جاویں یا گھر میں ان کی موجودگی میں باجا بجایا جاوے۔ باجا تماشہ ویسے بھی جرم اور حرام ہے مگر بچوں کو سنوانا تو ان کو دینی اعتبار سے افیون و سنکھیا کھلانا ہے اس لیے ایسے حضرات کو اپنی اور اپنے گھر کی اصلاح کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے جس کا طریقہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ بعضے حضرات اس سے زیادہ سخت کوتاہی میں مبتلا ہیں کہ خود تو ماشاء اللہ دین کی طرف متوجہ ہیں مگر بیوی بچوں سے بالکل غافل ہیں۔ خود وضع و لباس اسلامی سے آراستہ نظر آتے ہیں مگر ان کی بچیوں کو دیکھئے تو بلا آستین و نصف آستین کے کرتے پہنے پھرتی ہیں، جوتا اور لباس انگریزی وضع کے ہیں۔ پردے کی تاکید و اہتمام نہیں۔ ان کے علم میں نامحرم اعزا سے خلط ملط ہوتا ہے جس پر نکیر و نکار نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح مستورات نہایت باریک لباس پہنتی ہیں جسم اور بال جھلکتے نظر آتے ہیں جس سے نماز بھی نہیں ہوتی ۔ مستورات شرعی پردہ کا اہتمام نہیں کرتیں۔ بچوں کو دیکھئے تو انگریزی وضع کے بال ہیں پائجامہ وغیرہ میں بالکل اسلامی وضع کے خلاف نظر آتے ہیں۔ بعضوں کے بچے شروع ہی سے دنیوی تعلیم میں مشغول ہیں نہ نماز کا اہتمام ہے اور نہ عقیدوں کی صحت کرائی گئی ہے۔

غرض کہ کسی طرح کا ان کی بیوی بچوں میں دینداری کا پتہ بھی نہیں، اس سے بڑھ کر بہتوں کی حالت ہے کہ داماد دنیادار جنٹل مین آزاد قسم کا پسند کرتے ہیں۔ صرف دنیا کے مال وجاہ کی وجہ سے دیندار داماد کی تلاش وفکر ہی نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کی حالت بہت ہی افسوس کے قابل ہے۔ کیوں صاحب جب آپ دینداری کو اپنے لیے اختیار کر چکے ہیں اور یہ آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ بلا دیندار بے فلاح آخرت حاصل نہیں ہو سکتی تو اس سے اپنی بیوی بچیوں کو محروم رکھنا ان کی بھی خواہی ہے یا سراسر بدخواہی اگر آپ اپنے بیوی بچوں کو دیندار نہ بنائیں گے تو کون بنائیگا اور قیامت میں ان کے بارے میں جو باز پرس ہوگی کہ ہم نے تم کو ان پر حاکم بنایا تھا جیسا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سب نگراں ہو اور سب سے اپنے اپنے زیر نگرانوں کے معاملہ میں باز پرس ہوگی (کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته) تم نے ان کو ہمارے باغیوں کی زبان اور قوانین کی تعلیم تو دلائی اور ہمارے قوانین واحکام سے جاہل رکھا تو اس کا ہمارے پاس کیا جواب ہوگا، اگر ہمارے وہ اہل صلاح ومبلغ بھائی جو دوسروں کے اصلاح کی فکر میں رہتے ہیں اور اس کے لیے کافی وقت صرف کرتے ہیں ان کی یا ان کے گھر کی حالت ایسی ہو تو ان کو اس کی طرف اور بھی توجہ کی ضرورت ہے اور عقل ونقل ہر اعتبار سے اپنے توابع کی اصلاح پر زیادہ زور دیں اور زیادہ وقت صرف کریں کیوں کہ یہ فرض ہے اور اہل محلہ یا بستی والوں کی اصلاح درجۂ فرض میں نہیں بلکہ عام طور پر استحباب کا درجہ رکھتی ہے گو اس کے فضائل بہت ہیں مگر فرض صورتیں شاذ ونادر ہی نکلتی ہیں جس کے تفصیلی مسائل ''اشرف التہذیب لاصلاح المنکرات'' میں درج ہیں مبلغین حضرات کو اس کا مطالعہ بہت نافع ہوگا اسی طرح ''اشرف النصائح لاصلاح القبائح'' کے مطالعہ سے اپنی اصلاح اور اپنے متعلقین کی اصلاح کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہوں گی اور اصلاح کا طریقہ اشرف النظام واشرف الخطاب سے معلوم کریں۔

ہمارے بعض بھائی ایسے بھی ہیں جو اپنی اور اپنے متعلقین دونوں کی اصلاح سے غافل ہیں ان کی حالت سب سے بڑھ کر خطرناک ہے کہ اصلاح کے دونوں اہم فریضوں سے غفلت ہے اور ایسی غفلت ہے کہ اس سے ہماری اور ہمارے متعلقین کی آخرت کی تباہی اور نقصان کے علاوہ دنیا میں بھی چین وراحت کی زندگی میسر نہیں ہوتی۔ چین وراحت کی زندگی حسب وعدۂ خداوندی ''من عمل صالحا'' اہل ایمان وعمل صالح والوں کو عطا ہوتی ہے ورنہ طرح طرح کے مصائب وتکالیف خواہ ان کا تعلق حکام وقت سے ہو یا دوسروں سے بطور سزا دنیا میں بھگتنا پڑتی ہیں۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ گناہوں کی زیادتی کی صورت میں حاکموں کو اللہ تعالیٰ سخت بنادیتے ہیں۔ سو اس سے خلاصی کی صورت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جائے جو اپنے اعمال کی اصلاح پر موقوف ہے اور جب اللہ کی فرمانبرداری زیادہ ہوتی ہے تو ان کے حاکموں کے دلوں میں شفقت ومہربانی پیدا کردی جاتی ہے۔ ایسے حضرات کو سوچنا چاہئے کہ جب ہم اللہ کے بندے اور غلام ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا وحاکم ہیں تو ان کے حقوق کی ادائیگی ہمارے ذمہ ضروری ہے اور سوچیں کہ جب حاکم ضلع کو ناراض کرکے ضلع میں چین وراحت کی زندگی نصیب نہیں ہوسکتی تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے دنیا میں کیسے چین وراحت ملنا ممکن ہے اگر ایسے صاحبان کو دینی عقائد ہی میں خدانخواستہ کچھ شکوک وشبہات ہوں تو سب سے پہلے ان کو دور کرنے کی فکر کریں کسی محقق عالم سے رجوع کریں، یا ''اشرف الجواب لشفاء المرتاب'' کا مطالعہ کریں اس میں ہرگز سستی نہ کریں ورنہ ایسی حالت میں موت آجانا سخت خطرناک ہوگا، کیوں کہ ایسی صورت میں باغیانہ موت کا اندیشہ ہے، جس کی سزا حبس دوام اور ابدی عذاب کے سوا کچھ نہیں ہے۔ سو کون عاقل ہوگا کہ ذرا سی غفلت کرکے ایسی سخت سزا کے لیے تیار ہوجائے ''اللھم احفظنا'' ایسے صاحبان کو رسالہ ''علامات قیامت'' شاہ رفیع الدین صاحب کا اور کتاب ''جامع المجددین'' تجدید تصوف وسلوک کا مطالعہ اہم وضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو اصلاح کا طریقہ مذکور ہوا ہے اس کو

باقیہ صفحہ ۸۳ پر

حضرت محی السنۃ شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کا علماء حیدرآباد سے خصوصی خطاب

اہل علم کا مرتبہ بہت اونچا ہے:

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا! دین کے کام کرنے کے منافع کیا ہیں اور باعمل اہل علم حضرات کی کس قدر اہمیت ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بنگلہ دیش میں ابھی حال ہی میں ایسا ہوا کہ جو علماء سیاست میں حصہ لیتے ہیں انہوں نے سوچا کہ ہم لوگوں میں جو مختلف امور میں اختلاف ہوجاتا ہے وہ کیسے دور ہو: اسکے لئے کیا کرنا چاہئے: ان حضرات نے یہ طے کیا کہ اس کے لئے علماء کرام کی ایک جماعت ہو جن کے فیصلہ کو ہم سیاسی جماعت کے اہل علم مان لیا کریں چنانچہ انکی خواہش پر تیس پینتیس علماء پر مشتمل ایک جماعت تشکیل دی گئی جسے انہوں نے اپنے اختلافات میں حکم تسلیم کرلیا دیکھا آپ نے..... یہ ہے بوریا نشین علماء کا مقام وہ کہتے ہیں کہ یہ علماء جو بھی فیصلہ دینگے ہم مان لینگے۔

اسی وجہ سے اہل علم کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ اپنے اصلاح اور تربیت کی فکر میں رہے چونکہ ان پر بڑی ذمہ داریاں ہیں اور انکا بہت اونچا مقام ہے اب دیکھئے جو علماء سیاست میں مشغول تھے انہیں علمی خدمات میں مشغول علماء سے رجوع کرنا پڑا انکی نظر ایسے علماء ہی پر پڑھی جو یکسوئی سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک عام غلط فہمی:

یہ ایک غلط فہمی کا نتیجہ ہے وہ یہ کہ عام طور سے لوگ جو کام ہورہے ہیں انہیں کافی سمجھتے ہیں اس لئے جو بقیہ کام دین کے ضروری ہیں اور نہیں ہورہے ہیں انکی طرف دھیان نہیں جاتا توجہ نہیں ہوتی اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ جو کام ہورہے ہیں وہ نافع تو ہیں مگر کافی نہیں ہے مدارس نافع تو ہیں کافی نہیں ہیں بھئی دیوبند میں اتنا بڑا مدرسہ ہے سہارنپور میں اتنا بڑا مدرسہ ہے اور یہاں حیدرآباد میں بڑے بڑے مدارس ہیں تو پھر دوسرے مدرسوں کی کیا ضرورت؟ اسی لئے کہ کافی نہیں ہے اسی طرح انفرادا علماء کا کام نافع تو ہے مگر کافی نہیں ہے تبلیغ کی محنت ماشاء اللہ نافع تو ہے پورے عالم میں پھیل رہی ہے اثرات وبرکات ظاہر ہورہے ہیں بہت نافع ہے مگر یہ بھی کافی نہیں ہے ایک ہی جماعت کیا ضروری ہے کہ سب کام کرے اور دشوار بھی ہوتا ہے تو پھر اس کام کا نام تبلیغ عوام نے رکھ دیا ورنہ یہ نام بڑوں کا رکھا ہوا ہے اور نہیں تبلیغ شرعی کا اس کام پر اطلاق ہوتا ہے سبھی جانتے ہیں کہ تبلیغ شرعی تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مجموعہ کا نام ہے چنانچہ خود حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ نام ہم نے نہیں رکھا اگر میں اس جماعت کا نام رکھتا تو نماز کی تحریک رکھتا تبلیغی جماعت نہ رکھتا اور اب اگر پڑھ گیا ہے یہ نام تو اس میں غلط ہے؟ رہنے دیا جائے مگر تبلیغ کا جو حصہ عملاً وجماعتاً متروک ہے اس سے غفلت تو نہیں برتی جاسکتی وہ بھی ایک اصلاحی کام ہے ہونا چاہئے۔

آج مجھے سمجھ میں آیا:

اس غلط فہمی پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا میں جب امریکہ گیا تھا تو وہاں ایک مسجد میں عرب امام تھے اچھے عالم ماشاء اللہ ان سے میری ملاقات ہوئی کچھ گفتگو ہوئی تو بہت مسرور ہوئے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان سے کچھ لوگ آتے ہیں اور اسکو تبلیغی جماعت کہتے ہیں یہ کون لوگ ہیں اور انکے خیالات کیا ہیں؟ میں نے ان سے کہا یہ لوگ اہل حق ہیں اور ہمارے اکابر ہی سے ان کا تعلق ہے جب انہوں نے

سنا کہ اہل حق ہیں انکا منشا یہ تھا کہ دین تو صرف چھ باتوں کا نام نہیں ہے اور وہ اسی کی بات کرتے ہیں آپ انہیں صحیح بھی کہتے ہیں؟ ایسے موقع پر میرا معمول ہے کہ میں دل ہی دل میں مشائخ سلسلہ کے توسل سے دعا مانگ لیتا ہوں اور اللہ پاک مناسب جواب سے امداد فرماتے ہیں میں نے فوراً دعا کی تو دل میں بات آئی میں نے ان سے کہا یہ تبلیغی نہیں اصلاحی جماعت ہے انکا منشا، امت مسلمہ کی اصلاح و درستی ہے اور اس کے لئے ایک طریق تجویز ہے اس لئے ان امور پر زور دیتے ہیں بس اس تقریر سے ان کی غلط فہمی دور ہوگئی اور اس قدر مطمئن ہوئے کہ اٹھکر پیشانی کو بوسہ دینے لگے پھر انہوں نے فرمایا کہ آج سمجھ میں بات آئی۔

علماء کرام وجد میں آگئے:

اسی طرح لندن میں ہوا۔ وہاں کے معروف اور مقتدر علماء جمع تھے۔ ماشاء اللہ کافی کام کر رہے ہیں۔ کافی کام کر رہے ہیں۔ مساجد کے ذریعے، جماعتوں کے ذریعے اور دوسرے طریقوں سے، میں نے انہیں یہی بات نہی منکرات کی ضرورت کی سمجھائی کہ یہ کام بھی ضروری ہے۔ ہونا چاہئے۔ پھر حضرت والا تھانویؒ کی دعوۃ الداعی میں سے ایک مضمون سنایا جو دعوۃ الحق کے کام سے متعلق ہی ہے۔ اس مضمون کو سن کر وہ علماء کرام وجد میں آگئے اور بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے حضرت والاؒ کی دقت نظر اور اس کام کی اہمیت کا اعتراف کیا۔

عنوان کا بڑا اثر ہوتا ہے:

عنوان دل کش ہونا چاہئے۔ مجھے اپنا واقعہ یاد آیا کہ میں نے ایک مرتبہ تھانہ بھون میں عید کی نماز میں دیکھا کہ حضرت والا نور اللہ مرقدہ نے اعلان فرمایا عید کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ بدعت ہے اور مجھے اس کا تحمل بھی نہیں ہے۔ لوگ سب نکل کر چلے گئے پھر میں جب فارغ ہو کر ہردوئی آیا تو مجھے عیدگاہ میں نماز پڑھانا ہوا۔ تو میں نے حضرت والا کو لکھا کہ کیا میں بھی یہاں اسی طرح اعلان کروں؟ تو حضرت والا نے جواب لکھا کہ اس طرح نہیں بلکہ اس عنوان سے کہو کہ نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ سنت سے ثابت نہیں۔ دیکھئے بات تو ایک ہی ہے لیکن عنوان کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ دھیرے دھیرے ہمارے ہاں اب کوئی بھی گلے نہیں ملتا حالانکہ بہت بڑا مجمع ہوتا ہے۔ اطراف سے لوگ عید پڑھنے آجاتے ہیں۔ عنوان نرم ہونا چاہئے۔

مخالف حمایتی بن گئے:

مجھ سے خود ایک صاحب نے اپنا واقعہ بتلایا کہ بمبئی کے لوگوں نے مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کو بلایا تھا تو ان لوگوں نے ان کے خلاف بہت پروپگنڈہ کیا کہ وہابی آرہا ہے۔ اور کہتے ہیں شب کو جب جلسہ ہو رہا تھا تو میں خود ایک بڑا ڈنڈا لیکر گیا کہ وہ کچھ غلط بات تو کہیں پھر میں سر توڑ دوں اس ڈنڈے سے۔ خیر مولانا کا بیان ہوا تو وہ صاحب خود کہتے ہیں میں بیان سن اس قدر متاثر ہوا کہ میں نے اعلان کیا کہ اگر اسی کا نام وہابی ہے تو میں بھی وہابی ہوں۔ اور پھر یہ صاحب ان سب اشرار کو جنھیں لیکر پروپگنڈہ کیا تھا خبردار کیا کہ آئندہ سے وہ ان علماء کے نام پر نہ آئیں۔

اصلی ہیرے الماریوں میں بند کئے ہوئے ہیں:

میرے عزیزو! یہ برکت ہے سب سنتوں۔ آج ہمارا حال یہ ہیکہ ہمارے پاس اصلی ہیرے جواہر ہیں مگر ہم نے اسے الماری میں بند کر کے رکھا ہوا ہے اور دوسرے لوگ نقلی جواہر مارکٹ میں لے آئے ہوئے ہیں اور ان کو پھیلا رہے ہیں۔ اتباع سنت میں بڑا اثر ہے۔ ظاہراً بھی باطناً بھی۔

حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ مرادآباد تشریف لے گئے۔ وعظ فرمایا تو وہاں کے مخالفین صرف زیارت کر کے مائل ہوگئے۔ ہاں چہرے بشرے سے متاثر ہوگئے۔ ایک شخص نے کہا اگر یہ دیندار نہیں تو پھر دنیا میں کون دیندار ہوگا۔ اگر یہ مسلمان نہیں ہیں تو پھر کون مسلمان ہوگا؟ سچ ہے۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

ہماری کمزوری کی وجہ کیا ہے:

ہم نے خمیرہ کھانا چھوڑ دیا ہے۔ یعنی اتباع سنت ورنہ ہم اتنے کمزور نہ ہو جاتے۔ آج اذان واقامت تک صحیح نہیں ہے نمازیں سنتوں کے موافق عام طور سے نہیں پڑھی جاتیں۔ الا،

علم تک اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔ مثلاً رکوع میں پیر پیچھے کی طرف جھکا دینے کی عام عادت ہے۔ حالانکہ ٹانگوں کو سیدھا کھڑا رکھنا سنت ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب نے فرمایا رکوع نصف قیام ہے۔ یعنی کمر سے اوپر کا حصہ جھکایا جاتا ہے۔ اور نیچے کا حصہ بالکل اسی طرح رہتا ہے۔ جس طرح قیام میں ہے سیکھتے نہیں سیکھنے کی فکر نہیں، مسجد میں داخل ہونے نکلنے کی سنتیں ہیں ہم غور کریں کہ ہم میں سے کتنے لوگ اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ بعضے لوگ باتیں کرتے کرتے داخل ہو جاتے ہیں بعض ویسے ہی بغیر دعا کے چلے جاتے ہیں۔ حرم شریف میں لوگ ساٹھ ستر ہزار خرچ کر کے آتے ہیں وہاں بھی خلاف سنت مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہاں مشق کئے ہوئے نہیں ہیں۔ کیا حال ہو رہا ہے؟ سوچو تو سہی۔

اپنی اصلاح کی فکر بہت ضروری ہے:

بہر حال اہل علم حضرات کو خود اپنی اصلاح حال کی فکر بھی ضروری ہے۔ جاننا اور ہے عمل کرنا اور ہے۔ حضرت والا تھانویؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اصلاح فرض ہے میں فتوی دیتا ہوں آج کل صحبت علماء اہل حق فرض ہے۔ چونکہ بغیر اس کے ایمان پر قیام دشوار ہو گیا ہے۔ اور ایمان کا تحفظ فرض ہے۔ تو اسکے اسباب کا اختیار بھی فرض ہے۔ جیسے نماز فرض ہے اصلاً مگر اسکے صحیح ہونے کے لئے وضو بھی تو فرض ہے۔

مجھے یہ مال پسند نہیں:

بعض لوگ بہت ذہین ہوتے ہیں ایک صاحب میرے ہاں ہردوئی آئے کہنے لگے بیعت کر لیجئے میں نے انکار کیا کہنے لگے بیعت کے معنی بیچنے کے ہیں میں اپنے آپ کو بیچ رہا ہوں، میں نے عرض کیا جب کوئی چیز بیچنی ہوتی ہے تو یہ بھی تو ضروری ہے کہ خریدنے والے کو وہ پسند ہو جائے۔ مجھے یہ مال پسند نہیں۔ میں نہیں خریدنا چاہتا ہوں۔ ایسے ہوتے ہیں لوگ، بس سمجھتے ہیں کہ ذہانت سے کام نکل جائے، اور یہ بات جو انہوں نے کہی علی الاطلاق صحیح بھی نہیں ہے۔ بیعت کے معنی اگر بیچنے کے ہی لئے جاویں تب بھی کیا جسم و جان بیچنا مراد ہے؟ (یہ تو حرام ہے) نہیں! بلکہ اپنی مرضی اور پسند کو بیچ دینا یہ

مطلب ہے، کیونکہ حدیث میں ہے لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ (مشکوۃ شریف) تم میں سے کوئی شخص کامل مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہش کو میری شریعت کے تابع نہ کر دے۔ اہل اللہ نبی کے نائب ہوتے ہیں اور ان کی طرف سے گویا وکیل، اور وکیل اپنے موکل کی طرف سے معاملت کرتا ہے لہذا یہ خواہشات کو شیخ کے تابع کر دینا ماجئت بہ کا تابع کرنا ہی ہوا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا، پھر وکیل نبی کریم ﷺ کا نائب بھی تو ہو صحیح معنوں میں، اسکی علامت ظاہری کمال اتباع سنت ہے اگر نہ ہو تو پھر ایسے شیخ کو چھوڑ کر الگ ہو جانا ضروری ہے۔

ائمہ کرام سنتوں پر عمل نہیں کرینگے تو مقتدی کیا کرینگے؟

بہر حال اہل علم میں بھی جو خامیاں انہیں اس کے ازالہ کی سعی کرنی چاہئے، ائمہ کرام بھی اپنی تربیت اور ظاہری و باطنی ترقی و اصلاح کا خیال فرمائیں، اذانیں، نماز وضع قطع مسنون رکھنے کا اہتمام ہو، امام ہی اگر صحیح نہ ہوگا تو مقتدی کیسے صحیح ہوگا، امام اگر سنتوں پر عمل نہ کریگا تو مقتدیوں کو کون عمل کرائیگا۔

بار کا سالِ وفات اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ

منظوم خراج عقیدت

- احمد سعید اختر سرونجی
- ڈاکٹر کیف رضوی
- حافظ القاسم الواصفی، المظاہری
- محمد اسلام انجم سہارنپوری
- مولانا فضیل عنبر ناصری القاسمی
- جناب انصار احمد صاحب کامل الہ آبادی
- ڈاکٹر رفیق صاحب بلگرامی
- حافظ کریم الدین صاحب ہردوئی
- محمد مستقیم گجراتی
- مفتی محمد سلیم قاسمی
- محمد انیس احمد مہتاب، سیوانی

سال وفات شمس الہدیٰ مولانا شاہ ابرار الحقؒ

۸۴۹ ۱۲۸ ۴۵۰ ۵۷۸

۲۰۰۵ء

دل مہجور احمد سعید اختر سرونج

واعظ شیریں بیاں رخصت ہوا
اک مربی نکتہ داں رخصت ہوا

صاحب کشف وکرامت بے بدل
جس سے روشن تھا جہاں رخصت ہوا

ہر گھڑی جس کو لگن تھی دین کی
راہِ دیں کا پاسباں رخصت ہوا

اک خلیفہ حضرتِ اشرف علی
عارفِ از عارفاں رخصت ہوا

قوم کا ہمدرد تھا وہ رات دن
غمگسار و مہرباں رخصت ہوا

وہ مجاہد حق شناس و حق نگر
چھوڑ کر بزم جہاں رخصت ہوا

تھی نظر جس کی صحت قرآن پر
اک مبلغ طرز داں رخصت ہوا

تھیں دعائیں ان کے حق میں بے شمار
اس طرح وہ شادماں رخصت ہوا

کہہ دے اختر سال رحلت اے یہی
ہائے وہ از یک جہاں رخصت ہوا

نذرانہ اشک

بحضور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر کیف رضوی

کامل ہیں ولی جنکا نہیں کوئی جواب
پژمردہ دلوں پہ ڈال دیتے ہیں نقاب
درویش نہیں شاہ ہیں ابرار الحق
کرگس کو عطا کرتے ہیں پرواز عقاب

حضرت مجھے نجات کے رستے دکھائیے
حائل ہیں درمیان جو پردے اٹھائیے
آپ اک چراغ نور ہیں ہندوستان میں
تاریک دل کو آپ مرے جگمگائیے

ڈوبا تھا جو گناہوں میں آخر ابھر گیا
خوف وہراس اس ویاس کا چہرا اتر گیا
سنتے ہیں آپ ایسے ہدایت کے نور ہیں
خدمت میں جو بھی آپ کی پہونچا سنور گیا

یہ تمنا ہے کہ ایمان کی دولت پاؤں
سامنے رب کے مسلمان ہی بن کر جاؤں
آپ تو جانتے ہیں کتنا گنہگار ہوں میں
آپ کی نذر کو کیا دل کے سوا میں لاؤں

ولی کامل کی صحبتوں کو زمانہ اب بھی ترس رہا ہے مگر سنا ہے ہمارے حضرت کا فیض گویا برس رہا ہے
انہیں کو ہم کیفؔ نذر کرتے ہیں اپنے جذبات کے یہ آنسو کرم سے جنکے مسرت آگیں ہمارا اک ایک نفس رہا ہے

آہ محی السنۃ

حافظ قاسم الواصفی، المظاہری

آہ صد افسوس چھائی ہے اداسی ہر طرف
تک رہی ہے یاس سے ہر روح پیاسی ہر طرف

چھین کر دل کا سکوں یہ کون رخصت ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے افسوس یہ کیا ہو گیا

لٹ گیا ہے آج دل کا چین بھی آرام بھی
بن گئی ہے زندگی اب مرکز آلام بھی

آج ہردوئی میں غم کی چھا رہی ہیں بدلیاں
بے نہایت درد ہے دل میں لبوں پر ہے فغاں

مادرِ علمی مظاہر کا تھا جو نورِ نظر
ہر گھڑی رکھتا تھا جو اس کی خبر شام و سحر

حضرتِ اشرف علیؒ کا آخری وہ جانشیں
موت نے اس کو چھپایا دوستو زیر زمیں

یعنی مولانا شہِ ابرار رخصت ہو گئے
جنت الفردوس وہ آج جا کر سو گئے

موت سے انکی مظاہر کا چمن بھی ہے ملول
اس کے مرجھائے ہوئے ہیں آج غنچے اور پھول

دل تھا تقوی اور طہارت سے منور آپ کا
تھی سراپا ذات جس کی معرفت کا آئینہ

نور سے وہ خشک دھرتی جگمگانے لگ گئی
جس جگہ پہونچے قدم اللہ اکبر کہہ اٹھی

دینِ برحق کی اشاعت کیلئے کوشاں رہا
اور سنت پر رہا ہے جو ہمیشہ ہی فدا

اسوۂ حسنہ کا آئینہ تھی جس کی زندگی
آہ وہ ہستی ہمارے درمیاں سے اٹھ گئی

سوگ میں ڈوبا ہوا ہے عالمِ اسلام آج
اے خدا نعم البدل دے قوم کی رکھلے تو لاج

یہ دعا قاسم حزیں کی تجھ سے ہے رب جلیل
غم کے مارے دل ہیں جو تو دے انہیں صبرِ جمیل

قطعہ تاریخ وفات

شیخ ہردوئی چراغ رہ عرفانِ خدا
زندگی اسوۂ حسنہ کا رہی آئینہ

دار فانی سے گئے آج وہ قاسم جنت
پاکدامن شہ ابرار محی السنۃ

۱۴۲۶ھ

خانقاہ تھانوی کا اک چراغ آخری

کاوش فکر وقلم ...... محمد اسلام انجم (خوشنویس) سہارنپور

آج اپنا آئینہ ہے ''آج'' کل ہوتا نہیں گذرے پل کا آنے والا پل ہوتا نہیں

سب ہیں مجبورِ محض، دستِ اجل ہوتا نہیں جز خدا کے حکم کے کچھ بھی اٹل ہوتا نہیں

موت جس کا حکم ہے اس کو نہیں آئے گی موت

ماسوا اس کے ہے کیا جس کو نہیں کھائے گی موت

سب ہیں اس کی دسترس میں خشک وتر شام وسحر چاند سورج یہ زمیں وآسماں، جن وبشر

بن گئی بارِ سماعت، ہو گئی بارِ نظر رحلتِ ابرارِ حق کی دفعۃً آئی خبر

چھا گیا غم کا اندھیرا اور اداسی کا دھواں

قوم کی انمول دولت پھر ہوئی نذرِ زیاں

خانقاہِ تھانویؒ کا اِک چراغ آخری محترم ابرارِ حق وہ دورِ حاضر کا ولی

جو گیا دنیا میں جی کو اِک مثالی زندگی دے گئے جس کو جوانی میں سند اشرف علیؒ

معرفت کے نور کا اک آسماں، جاتا رہا

دینِ فطرت کا یقیناً پاسباں جاتا رہا

پتے پتے کو چمن کے یہ خبر تڑپا گئی آج گلزارِ مظاہر پر اداسی چھا گئی

آہ! اہل دل کی جیسے فصلِ گل مرجھا گئی رہنمائی آپکی کیا برکتیں پھیلا گئی

وصف تھے عبداللطیف محترم استاد کے
معتمد یونہی نہیں تھے مستند افراد کے

ہند کے پہلے محدث عصر کا خاندان جنکا ممنون کرم اس فن میں ہے ہدوستان
جدِ امجد آپ ہی کے ہیں یہ میر کارواں نسبتوں کی عظمتوں کے آپ پر ہیں آسماں
باکمالوں کی نظر پائی کمالی ہو گئے
آپ ہم عصروں میں ہی اپنے مثالی ہو گئے

مرشد کامل کا پروردہ نرالی اس کی بات نوجوانی ہی میں پیدا تھیں بزرگوں کی صفات
سنت خیرالوری کا آئینہ تھی اس کی ذات سیدُ الابرار کی تھی اس پہ چشمِ التفات
کیا گیا وہ چاہنے والوں پہ ٹوٹی غم کی شام
فرد کیا اک عہد زریں کا ہوا ہے اختتام

منکشف تھے جس پہ اسرارِ خودی ایسا فقیر صاحب کشف وکرامت زندہ دل، روشن ضمیر
تھا ضلالت کے اندھیروں میں اجالوں کا سفیر ہاں وہی احیاءِ سنت میں جو تھا اپنی نظیر
شغل تھا محبوب جس کا ذکرِ حق ذکر حضورؐ
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوتا کرامت کا ظہور

بارہا دیکھا ہے دربارِ رسالت آپ نے پالیا جنت سے پہلے لطف جنت آپ نے
خوب لوٹی نورِ قرآنی کی لذت آپ نے جاں ودل سے کی یقیناً دیں کی خدمت آپ نے
آپ جیسا پھر کوئی مردِ قلندر چاہئے
تشنگی قوم وملت کو سمندر چاہئے

آپ جیسا پھر کوئی ہم کو خدا، جانباز دے　　جو مسلمانوں کو جینے کا نیا انداز دے

رحمتِ حق مغفرت کی آپ کو آواز دے　　آخرت میں مرتبہ بھی آپ کو ممتاز دے

نورِ حق سے آپ کا مرقد سدا روشن رہے

دائمی پھر باغِ جنت آپ کا مسکن رہے

جو عوام الناس میں فیضان قرآنی کرے　　کیوں نہ وہ شیخ طریقت حق کی مہمانی کرے

امت مرحوم کی جو بھی نگہبانی کرے　　"آسمان اس کی لحد پہ شبنم افشانی کرے"

کوئی انجم ایک کامل فرد مل جائے، بہت

کاروانِ معرفت کی گرد مل جائے، بہت

ان کا سال وفات اِنَّ الاَبْرَار لَفِی نَعِیْمٍ　　اِنَّ المُتَّقِیْنَ فِی جَنّٰتِ النَّعِیْم

۱۴۲۶ھ　　۱۴۲۶ھ

قول حکیم اِنَّ المُتَّقِیْنَ فِی جَنّٰتِ النَّعِیْم کا موزوں مصداق

۲۰۰۵ء

پاک ادا محی السنۃ شاہ ابرار الحق ہردوئی

۱۴۲۶ھ

مرثیہ

ہوگیا وقت کا اک غوث زمانے سے جدا

بر وفات مرشدی محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ

مولانا فضیل عنبر ناصری القاسمی : جامعہ دار القرآن احمد آباد

گلستاں کس لئے ویراں نظر آتا ہے مجھے غنچہ کیوں دیدۂ حیراں نظر آتا ہے مجھے

کل جہاں زلف پریشاں نظر آتا ہے مجھے ہر کوئی سر بگریباں نظر آتا ہے مجھے

جانے کچھ اور ہی انداز میں عالم کیوں ہے؟

کوئی بتلائے کہ یہ صورتِ ماتم کیوں ہے؟

ہے وہی ارض وفلک اور وہی لیل ونہار ہے وہی رات کی آغوش میں تاروں کی قطار

ہے وہی قافلۂ شمس وقمر کی رفتار ہے وہی مرغِ سحر خیز کی بانگِ فنکار

پھر بھی کیا بات کہ لذت کا کہیں نام نہیں

ہم کو اک پل بھی ذرا راحت وآرام نہیں

دن جو آتا ہے تو اشکوں کی جھڑی لگتی ہے رات آئے تو قیامت سی کھڑی لگتی ہے

اب تو ہر آن ہی محشر کی گھڑی لگتی ہے یہ وہ تکلیف ہے جو سب سے بڑی لگتی ہے

غم کے سیلاب میں خورشید وقمر ڈوب گئے

آسماں ڈوب گیا نجم سحر ڈوب گئے

ہر طرف یاس کی کالی سی گھٹا چھائی ہے آہ بادِ سحری سیلِ فغاں لائی ہے

وقفِ اندوہ ہر اک رونق ورعنائی ہے آج افسردہ بہت لالۂ صحرائی ہے

بلبلیں ہو گئیں کیوں نالہ زنی پر مجبور
کن حوادث نے کیا آہ انہیں بھی رنجور

کون سی شی ہے جو محزون نہیں چور نہیں　کون انسان ہے جو غش کھانے پہ مجبور نہیں
کس کے سینے میں کئی حسرتیں مستور نہیں　کون سا دل ہے جو اندوہ سے معمور نہیں

دل کو غم، غم کو جگر کھائے چلا جاتا ہے
جوئے خوں آنکھ سے چھلکائے چلا جاتا ہے

ہم تھے حیران کہ ہاتف نے لگائی یہ صدا　ہو گیا وقت کا اک غوث زمانے سے جدا
وہ کہ اوڑھے تھا سد اسُنّتِ پیہم کی ردا　وہ کہ تھی جس کی ادا صاحب بطحاؐ کی ادا

افقِ دہر کا خورشید عمل ڈوب گیا
رہ جو مرّیخ تصوف تھا وہ کل ڈوب گیا

آہ وہ جس سے منور تھے محبت کے چراغ　جس کی بجلی سے درخشاں تھے کئی لاکھ دماغ
جس نے سینوں سے کئے دور خطیئات کے داغ　جس نے رندوں پہ لنڈھائے تھے طریقت کے ایاغ

جس کی ہر سانس کو قرآن کی تفسیر کہیں
جس کا ہر فعل احادیث کی تعبیر کہیں۔

جس نے آفاق میں اسلام کا پرچار کیا　جس نے سوئے ہوئے انفاس کو بیدار کیا
جس نے افکارِ مسلمان کو تلوار کیا　جس نے اللہ کا مومن کو طلبگار کیا

جس کی ہستی تھی جہاں کے لئے پیغام حیات
شعلہ طور تھی جس شخص کی ذات اور صفات

دعوتِ فکر و عمل کا وہ مجلّی ھادی　جس نے ہر شخص کے پہلو کو غمِ عقبی دی
جس کی خوشبو سے معطر ہے جہاں کی وادی　وہ بیک وقت غزالیؒ و میاں بغدادیؒ

درس یوں عام کیا جرأت وحق گوئی کا
نام اونچا ہوا آفاق میں ہردوئی کا

ان کا پیکر تھا سدا صدق وصفا کا داعی   اپنے مولی سے مروت کا وفا کا داعی
ذکر وتسبیح ومصلی ودعا کا داعی   منعم حق کے لئے شرم وحیا کا داعی

نورِ توحید زمانے میں بہت عام کیا
اپنے اخلاق سے عالم کو تہِ دام کیا

دین حق کے لئے حیران وپریشان پھرے   صورتِ جام لئے مشعلِ ایمان پھرے
لے کے سنت کا علَم یورپ وایران پھرے   خطہ ہند سے تا ساحل افغان پھرے

تا کہ دنیا میں اُخوت کی بہار آجائے
عہد مسعود کا پھر لیل ونہار آجائے

آہ دنیا سے وہی مرشدِ ابرار گئے   کشتیٔ ملتِ بیضاء کے وہ پتوار گئے
مخزن علم گئے حامل اسرار گئے   قافلہ رہ گیا اور قافلہ سالار گئے

تھانویؒ حضرت امدادؒ کا پیارا نہ رہا
وہ طریقت کی نگاہوں کا ستارا نہ رہا

اٹھ گئی حیف کہ اب تھانہ بھون کی زینت   باغ امدادیؒ واشرفؒ کے چمن کی زینت
بحر کی، کوہ کی اور دشت ودمن کی زینت   حسن تدبیر وعمل، خلق حسن کی زینت

دن تڑپتے ہیں ''مجاہد کا وہ سردار گیا''
راتیں روتی ہیں ''تہجد کا علَم دار گیا''

یاد آتا ہے بہت ان کا فسانہ ہم کو   نغمۂ روح فزا روز سنانا ہم کو
معتدل راہ ہر اک آن دکھانا ہم کو   زنگ شوئیدن وآئینہ بنانا ہم کو

آہ وہ شوخ وحسیں دور کوئی خواب ہوا

قصۂ دوش ہوا، دفتر نایاب ہوا

کس کے ہاں جائیں گے اب قلب بنانے کیلئے — حب دنیا کے ہر اک داغ چھڑانے کے لئے

غم کا ہر قصہ پوشیدہ سنانے کے لئے — شرک کا دل سے ہر اک نقش مٹانے کے لئے

کون ہے اب جسے تقوی کا منارہ کہئے

عہد میمون کا اک زندہ نظارہ کہئے

یہ جہاں کیا ہے فقط غلغلۂ موج سراب — اپنے عاشق کو سدا دیتا ہے الٹا سا جواب

رخ تاباں سے یہ جھلکے ہے کہ ہے شوخ گلاب — چاہنے والوں کو دیتا ہے مگر سخت عذاب

کس طرح اس پہ عقلمند بھروسا کرلے

کس لئے مرد خدا خواہشِ دنیا کرلے

زندگی صرف وہی ہے جو جگر تاب رہے — فکرِ عقبی میں سدا ماہیِ بے آب رہے

خلوتوں میں ہو کہ یا حلقۂ احباب رہے — عشق مولی میں ہمہ وقت وہ بے تاب رہے

نام حق لیتے ہی آنکھوں میں خمار آجائے

جس طرح درد کے ماروں کو قرار آجائے

زندگی آہ مری کون سے حالات میں ہے — جیسے یہ جان لیا موت محالات میں ہے

نفس شیطان تعیش کے خیالات میں ہے — یہ نہ سوچا کہ فرشتوں کے حوالات میں ہے

جو بھی زندہ ہے اسے موت تو آنا ہے ضرور

دار فانی سے کسی روز تو جانا ہے ضرور

چل بسے شیخ ہمیں داغ جدائی دے کر — کس کو دکھلائیں جگر اور بھلا جائیں کدھر

یاس کی ہم پہ ہمہ وقت چلے ہے خنجر — رہ گیا اشک بہانے کو یہ عاجز عنبر

ان کی مرقد پہ خدا پاک کی رحمت برسے

روح پر ان کی سدا شفقت والفت برسے

تاریخ وفات شیخ ہردوئی

اسم سبحانہ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ۱۴۲۶ھ

۱۰۱، ۱۲۶، ۵۱، ۴۲۳، ۴۳۵، ۱۲۰، ۱۷۰

قال ابد تعالی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْم ۱۴۲۶ھ

۱۳۱، ۷، ۵۱۲، ۵۱، ۴۳۵، ۱۲۰، ۱۷۰

کلیم حاجی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی ۱۴۶۲ھ

۱۰۰، ۲۲، ۱۲۸، ۳۰۶، ۵۴۳، ۱۰۱، ۲۲۶

قطعہ

رفت ان درویش حق دربار حق خل ۔۔۔ خلد ساماں گل بداماں یارِ حق

می شودان ذات رادیدار حق ۔۔۔ وصل حق شد مطلع انوار حق

عشق مولی کشور درویش بود ۔۔۔ منصبے داردوے سرکار حق داد

نعمتہائے دین اہل زمن ۔۔۔ ہادی دعوتِ حق شاہ ابرار حق

آہ ابرار حق آخر زمنی

۱۴۲۶ھ

تعزیت نامہ

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہ

از: جناب انصار احمد صاحب کامل الہ آبادی: خلیفہ محی السنہ حضرت ہردوئیؒ

انجمن میں سب سے پہلے ہم کریں حمدِ خدا
بعد اسکے لب پہ جاری ہو ثناءِ مصطفیٰ

سنتے ہیں شہر کراچی میں خبر یہ دلخراش
کچھ نہ پوچھو فرطِ غم سے ہوگیا دل پاش پاش

یوم سہ شنبہ مئی کی سترہ قبل عشاء
ہوگیا دنیا سے رخصت رہبرِ راہِ صفا

جب سنا دنیا سے رخصت ہوگیا جانِ کرم
ٹوٹ کر گرتا ہے دل پر اس گھڑی کوہِ الم

ہوگئی تاریک دنیا چھا گئے غم کے سحاب
بن گیا فرطِ الم سے دل سراپا اضطراب

زندگی میں آگیا کیسا اچانک انقلاب
ہوگیا آنکھوں سے اوجھل وہ درخشاں آفتاب

حیف صحن گلستاں کا بانکپن جاتا رہا
رہ گیا خالی چمن جانِ چمن جاتا رہا

کشتی ہے منجدھار میں سنتے ہیں ساحل دور ہے
کارواں ساکت کھڑا ہے ناخدا مستور ہے

ہے اندھیرا ہی اندھیرا آج تا حدِ نظر
کچھ نہیں آتا سمجھ میں جائیں تو جائیں کدھر

آج محفل کسقدر بے کیف ہے بے نور ہے
کیا سنائیں شعر جانِ انجمن مستور ہے

پیر و مرشد کی جدائی کسقدر ہے دل پہ شاق
کیا کریں مجبور ہیں دنیا ہے یہ دار الفراق

بدلا بدلا سا نظر آتا ہے گلشن کا نظام
کیا ہوئی صبح درخشاں کیا ہوئی رنگین شام

شاخ و گل برگ و شجر دیوار و در ہیں سوگوار
مسجد و محراب و منبر سب کے سب ہیں اشکبار

ڈھونڈھتی پھرتی ہیں آنکھیں آج اسکو چار سو
چھپ گیا جانے کہاں وہ آج میرا ماہ رو

شیخ کامل غوث دوراں منبع لطف و کرم
حضرت اشرف کا نائب نائبِ شاہِ امم

مونس و ہمدرد و غمخوار و شفیق مہرباں
ہوگیا دنیا سے رخصت حیف اپنا قدرداں

اپنا سورج بعد مغرب حیف ہوتا ہے غروب
رات کی تاریکیوں میں کھو گئے سارے قلوب

ایسا مونس ایسا مشفق اور ایسا غمگسار
اب کہاں پائینگے ہم جانِ سکوں جانِ قرار

زینت قرآن پر اور عظمت قرآن پر
رہتی تھی معروف اور مجہول پر ہردم نظر

عین سنتؐ کے مطابق ہو نمازیں سب ادا
آپکی کوشش یہی ہوتی تھی بس صبح و مسا

اک مجدد کی خلافت کا ہو جس پر اختتام
سوچنے کی بات ہے کیا ہوگا پھر اس کا مقام

میکدہ میں دیکھتے ہیں اے خدا کیا آج ہم
مئے کے بدلے پی رہے ہیں آج میکش اشک غم

مئے نہیں میکش نہیں یا جام و پیمانہ نہیں
سب تو ہیں موجود اک ساقی میخانہ نہیں

ہوگیا زیرِ زمیں مہرِ ولایت گو نہاں
نور لیکن ہے زمیں سے عرش تک اسکا عیاں

بعد رحلت نورِ سنت رخ پہ تھا اسکے نثار
اور بلائیں رحمت حق لے رہی تھیں بار بار

وقت پیری آگیا تھا لوٹ کر ایسا شباب
فصل گل میں مسکرائے جیسے گلشن میں گلاب

سرورِ عالم کی سنت سے تھا اسکو اتنا پیار
اپنی پوری زندگی کردیا اس پر نثار

مرچکی تھیں سنتیں جتنی انہیں زندہ کیا
از سر نو ایک ایک سنت کو تابندہ کیا

آیا تھا دنیا میں بس احیاءِ سنت کیلئے
حق نے بھیجا تھا اسے کارِ نبوت کیلئے

کام سب پورا کر کے دنیا سے رخصت ہوگیا
تھک چکا تھا سایۂ رحمت میں جا کر سو گیا

اب عمل کرنا ہے ہمکو اسکی تعلیمات پر
اسکے ارشادات پر اور اسکی تفہیمات پر

امّی جان عذرہ بہن کے دل کو دے صبر و قرار
عمر میں برکت تو ان کی کر عطا پروردگار

اور علیم الحق فہیم الحق انس کو اے خدا
صبر و استقلال و ہمت فضل سے تو کر عطا

اسماء حفصہ اور عفیفہ پر بھی ہو لطف و کرم
دل سے ان کے دور فرمایا الٰہی رنج و غم

اور چچا انوار صاحب اور چچا جو ہیں حبیب
صبر کی طاقت عطا فرما انہیں رب مجیب

گھر کے ہر خرد و کلاں کو کر عطا صبر و جمیل
راہ سنت پر چلا ان سب کو اے رب جلیل

جتنے ہیں اہل تعلق صبر کر سبکو عطا
نقش پائے شاہ ہردوئی پہ ہم سبکو چلا

محترم بھائی کلیم اللہ صاحب بالیقین
آپ کو حضرت نے خود اپنا بنایا جانشیں

کر رہا ہے اہل محفل سے یہ کامل التجا
آپ کے حق میں کریں سب استقامت کی دعاء

حشر تک قائم رہے یہ مدرسہ یہ خانقاہ
ہے سرِ محفل دعا کامل کی تجھ سے اے الٰہ

تعزیت نامہ

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہ

از: جناب ڈاکٹر رفیق احمد صاحب رفیق بلگرامی

علم و عمل کا میرے فرخشاں نہیں رہا
اب مومنوں کے کیف کا ساماں نہیں رہا

ابرار حق وہ حق نما، حق گو تھا، حق بیاں
ارباب حق کے درد کا درماں نہیں رہا

جسکے بیاں پہ حسنِ خطابت کو ناز تھا
ممتاز وہ خطیبِ خطیباں نہیں رہا

عالم کی موت اصل میں عالم کی موت ہے
ہم میں وہ اک مفسر قرآں نہیں رہا

جس نے نبی کی سنتیں تاعمر زندہ کیں
ہم میں وہ ایک ہادیٔ دوراں نہیں رہا

سب ہی رفیق جسکے تھے دشمن نہ تھا کوئی
وہ پیکر خلوص وہ انساں نہیں رہا

ناقل انیس احمد مہتاب، سیوانی
متعلم مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی (یوپی)

مرثیہ

بروفات محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہ

از: جناب حافظ کریم الدین صاحب ہردوئی

آسماں پرونم ہے ذرے رو رہے ہیں زار زار
رحلت ابرار پر ہے سارا عالم اشکبار

رات تھی بدھ کی اچانک ۹ ربجے آئی خبر
اہل ہردوئی ہی کیا عالم تھا سارا سوگوار

ماہ ربیع الثانی میں جاتا رہا مثل خضر
۱۴۲۶ھ تو تڑپائیگا سبکو عمر بھر

ہائے ساقی ہوگیا میخانہ ویرانہ تیرے بعد
کسکو ڈھونڈھے گے یہ غم کے مارے انسان تیرے بعد

کسکے دراب جائیگا سیلاب طوفاں تیرے بعد
مدتوں روتے رہیں گے اہل ایماں تیرے بعد

علم کا کوہ گراں اور زہد وتقوی بے حساب
چہرہ انور تھا گویا بدر کامل ماہ تاب

چشم نورانی کے ڈورے جیسے شمع آفتاب
کرگیا شیریں بیاں سے سارا عالم فیضیاب

حضرت امداد واشرف کی تھا وہ اک یادگار
مچھلیاں پانی میں آہو دشت میں رہے سوگوار

آل پیغمبر سے تھا اور انتہائی خاکسار

صدقہ مغلین اشرف سے ہوا تھا تاجدار

جنت الفردوس میں یارب رہے ان کا قیام

اور اہل اللہ کے حلقے میں ہو اعلیٰ مقام

یہ تو بتلا دو کریم الدین کیا ہوگا نظام

جانشیں کیلئے اب کس کا لکھا جائے نام

چند اشعار

بزم اشرف کا چراغ آخری جاتا رہا　　اس زمیں سے نائب اشرف علی جاتا رہا

ہر گھڑی عشق نبی میں جو تڑپتا ہی رہا　　لاڈلا اللہ کا کامل ولی جاتا رہا

اس کی فرقت زندگی بھر اب رلائیگی ہمیں　　درد اپنا دیکر دل کو شفقتی جاتا رہا

ہر قدم پر جو دکھاتا تھا ہمیں راہ صراط　　حیف اس دنیا سے محبوب نبی جاتا رہا

ہو گیا ویراں گلشن شاخ و گل مرجھا گیا

گلستاں کی آپ لیکر دلکشی جاتا رہا

محمد مستقیم گجراتی

متعلم: مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی (یوپی)

بروفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہ

از: مفتی محمد سلیم قاسمی ناظم مدرسہ جامعہ عربیہ لال باغ قائم گنج

راہ سنت کا محافظ مردِ حق جاتا رہا
کارواں باقی ہے میر کارواں جاتا رہا

تعزیت کے واسطے اب جائیں آخر کس کے پاس
حزن وغم ہے سب کے دل میں اور ہے پاس وہراس

اہل ایماں کے لئے ہردوئی میں تھی ایک آس
وقت کا اپنے امام الاتقیاء جاتا رہا

حضرت ابرار واشرف کی نشانی اب کہاں
عمر بھر تڑپا یگی ہم کو یہ مرگ ناگہاں

زہد وتقوی جس کی پیشانی سے ہوتا تھا عیاں
پند سے پار ورئیس الاولیاء جاتا رہا

کس طرح بھولیں گے ساقی رندِ میخانہ تجھے
مدتوں روتے رہیں گے جام وپیانہ تجھے

شمع محفل بجھ گئی ڈھونڈے ہے پروانہ تجھے
چھوڑ کر ہم کو وہ فخرِ صوفیا جاتا رہا

چھوڑ کر مجھ کو اکیلا چل دیا قطب زماں
مسجد حقی کے ہیں دیوار ودر ماتم کناں

آہ اب حضرت کیلئے کہہ کر پکارے گا جہاں
تھا نویت کا وہ شیخ بے ریا جاتا رہا

جنت الفردوس میں دینا جگہ رب کریم
شیخ کے جانے سے امت ہوگئی گویا یتیم

گلشن ابرار کا اللہ محافظ ہو سلیم
دعوۃ الحق کا وہ مردِ باصفا جاتا رہا

مرثیہ

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ ہردوئی

از: انیس احمد مہتاب سیوانی متعلم: اشرف المدارس ہردوئی (یوپی)

آہ اب ہم سے ہمارا رہنما جاتا رہا / نورِ شفقت پیکرِ صدق و صفا جاتا رہا

پاسبانِ امت خیر الوریٰ جاتا رہا / قطبِ عالم رہبروں کا پیشوا جاتا رہا

اوڑھکر شام جدائی کی ردا جاتا رہا / زیب تن فرما کے کافوری قبا جاتا رہا

درد کے بادل اٹھے اشکوں بھری برسات ہے / صبر سے بنکر وہ رحمت کی گھٹا جاتا رہا

حضرت اشرف علی کی یادگارِ آخری / رازدانِ زمرۂ اہل صفا جاتا رہا

وارثِ علمِ نبوت جاذب جزب وسلوک / مصلحِ امت نقیب الاولیاء جاتا رہا

آئینہ دارِ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ / جانثارِ چاریارانِ وفا جاتا رہا

شافعِ روز جزا کا ہاتھ میں دامن لئے / ہم گنہگاروں کا بنکر آسرا جاتا رہا

عین سنت کے مطابق ہو ہماری زندگی / ہر طرف دیکر یہی پیاری صدا جاتا رہا

موت عالم کی یقیناً موت ایک عالم کی ہے / عہدِ حاضر کو دکھا کر آئینہ جاتا رہا

فکر تھی اصلاحِ امت کی ہمیشہ دوستو / دل میں لیکر درد ہر اک فرد کا جاتا رہا

سنتوں کی نشر میں تھی وقف ساری زندگی / عظمتوں کا ساتھ لیکر قافلہ جاتا رہا

جزبۂ احیاء سنت ہر نفس تھا موجزن / لیکے اجرِ صد اشہیدانِ وفا جاتا رہا

ہوگئے بے حال طلباء یہ خبر سنکر سبھی / کیوں نہ ہوں روحِ روانِ مدرسہ جاتا رہا

چھوڑکر روتا بلکتا ہمکو وہ جنت چلا / دل کو دیکے گریۂ صبح و مسا جاتا رہا

کس طرح ہم اس جدائی کو سہیں گے عمر بھر / دیکے بیماروں کو داروئے شفا جاتا رہا

اب نہیں آتا کہیں بھی چین دل کو دوستو / چھوڑکر ہمکو غموں میں مبتلا جاتا رہا

مہربانی شفقتیں تھیں مہرباں کی بیشمار / جوڑکر حق سے ہمارا سلسلہ جاتا رہا

فخر سے کہتے تھے ہم سب جسکو مہتابؔ جہاں

دیکے ہم سب کو نشانِ ارتقاء جاتا رہا

موت العَالِمِ موت العالَم

حضرت محی السنۃ کی وفات پر مشاہیر علماء ہند کے

تعزیتی پیغامات

''حضرت شاہ ابرار الحق اتباعِ سنت میں اسلاف کا نمونہ تھے''
''انہوں نے اصلاحِ ظاہر کے ساتھ اصلاح باطن پر بھی خاص توجہ دی''

(۱) حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

(۲) حضرت مولانا قمر الدین صاحب استاذ دار العلوم دیوبند

(۳) حضرت مولانا مفتی کفیل الرحمٰن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند

(۴) مولانا یعقوب اشرف صاحب اور مولانا شیر علی صاحب دامت فیوظہم

(۵) مفتی عبد الرزاق صاحب امیر شریعت مدھیہ پردیس بھوپال

(۶) محترم جناب کے رحمان خاں ڈپٹی چیرمین راجیہ سبھا نئی دہلی

(۷) محترم جناب عبد الستار یوسف شیخ سیکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

(۸) حضرت مولانا کبیر الدین فاران مسروالا ہماچل پردیس

(۹) حضرت مولانا مستقیم احسن جمعیۃ علماء مہاراشٹر بمبئی

(۱۰) مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی صدر تعلیمی ملی فاؤنڈیشن دہلی

(۱۱) حضرت مولانا محمد ولی رحمانی سیکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

(۱۲) مولانا عمید الزماں کیرانوی جنرل سیکریٹری آل انڈیا مجلس مشاورت دہلی

(۱۳) مولانا محمود خان دریابادی جنرل سیکریٹری علماء کونسل بمبئی

(۱۴) ڈاکٹر صلاح الدین حکیم ممرا بمبئی

(۱۵) محترم حافظ عبد الرزاق مٹھائی والے جمعیۃ علماء احمد آباد

(۱۶) مولانا ادریس صاحب کیسرپوری استاذ مدرسہ آنند

(۱۷) مشاہیر علماء احمد آباد کے مشترکہ تعزیت نامے

(۱)

حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

حضرت شاہ ابرار الحقؒ کی زندگی قرآن وسنت کا عملی نمونہ تھی

امت مسلمہ علوم وعرفان کے ایک روشن آفتاب سے محروم ہوگئی

محی السنۃ حضرت شاہ ابرار الحقؒ کی وفات کی خبر جیسے ہی دارالعلوم دیوبند میں ملی، طلبہ واساتذہ میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کے حکم سے فورا ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ آپ نے ایک تعزیتی بیان میں فرمایا کہ حضرت شاہ ابرار الحق کی پوری زندگی قرآن وسنت کا عملی نمونہ تھی، احیاء سنت آپ کا مشن تھا، اسلامی آداب کے خلاف آپ قطعا کوئی بھی چیز برداشت نہیں کرسکتے تھے، آپ ایک اصول پسند بزرگ تھے، بچپن ہی سے آپ سنت نبوی ﷺ کو زندہ کرنے کے جذبہ سے سرشار تھے۔ شباب کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی آپ نے سلوک ومعرفت کی منزلیں بہت ہی تیزی سے طے کرنی شروع کردی تھی، یہی وجہ تھی کہ جوانی ہی میں آپ کو دیکھ کر حکیم الامت حضرت تھانویؒ جیسے اہل بصیرت بزرگ نے اندازہ کرلیا تھا کہ اس جوان کا دل محبت نبوی سے آباد ہے اور یہ اپنے وقت کا عظیم ''محی السنۃ'' بنے گا، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے جوانی ہی میں آپ کو خلافت سے سرفراز فرمادیا تھا۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی زندگی میں سب سے آخری خلیفہ جنکو بنایا، وہ حضرت شاہ ابرار الحق ہی تھے، آپ اس وقت روئے زمین پر حضرت تھانوی کے سب سے آخری خلیفہ تھے۔ افسوس کے آج ہمارے درمیان سنت نبوی ﷺ کی روشنی بکھیرنے والا یہ عظیم المرتبت بزرگ ہمارے درمیان نہیں رہا۔

(۲) مولانا قمر الدین صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

حضرت شاہ صاحبؒ نے عمر بھر اشاعت دین کے لئے کام کیا اور احیاء سنت ان کی زندگی کا مشن تھا۔ وہ حضرت تھانویؒ کے آخری خلیفہ تھے اور اپنی خدمات کے سبب عالم اسلام میں خاصی شہرت ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ احترام کی نگاہ سے بھی دیکھے جاتے تھے مولانا موصوف نے حضرت شاہؒ کے انتقال کو اپنے نقصان سے تعبیر کیا جسکی تلافی بظاہر مشکل ہے۔

(۳) مفتی کفیل الرحمن صاحب، مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت تھانویؒ ان نادر روزگار شخصیات میں سے تھے کہ جو صدیوں میں کہیں پیدا ہوتی ہے۔ آپ بیک وقت واعظ، مصنف، محدث، مفسر، مرشد اور اسلاف کی تمام خوبیوں سے آراستہ جامعیت کا حیرت انگیز نمونہ تھے۔ آپ کی ذات عالی اس شعر کا صحیح مصداق تھی ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کی بے مثال شخصیت کے فیض سے آپ کے خلفاء وتلامذہ عالم میں آفتاب وماہتاب بن کر ابھرے اور آپ کی اس وصیت کو کہ آپ کے بعد آپ کے جاری کردہ کام بدستور باقی رہیں نہ صرف یہ کہ باقی رکھا بلکہ آپ کے فیضان علمی وعملی کو مزید چار چاند لگا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

حضرت کے فیض یافتگان اور نمایاں خلفاء میں سے ایک حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ جو اس زنجیر زر کی آخری کڑی تھے وہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے اور ''کل نفس علیہا فان'' کا وعدہ ربانی پورا ہوا۔ مولانا مرحوم جس مشن کو لے کر چلے تھے اس پر آخری دم تک قائم اور اس کے فروغ کے لئے کوشاں رہے۔ مرحوم کو قیام مکاتب سے بڑی دلچسپی تھی وہ انہیں دین کے لئے ریڑھ کی ہڈی سمجھتے تھے۔ قرآن شریف کی مع تجوید تعلیم میں بڑا انہماک تھا۔ علم وعمل زہد وتقوی اور تنظیم اوقات میں حضرت تھانویؒ کے نقش قدم پر تھے اور سختی کے ساتھ اس پر عمل پیرا بھی۔

غالبا بہت کم سنی اور نوجوانی ہی میں آپ خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے حضرت تھانویؒ جیسی محتاط وباریک بیں شخصیت کا آپ کو نوعمری میں خلافت سے سرفراز فرمانا مرحوم کی اہلیت اور صالحیت کی نمایاں علامت ہے۔

اللہ تعالی مرحوم کو اعلی درجات آخرت سے نوازے اور انکے فیض یافتگان کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

(۴) مولانا یعقوب اشرف صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ راندیر

مولانا شیر علی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ترکیسر

حضرت شاہ صاحبؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر

میرے دل پر بجلی بن کر گری ہے۔ حضرت شاہ کا سب سے بڑا دینی وایمانی کارنامہ حضور ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنا ہے اس دور میں جو فساد امت کا زمانہ ہے اور ایک سنت کو زندہ کرنا سو شہیدوں کے اجر وثواب کا حامل ہے اسی بنا پر آپ محی السنۃ کے لقب سے پکارے گئے۔ ہم تمام اہل گجرات اس وقت مغموم ہیں اور اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ حضرت شاہ کے درجات بلند فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ان کے مشن کو فروغ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۵) مفتی عبدالرزاق صاحب امیر شریعت بھوپال

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ انابت الی اللہ سے سرشاری کے ساتھ واقف اسرار شریعت بھی تھے۔ دین سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا، فرائض کا اہتمام اور سنت کی پاسداری آپ کے روز مرہ کا معمول تھا، آپ کے ہر ہر عمل سے عشق ومحبت کی چاشنی ٹپکتی تھی، آپ ان بزرگوں میں تھے جو کسی بھی خلاف ضابطہ عمل اور شریعت کے دائرہ خارج کسی بھی بات پر فورا نکیر فرمادیتے، آپ اپنے اس محبوب عمل ہی کی بنیاد پر معاصر علمائے کرام اور عالم اسلام میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے، آپ کے ممتاز مقام اور نمایاں حیثیت کی شہرت دور وقریب ہر جگہ ہوئی، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ آپ اپنے اس عمل ہی کی وجہ سے سارے زمانہ اور پورے عالم پر چھا گئے۔

میرا کمال عشق بس اتنا ہے اے جگر ☆ وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

(۶) محترم جناب کے رحمان خان ڈپٹی چیرمین راجیہ سبھائی دہلی

بلاشبہ حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ سانحہ ارتحال ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ حضرت شاہؒ کی وفات ایک عہد کا خاتمہ ہے۔ حضرت شاہؒ کی زندگی سنت وسیرت نبوی کی عملی کتاب تھی۔ سنت کے حوالے سے آپ کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اللہ رب جلیل کے حضور میری دعا ہے کہ وہ ان کے درجات کو بلند سے بلند اور متعلقین پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

(۷) جناب عبدالستار یوسف شیخ بمبئی سیکریٹری مسلم پرسنل...

ہارٹ اٹیک سے شفایابی کی وظیفہ

حضرت شاہ ابرار الحق صاحب کی وفات سے ملت اسلامیہ نے ایک روحانی پیشوا اور معلم اخلاق کھودیا ہے، حضرت کو اس نیاز مند سے گہرا تعلق تھا وہ جب بھی بمبئی تشریف لاتے تو مجھے یاد فرماتے اور اپنے فیوض وبرکات سے مجھے نوازتے، میری علالت کے زمانہ میں جب مجھے ہارٹ اٹیک ہوا تھا تو حضرت میرے گھر تشریف لائے اور مجھے یہ دعا سکھلائی اور بتایا کہ ہر نماز کے دوران فرض رکعتوں کے بعد تین بار درود شریف پڑھو پھر یا قادر القوی المقتدر قوینی و قلبی پڑھو پھر تین بار درود شریف پڑھو اسکے علاوہ صبح شام گیارہ بار درود شریف پھر اکیس بیالیس ۱۴۲ بار یا سلام یا سلام یا سلام پھر گیارہ بار درود شریف پڑھا کرو خدا کے فضل وکرم سے اس دعا سے مجھے افاقہ ہوا اور میں شفایاب ہوا آج میں عمر کی ۸۵ رمنزل میں ہوں اور خدا مجھ سے کام لے رہا ہے۔

مولانا اپنے نیازمندوں کے درد اور فکر کو خود اوڑھ لیتے، انہیں اپنے متعلقین سے گہری محبت تھی میرے ساتھ کئی واقعات پیش آئے جن میں میری پریشانی اور اضطراب کو حضرت نے بغیر بیان کئے محسوس کیا اور تسلی وتسکین کا سامان مہیا کیا، حضرت شاہ ابرار الحق صاحبؒ ہر ہر لمحہ دین کے فروغ اور بندگان خدا کی اصلاح کے لئے فکر مند رہتے۔

(۸) مولانا کبیر الدین فاران مسرو ۱۱ (ہماچل پردیش)

دنیا نے حضرت شاہؒ کو سنت نبوی ﷺ کا کامل پیروکار تسلیم کیا غرض یہ کہ حضرت کی زندگی کتاب وسنت کا کھلا باب تھی یاد رکھئے اگر اسوۂ رسول ﷺ سے ہماری زندگی خالی اور امت کے درد اور اسکی فکر سے غافل رہی تو اللہ تعالی دوسروں کے دلوں سے ہماری اہمیت نکال دیگا اور اس احاطے کو بھی بے نور کردیگا جہاں ہم رہتے ہیں۔

(۹) حضرت مولانا مستقیم احسن جمعیۃ علماء مہاراشٹر بمبئی

حضرت محی السنۃؒ کی ذات گرامی پوری ملت اسلامیہ کیلئے ایک عظیم اثاثہ تھی جس پر پورا عالم اسلام تعزیت کا مستحق ہے۔

(۱۰)

مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی صدر تعلیمی وملی فاؤنڈیشن دہلی

ملت ایک ایسے روحانی بزرگ سے محروم ہوگئی ہے جو قدم قدم پر سنت کو زندہ رکھتے تھے۔ وہ اتباع سنت میں اسلاف کا نمونہ تھے حضرت شاہؒ نے اصلاح ظاہر کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن پر بھی خاص توجہ دی۔

(۱۱)

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی سیکریٹری آل انڈیا مجلس مشاورت

حضرت شاہؒ نے اپنے مرشد حضرت تھانویؒ کے

• مزاج وانداز کو اپنے وجود میں جذب کرلیا تھا۔ وہ اکابر کی امانتوں کے امین، بزرگوں کی روایتوں کے نمائندہ اور اسلاف کی جیتی جاگتی صورت تھے ان کا انتقال تصوف کے ایک باب کا خاتمہ ہے اللہ تعالیٰ انکے مدارج بلند فرمائیں۔

(۱۲)

مولانا عمید الزماں کیرانوی جنرل سیکریٹری آل انڈیا مجلس...

حضرت شاہ صاحبؒ اپنے پیرومرشد حضرت تھانویؒ

• کی طرح اصول وضوابط کی پابندی کرنے اور دوسروں سے بھی اس پابندی کا بے حد اہتمام کرتے تھے۔ انکی خصوصیات میں نفاست پسندی بھی تھی جس میں عام طور پر مسلمان کوتاہی برتتے ہیں حضرت شاہؒ کے یہاں اس پر بڑی شدت سے عمل ہوتا تھا اللہ کرے کہ ان سے کسب فیض کرنے والے اصول دین پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اس پہلو کو بھی اتنی ہی اہمیت دیں گے جتنی کہ حضرت شاہؒ نے زندگی بھر دی ہے۔

(۱۳) مولانا محمود خان دریابادی جنرل سیکریٹری علماء کونسل بمبئی

حضرت شاہ صاحبؒ کی رحلت سے مجھے ذاتی طور پر بھی بڑا صدمہ پہنچا ہے تاہم اللہ کی ذات سے یہ بعید نہیں کہ انؒ کی رحلت سے پیدا ہونے والے خلا کو وہ پر کردے۔ اس دور میں حضرت شاہؒ کا عظیم کارنامہ احیاء سنت ہے اور بالخصوص تلاوت قرآن کی تصحیح کو عام کرنے کا سہرا بھی ان ہی کے سر ہے۔ انہوں نے دعوت الحق کے ذریعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کا حق بھی ادا کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ انہیں صحیح معنوں میں خراج عقیدت پیش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم ان کے مشن اور ان کے کام کو انہیں کی طرح کرنے کی کوشش کریں کہ اس کی آج زیادہ ضرورت ہے اللہ ہم سبکو توفیق دے۔

(۱۴) ڈاکٹر صلاح الدین حکیم ممبرا بمبئی

"حضرت شاہ صاحبؒ ہم سبکو سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے مگر خود بھی اس پر کس درجہ عامل تھے۔ میں اللہ سے ملتجی ہوں کہ وہ ہمارے مرشد کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو انؒ کے کردار کو اپنانے کی توفیق دے یہی انکا بھی مطلوب تھا۔

(۱۵) محترم حافظ عبدالرزاق مٹھائی والے جمعیۃ علماء احمد آباد

موت اپنے ساتھ لیجائیگی تو کتنے جنازے
بزم امکاں میں ہوا جاتا ہے اب تو ہو کا عالم

کل نفس ذائقۃ الموت ایسی ابدی حقیقت ہے جس سے کوئی ذی روح مستثنیٰ نہیں ہے جو آیا ہے اسے ایک دن جانا ہے حضرت محی السنۃ بھی ۱۷رمئی ۲۰۰۵ء کی شب میں اس عالم فانی سے دار باقی کی طرف کوچ کرگئے لیکن نہ جانے کیوں اب تک دل کو اس بات کا یقین نہیں آتا حضرت مولانا ہردوئی نے اپنی پوری زندگی فروغ سنت کے لئے وقف کردی تھی وہ جہاں بھی جاتے وہاں سے سنتوں کی خوشبو آنے لگتی تھی بے شک حضرت ہردوئی کا حادثہ وفات ایک عالمی حادثہ ہے آپ ان علمائے ربانیین میں سے تھے جنکی موت کو عالم کی موت کہا گیا ہے آپ کا حادثہ وفات ایک فرد واحد، ایک خاندان کا حادثہ نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا حادثہ ہے لہذا ہم سب ایک دوسرے کی تعزیت کے مستحق ہیں۔ ہمارے اس زمانہ میں حضرت والا کی ذات گرامی عالمگیر پیمانہ پر احیاء سنت، اصلاح باطنی اور دینی بیداری کا منبع اور مرکز تھی آپ مکمل طور پر اسلاف کے نمونہ تھے آپ سے اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی تھی بڑے بڑے علماء کرام اور شیوخ حدیث کے لئے آپ کی ذات بابرکت پورے برصغیر میں مرجع کی حیثیت رکھتی تھی جو آپ کے عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ سنت اور حدیث کا فرق میں نے آپ کی مجلس مبارکہ سے سیکھا۔ گجرات بھر میں شاید تنہا آپ کے جامعہ ابن عباسؓ کو یہ فخر حاصل ہے کہ انکی تاسیس ایسے باکمال روحانی، ولی صفت شخصیت کے دست مبارک سے آپ نے رکھوائی جسکی برکت سے احمد آباد کی تاریخ میں پہلی بار دورہ تفسیر اور دورہ حدیث کے مبارک سلسلہ کا آغاز ہوا۔

(۱۶)

مولانا ادریس صاحب کیسر پوری: مدرس جامعہ تعلیم الاسلام آنند

انکی باتیں ہمیشہ یاد رہیں گی

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد انسانوں کی رہنمائی وھدایت کے لئے سلسلۂ نبوت توختم ہو چکا لیکن اللہ رب العزت نے مختلف دور میں ایسے لوگ ضرور پیدا کئے ہیں جن سے اُمت محمدیہ کی اصلاح ورہنمائی ہوتی رہے قیامت کے قریب سب سے پہلے قرآن اُٹھایا جائیگا۔ ایسے نازک دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہم کمزور ایمان والوں کے لئے مشعل راہ شخصیتوں کا انتخاب فرمایا یہ اُسکا کرم وفضل ہے اور ایسی شخصیتیں ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ ہوتی ہیں جن میں سے ایک حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب بھی ہیں جن کی قدر دانی آپ کی زندگی میں ہم نہیں کر سکے جس کا افسوس ہے۔

میری پہلی ملاقات حضرت والا سے تب ہوئی جبکہ حضرت مولانا عبدالاحد صاحب کی دعوت پر ایک دارالتفسیر کی بنیاد رکھنے کے لئے تاراپور تشریف لائے۔ اس وقت مولانا تاراپوری گجرات کے مرکزی شہر احمد آباد میں ایک زمین منتخب کر چکے تھے وہیں سنگ بنیاد کے لیے تاراپور سے احمد آباد کے سفر میں حضرت والا کے ساتھ گاڑی میں اور لوگوں کے ساتھ اس حقیر فقیر کو بھی موقع فراہم ہو گیا۔ دوران سفر حضرت والا کے پندونصائح سے فیضیاب ہوتے رہے۔ ایک موقع پر گاڑی سے اترتے وقت حضرت نے جھلوڈانٹا اور دوبارہ گاڑی پر چڑھکر مسنون طریقہ سے اترنا سکھایا لیکن پہلی ملاقات اور پھر حضرت والا کی ڈانٹ کے باوجود میرے دل میں ذرہ برابر بھی خدشہ نہیں ہوا بلکہ اس ڈانٹ میں مجھے جو شفقت نظر آئی وہ شفقت شاذ ونادر ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔

اسکے بعد غالباً عصر کے قریب سرخیز احمد آباد پہنچنا ہوا جہاں مولانا تاراپوری نے زمین خریدی تھی۔ وہ جگہ عام شاہ راہ کے کنارہ پر درگاہ حضرت شیخ احمد کھٹو کے راستے میں ہے اس زمین کے جنوب میں انگریز کا قایم کردہ ایک تفریحی مسافر خانہ کی قدیم عمارت ہے اور شمال کی جانب سرخیز کا مشہور تالاب ہے جسکے اردگرد خانقاہ حضرت شیخ احمد کھٹو، ایک بڑی مسجد، مزار سلطان محمود بیگڑہ، وغیرہ واقاف موجود ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد چونکہ عصر کا وقت تھا اس لئے قریب کی ایک چھوٹی مسجد میں حضرت والا مع قافلہ کے تشریف لے گئے، اس مسجد میں رومال تولئے وغیرہ مسجد کی حد میں لٹکے ہوئے اور قرآن کے پھٹے پرانے نسخے بغیر جزدان کے حضرت نے دیکھے تو بعد جماعت کے مقتدیوں کو اپنے خصوصی انداز سے مشفقانہ نصیحت کی۔

اسکے بعد مذکورہ زمین پر حضرت نے تاسیسی دعا فرمائی جس میں شہر کے خواص علماء میں سے حضرت مولانا مختار احمد فاروقی، حضرت مولانا شمس الدین بستوی شیخ الحدیث مدرسہ انوارالعلوم آستوریہ، حضرت مولانا عبدالودود صاحب، قاری بشیر احمد صاحب، مولانا فضل الرحیم صاحب، مفتی شیر محمد صاحب، حافظ ادریس ابن فضل بھائی، مولوی اقبال صاحب بستوی خطیب قلندری مسجد وغیرہ نمایاں شخصیتیں موجود تھیں۔

اس وقت اُمت کے ان علمبرداروں کے چہروں پر جو خوشی اور اُمید کی جوکرنیں نظر آرہی تھیں وہ بیان کرنے کیلئے الفاظ نہیں ملتے۔ لیکن ایسا محسوس ہورہا تھا کہ جہاں ایک طرف حضرت شاہ ابرارالحق صاحبؒ نورانی قاعدہ کے ذریعہ امت کے عوام کا قرآن پڑھنا درست کررہے ہیں وہاں دوسری طرف اپنے خلیفہ مولانا تاراپوری کے ذریعہ امت کے علماء کو تفسیر قرآن سمجھانے میں بھی اپنی توجہ لگا رہے ہیں۔ اور اسکی اشد ضرورت بھی ہے چونکہ درس نظامی میں حدیث کی طرف زیادہ رجحان ہے اور دورۂ حدیث پر اس کا اختتام ہے اسلیے اس طرف محنت میں کمی پائی جاتی ہے لہذا تخصص فی الحدیث کی طرح تخصص فی التفسیر یا دورۂ تفسیر جو بھی نام رکھو ہونا چاہیے اور اس کا رواج بھی پڑ جائے اسلئے اس علمی درس گاہ کا بننا بھی ضروری تھا جو آج الحمدللہ بنکر اپنے مقصد کی طرف گامزن ہے۔

اس طرح گجرات میں حضرت والا کی عمیق و دوراندیشی نگاہوں کے تحت ایک معیاری درسگاہ یعنی جامعہ ابن عباس کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اسی سفر میں حضرت والا کو میں نے دیکھا کہ آپ ریلوے اسٹیشن پر ٹکٹ لینے کے لئے بذات خود کھڑے ہیں حالانکہ خدام ومیزبان معاونین موجود ہیں پھر بھی آپ قطار میں کھڑے ہیں۔ یہ سید القوم خادمھم کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ اور ٹکٹ مل جانے کے بعد گاڑی کے لگنے یا چلنے کی دیری کے سبب حضرت اس بات کو گوارہ نہیں کرتے کہ وقت ضائع ہو، چنانچہ مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ تھوڑا قرآن سنادو، میں نے ایک رکوع پڑھکر سنایا پھر فرمایا کہ ذرا رکوع کرکے دکھادو پس میں نے رکوع کیا۔ ان دونوں چیزوں سے حضرت بہت مطمئن ہوئے اور فرمایا کہ مدرسین کی قرآت اور نماز بھی صحیح ہونی چاہئے۔

یہ واقعہ یوں پڑھنے لینے یا سن لینے میں تو بہت آسان ہے لیکن ذرا ایمانی فراست والی نگاہ سے دیکھا جائے تو حضرت شاہ صاحب کی اتباع سنت، وقت کی قدر، ساتھیوں کی خدمت، امر بالمعروف والنھی عن المنکر، اصلاح المسلمین، آداب زندگی، ترک لایعنی وغیرہ کتنے اوصاف چھپے ہوئے ہیں۔ اللہ کرے کہ ان کے چند ذرات ہمیں بھی نصیب ہوں اور ہمارے لئے یہ لمحے جو ہم نے اولیاء اللہ کی صحبت میں گذارے ہیں اس کو قبر وحشر میں نجات کا ذریعہ بنائے۔

اس سفر کے بعد جب جب حضرت والا کی آمد گجرات میں ہوتی دل بے قرار ہوتا کہ آپ کی صحبت مل جائے لیکن کبھی قلت وقت، کبھی

درسی مشغولی یا کسی ذاتی بیماری کی وجہ سے معذور ہو جاتا پھر کسی صحبت یافتہ سے حالات معلوم کرتا تو حضرت والاؒ کے مذکورہ اوصاف کی ہی جھلکیاں نظر آتیں۔ مثلاً ایک صاحب نے فرمایا کہ ایک جگہ حضرت بیت الخلاء گئے۔ وہاں بیت الخلاء میں استنجے کے لئے ٹنگی (ٹونٹی) والے لوٹے کے بجائے ڈول رکھی ہوئی تھی۔ ضلع کھیڑا میں ڈولیں رکھنے کا رواج ہے۔ حالانکہ ڈول سے طہارت پوری نہیں ہوتی اور پانی زیادہ ضائع ہوتا ہے۔ اسکے بجائے ٹنگی (ٹونٹی) والے لوٹے سے کم پانی میں طہارت مکمل ہو جاتی ہے اس پر بھی حضرت نے تنبیہ فرمائی تھی کہ ٹنگی (ٹونٹی) والے لوٹوں کا رواج عام کرو۔

ایک اور واقعہ ایک معتبر آدمی نے سنایا کہ ایک مدرسہ میں حضرت کو وعظ کے لئے بلایا چنانچہ حضرت تشریف لائے اور بجائے دفتر کہ سیدھے مسجد میں پہنچے اور وعظ شروع کر دیا تقریباً چالیس منٹ بیان ہوا اسکے بعد فوراً گاڑی میں سوار ہو کر چلنے لگے تو مدرسہ والوں نے دفتر میں بلایا اور ناشتہ کی درخواست کی۔ لیکن حضرت نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے وعظ کے لیے بلایا تھا سو میں نے کر دیا اب اُجرت میں ناشتہ لینا درست نہیں اور مدرسہ کے پیسوں سے خریدا ہوا ناشتہ تو قطعاً جائز نہیں۔ اس پر مقامی تاجر نے کہا میں مدرسے میں اتنی رقم دے دونگا تو فرمایا اب بعد میں کی گئی نیت قابل قبول نہیں انشاء اللہ آپ کی دعوت بعد میں قبول کی جائیگی اور فی الحال لہٰذا ناشتہ کے پیسے مدرسے میں دے دو اور ناشتہ یتیم طلباء کو کھلا دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ اللہ کیا بزرگوں کے اصلاح کرنے کے طور وطریق تھے۔ پس معلوم ہو کہ یہ اوصاف صحبت اولیاء اللہ ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِی نَعِیْمٍ میں ہم کو بھی شامل کرلے۔ آمین

(۱۷) حضرت محی السنۃ علیہ الرحمۃ کی وفات پر مشاہیر علماء احمد آباد کی جانب سے مشترکہ تعزیت نامہ

اس قحط الرجال کے دور میں بزم اشرف کے آخری چراغ کے بجھ جانے سے عالم اسلام میں اندھیرا چھا گیا ہے حضرت محی السنۃ گلزار سنت کے ایسے مہکتے پھول تھے جسکی خوشبو سے دینی زندگی مہک جاتی تھی، حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت محی السنۃ اس زمانہ میں احیاء سنت کی تحریک کے مرکز تھے حضرت محی السنۃ کی وفات سے آج ہم سب یتیم ہوگئے ہیں

لیس الیتیم الذی قد مات والدہ
ان الیتیم یتیم العلم والادب

بیشک حضرت محی السنۃ آج ہم میں نہیں ہیں لیکن وہ ہمارے سب کے دلوں میں آج بھی اور مستقبل میں بھی زندہ رہینگے۔

موت التقی حیات لا نفاذ لہ　قد مات قوم وھم فی الناس احیاء

اس زمانہ کا المیہ یہی ہے کہ جو شخص اٹھ جاتا ہے اسکی جگہ پر کرنے والا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا یہ بات دوسروں کیلئے صحیح ہو یا نہ ہو مگر حضرت محی السنۃ کیلئے یہ حرف بحرف صحیح ہے اس عالمی المیہ اور سانحہ نے لاکھوں انسانوں کو مغموم کر دیا اللہ تعالیٰ پوری امت کو عموماً اور پسماندگان اور خواص امت کو خصوصاً صبر جمیل عطا فرمائیں آمین یارب العالمین۔

والسلام مع الاکرام

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب امیر تبلیغ گجرات، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب صدر جمعیۃ علماء گجرات، حضرت مولانا مفتی احمد القاسمی سیکریٹری جمعیۃ علماء گجرات، ناظم جامعہ کاشف العلوم شاہپور، قاری عبدالحی انصاری مدرسہ فیض العلوم باپونگر، مولانا عبدالحنان انصاری روبن بیکری چمن پورہ، ڈاکٹر فاروق احمد قاسمی بستوی شفا کلینک رکھیال روڈ، مفسر قرآن مفتی محمد ارشد خطیب مسجد القریشی، ڈاکٹر محمد علی یونانی دواخانہ باپونگر، مولانا اقبال احمد قاسمی خطیب قلندری مسجد، مولانا منظور احمد قاسمی خطیب دانی لمیڑا، قاری محمد علی خانپوری، مفتی ظفیر نعمان بستوی سابق معین استاذ دارالعلوم دیوبند، حاجی بلال احمد شیخ رکن حج کمیٹی گجرات، حاجی مصطفیٰ شیخ انالین بیکری، حافظ انیس منیری لکچرار شمس اسکول رکھیال، مفتی شیر محمد قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، حکیم عبدالرزاق قاسمی، مولانا طاہر خاں خطیب شجاعت خاں، حاجی اسماعیل اانٹ محمد حنیف عرب الخطیب الحاج ابراہیم صدیقی سیکریٹری جمعیۃ علماء گجرات، حافظ ایوب صاحب صدر تعمیر ملت گجرات، مولانا محبوب الرحمٰن ناظم جامعہ قاسم العلوم انصار نگر، ڈاکٹر نثار احمد انصاری، پروفیسر محی الدین بمبئی والے، سید احمد حسین حبیب بکڈپو احمد آباد، جناب احمد میاں شیخ انچارج پروگرام جمعیۃ علماء، شفیق احمد انصاری باپونگر، ڈاکٹر زبیر احمد قریشی، ڈاکٹر فیصل مدنی کلنک احمد آباد، قاری بشیر احمد صاحب خطیب پتھر والی مسجد آسٹوڑیہ، حضرت مولانا عبدالودود صاحب۔ ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری صاحب مولانا مختار احمد فاروقی فاضل دیوبند۔

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق نور اللہ مرقدہ
جرائد و رسائل کے آئینہ میں

نمبر شمار	تاثرات	نام رسائل	اشاعت
(۱)	ملت کا عظیم خسارہ (سید عبد الباری)	ملی اتحاد نئی دہلی	مئی ۲۰۰۵ء
(۲)	(محمود عالم)	اردو بک ریویو نئی دہلی	مئی، جون ۲۰۰۵ء
(۳)	صریر خامہ (مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری)	محدث عصر دیوبند	جون ۲۰۰۵ء
(۴)	آہ! حضرت مولانا.... (عمیر الصدیق)	معارف اعظم گڑھ	جون ۲۰۰۵ء
(۵)	داغ مفارقت (شاہد لطیف)	روزنامہ انقلاب بمبئی	جون ۲۰۰۵ء
(۶)	جس سے تھا روشن جہاں... (مفتی ابو الکلام)	دین مبین بھوپال	جون ۲۰۰۵ء
(۷)	کریں گے یاد تجھکو.... (مولانا سید سلمان صاحب)	مظاہر علوم سہارنپور	جون ۲۰۰۵ء
(۸)	حضرت مولانا شاہ ابرار الحق... (مولانا محمد ناظم ندوی)	حراء کا پیغام مانک مئو	جون ۲۰۰۵ء
(۹)	وقعت الواقعۃ (مولانا حبیب الرحمن اعظمی)	دار العلوم دیوبند	جون ۲۰۰۵ء
(۱۰)	صدق وصفا اور دعوت حق کے علمبردار... (عبید اقبال عاصم)	ہدایت کا راستہ نئی دہلی	جولائی ۲۰۰۵ء
(۱۱)	ولی صفت شخصیت (رضوان احمد ندوی)	جہان کتب دہلی	جولائی ۲۰۰۵ء
(۱۲)	ایک شمع رہ گئی تھی.. (سرور عالم رحمانی)	المحمود میرٹھ	جولائی ۲۰۰۵ء
(۱۳)	وصال پر ملال (مفتی بلال احمد شیروانی)	فیضان اشرف سرائے میر اعظم گڑھ	جولائی ۲۰۰۵ء
(۱۴)	محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی (محمد شمیم الہ آبادی)	مفتاح الخیر جلال آباد	جولائی ۲۰۰۵ء

شاہ ابرار الحق کی وفات ملت کا عظیم خسارہ اسلام کی روشن روایات کا امین رخصت

ہردوئی اترپردیش میں حال ہی میں مسلمانان ہند اور اسلام کے اہم خادم اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے آخری خلیفہ مجاز حضرت شاہ ابرار الحق کا انتقال پوری ملت کا عظیم خسارہ ہے۔ انہوں نے ادارہ دعوت الحق کے قیام اور اس ادارہ کے ذریعہ بے شمار علماء، حفاظ قاری اور داعیان حق کی تربیت اور تبلیغ و توسیع اسلام کے لئے انہیں مختلف مقامات پر مبعوث کرنے کا جو گرانقدر کارنامہ انجام دیا اسے کبھی فراموش نہ کیا جاسکے گا۔ حضرت شاہ ابرار الحق نے ہردوئی کے ایک متمول و معزز خاندان میں آنکھ کھولی۔ ان کے والد محترم ایک ممتاز وکیل تھے اور انہوں نے اپنے دو بیٹوں میں ایک کو جدید تعلیم کے لئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھیجا لیکن دوسرے بیٹے کو خدمت دین کے لئے منتخب کیا۔ شاہ ابرار الحق کی تعلیم مظاہر العلوم سہارنپور میں ہوئی جہاں انہیں ہیرے کی طرح تراش خراش کرتا بناک بنانے کا کارنامہ ان کے استاذ مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ نے انجام دیا جنہیں اپنے اس شاگرد پر فخر تھا اور اسے وہ اپنی نجات کا ذریعہ تصور کرتے تھے۔ شاہ ابرار الحق نے اپنے شہر ہردوئی کو ایک بہت بڑا مرکز تبلیغ و تربیت بنا دیا۔ وہ حضرت اشرف علی تھانوی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے اپنی وسیع و عریض آبائی کوٹھی اور اس کا کشادہ احاطہ ایک بڑے مدرسہ اور مرکز دعوت الحق کے قیام کے لئے وقف کر دیا۔ وہ نہایت خاموشی سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے کام میں مصروف رہے۔ ہر طرح کی دنیاوی کشش سے بے نیاز رہے۔ انہوں نے مدرسہ اور ادارہ کو کبھی اپنی شہرت اور حصول زر کا ذریعہ نہیں بنایا اور حضرت تھانوی کی تابناک تربیتی، دعوتی و حکیمانہ روایات کو آخر تک برقرار رکھا۔ مرحوم کو ملی کونسل سے خاص تعلق تھا اور وہ اس کے لئے دعا فرماتے تھے۔ قاری صدیق باندویؒ کی وفات کے بعد حضرت ابرار الحق کی جدائی ملت کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ خدا اس خلا کو ایسے ہی عظیم انسانوں کے ذریعہ پر کرے۔ آمین۔

ماہنامہ ملی اتحاد نئی دہلی (مئی ۲۰۰۵ء)

مولانا شاہ ابرار الحق (خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء کی شب اس عالم فانی سے دار فانی کی جانب کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا فرمایا کرتے تھے کہ جو جہاں انتقال کرے وہیں اس کی تدفین کر دی جائے اور تدفین میں جلدی کی جائے۔ لہٰذا حضرت مولانا کے اس فرمان پر عمل کیا گیا لوگوں کے پہنچنے کا انتظار نہیں کیا گیا۔

مولانا ابرار الحق حقی کے انتقال پر ملک کے بے شمار نامور علماء کرام، دانشوران، مدارس، ملی اور دینی تنظیموں نے اظہار تعزیت کیا۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا کی ۸۵ سالہ زندگی اصلاح امت اور احیاء سنت سے عبارت تھی۔ انہیں ۵۰ مرتبہ حج بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور ۲۵ ممالک کے دورے میں انہوں نے اسلام کی اشاعت کو فروغ دیا۔ چند سال قبل ہی پاکستان میں مجالس ابرار کے نام سے کئی جلدوں میں آپ کے افادات طبع ہوئے جو انسانوں کے ذہن و فکر کی اصلاح اور قلب و نظر کے تزکیہ پر ایک جامع کتاب تصور کی جاتی ہے۔

مولانا مرحوم نے ہندوستان کے تمام صوبوں کے علاوہ جنوبی افریقہ، امریکہ، لندن اور بنگلہ دیش میں قرآن کے مکتب قائم کئے۔

ہفت روزہ نیشنل ریویو

(مئی۔ جون ۲۰۰۵ء)

صریر خامہ

حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیری زید مجدہم

کون ہے جو دنیا میں رہنے کے لئے آیا ہے؟ کہ یہ دنیا خود ہی عدم سے وجود آشنا ہوئی اور بالآخر ایک بار پھر عدم سے بغل گیر ہو جائے گی، دنیا میں کسی کے لئے بقاء و دوام مقدر ہوتا تو لاریب

النبی الامی القریشی سیدنا وسید الانبیاء حضور ختم المرسلین اسکے سب
سے زیادہ سزاوار تھے کہ آدمی کے لئے دنیا بسائی اور سجائی گئی تصور
کیجئے رعب وجلال کے پیکر عظیم سیدنا فاروق اعظمؓ یہ باور کرنے کو قطعی
طور پر تیار نہیں کہ آقاء نامدار تاجدار کائنات ارض وسما بھی موت کے
آغوش میں جاسکتے ہیں مگر صداقت یہ تھی کہ آپ دنیائے فانی کو
الوداع کہہ کر اپنے رب قادر وقدیر کے حضور میں پہنچ چکے تھے سیدنا
صدیق اکبرؓ ہی متنبہ ہوا۔

اس دنیا میں نہ اولوالعظم رسل رہے واونہ اصحاب
عزیمت اولیاء، اور نہ جبال العلوم علماء، فقہائے محدثین، مفسرین اور
نہ زہاد وعباد نہیں جلال وجبروت کے مالک شاہان عالم پھر حضرت
مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ بھلا کیونکہ داغ مفارقت دیکر نہ
جاتے گئے اور خود تو بڑی دھوم دھام سے مگر در جنوں سینکڑوں ہزاروں
لاکھوں انسانوں کو نہیں کروڑوں بندگان خدا کو سراپا گریہ وماتم بناکر
حضرت مولانا کی ابتدائی زندگی کی مشکلات وپریشانیاں کم ہی لوگوں
کے علم میں ہوگی لوگ تو انکی آخری زندگی کی مقبولیت ومرجعیت ہی کو
دیکھ رہے تھے لیکن یہ حقیر فقیر مولانا کو بہت دنوں سے جانتا پہچانتا ہے
تنگی وپریشانی میں اپنے مشن سے ایک لمحہ غافل ہے اور نہیں آسائش
وراحت میں اس سے ادنیٰ درجہ کی بے اعتنائی گوارہ فرمائی حدیث
شریف میں اس عمل کو خیر الاعمال کی سند عطا ہوئی ہے جو تسلسل و
استمرار سے جاری رہے لاریب مولانا نے اپنے مرشد حکیم ودانا کی
ہدایات پر مجلس دعوۃ الحق اور پھر اشرف المدارس کے ذریعہ جس مشن
کو سنجالا اسے حالات کی مخالفت ومساعدت ووسائل کی تنگی وفراخی
ہر دو حال میں پوری عزم وحوصلہ جذبہ وولولہ کے ساتھ جاری رکھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی کو محدث
کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ نے "ریحانۃ الہند" کے
گراں قدر خطاب سے سرفراز کیا تھا اس ہیچ میچ سیاہ کار کی نظر میں
حضرت مولانا ابرار الحق صاحب بجا طور پر اس عصر میں "ریحانۃ
العلماء" تھے کوتاہ اندیش اور کوتاہ بیں لوگ ممکن ہے اسکی بابت تردید
وتردد کے شکار ہوں مگر ہے کوئی جو مرشد تھانویؒ جیسا حکیم الامت اور
مولانا ابرار الحق جیسا اس حکیم الامت کا ساختہ وپرداختہ پیش کریں
جو محض ۲۲ سال کی عمر میں مرشد تھانویؒ نے خرقہ خلافت سے نوازا
جس کے یہاں بیعت ہونے کے لئے بھی بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے
تھے چہ جائیکہ خلافت واجازت۔

رب کریم ورحیم کی ذات سے قوی امید ہے کہ حضرت
مولانا ابرار الحق صاحبؒ پر انکی رحمت کی بارشیں نازل ہورہی
ہوگی خدا کرے انکی قبر تا ابد نور سے منور اور انکی ذات سے جاری
والا فیض ہمیشہ باقی رہے۔ آمین۔

ماہنامہ محدث عصر دیوبند

جون ۲۰۰۵ء

آہ۔۔حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقیؒ

وہ حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی بزم دوشیں کی آخری شمع
تھے، مولانا تھانویؒ سے براہ راست اکتساب فیض کی نسبت ان کی دینی
واصلاحی خدمات کی عظمت ووسعت اور فیض یافتگان کی بے مثال
کثرت میں ہمیشہ برکت کا سبب بنی رہی، مولانا تھانویؒ کے متعلق
اہل دل کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ان کے زمانے کے
باصلاحیت لوگوں کو ان کے گرد جمع فرمادیا تھا" اس کی تصدیق واقعتاً
حضرت تھانویؒ کے سینکڑوں خلفاء اور ہزاروں مریدوں کے جائزے
سے ہوتی ہے جن میں ہر شخص آفتاب وماہتاب تھا، مولانا تھانویؒ کی
مشہور اصول پسند اور صحبت وبیعت کی اجازت کے باب میں شدت
احتیاط کے باوجود ایک نوعمر کو خلافت واجازت عطا کیے جانے سے کم
سن مرید کی صلاحیت وعظمت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں جس کی بعد کی
زندگی کے ہر نقش نے ثابت کیا کہ نگاہ مرشد کیسی جوہر شناس تھی۔

مولانا ابرار الحق سے قبل ان کے والد ماجد مولوی محمود
الحق حقی بھی مولانا تھانویؒ کے دست گرفتہ اور مجاز صحبت تھے،
مولانا تھانویؒ نے ایک بار اپنے ملفوظات میں معاملات کو دین
سے الگ سمجھنے اور رکھنے کی بابت فرمایا کہ "لوگوں نے تو معاملات کو
دین سے الگ ہی سمجھ لیا ہے حتی کہ علماء تقریریں کرتے ہیں وعظ
کرتے ہیں لوگوں کو دین کی تعلیم کرتے ہیں مگر کہیں معاملات کا ذکر
نہیں آتا، اس ضمن میں انہوں نے مولوی محمود الحق حقیؒ کا حوالہ دیا کہ وہ
ہردوئی سے آئے اور کہنے لگے میں آج کل تصانیف دیکھتا ہوں، ان
میں نماز روزے کے تو مسائل ہوتے ہیں مگر معاملات کی صفائی کا ذکر

نہیں، اس کی وجہ میری سمجھ میں یہی آتی ہے کہ جن کے معاملات خود صاف ہوں وہ دوسروں کو بھی تعلیم کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں، آج کل کے لوگ جو دوسروں کو اس کی تعلیم نہیں کرتے تو اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خود ان کے معاملات صاف نہیں، مولوی محمود الحق کی عقیدت اس سے بھی ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کے اصرار کے علی الرغم صاحب زادہ ابرار الحق کی شادی حضرت تھانویؒ کی منشاء و مرضی کے مطابق ڈاکٹر احمد علی شاہ کی صاحب زادی سے کر دی۔

مولوی محمود الحق خود معاملات کی صفائی اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھنے کے لئے شہرت رکھتے ہیں، وہ ایک اے او کالج کے تعلیم یافتہ اور ہردوئی کے مشہور اور کامیاب وکیل تھے، اپنے پیشے کی مصروفیت کے باوجود دینی اور فلاحی اور تعلیمی کاموں میں پیش پیش رہتے، انہوں نے ہردوئی میں انجمن اسلامیہ کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا تھا اور اسی وجہ سے وہ ہردوئی کے سرسید کہلاتے تھے، ایسے پاکیزہ ماحول میں مولانا ابرار الحق کی تربیت ہوئی، مولانا تھانویؒ انکے گھر تشریف بھی لایا کرتے تھے، ۱۹۱۵ء میں ایک سفر میں مولانا تھانویؒ کے ایک مجاز بیعت شیخ نامن علی سندیلوی کی پہلی ملاقات شیخ تھانویؒ سے یہیں ہوئی تھی، مولانا کے والد نے ہردوئی میں توطن اختیار کر لیا تھا، حالانکہ وہ میرٹھ میں پیدا ہوئے تھے لیکن مولانا ابرار الحق صاحب کا مستقل قیام یہیں تھا، انکے ایک خاص مقرب و مسترشد جناب مولانا تقی الدین ندوی مظاہری کا خیال ہے کہ ان کے خانوادہ کا تعلق شیراز ہند جون پور سے بھی تھا، مولانا ہردوئی کا سلسلہ نسب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ سے جاملتا ہے حقی کی نسبت اسی سبب سے ہے۔

مولانا ابرار الحق کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی، اس کے بعد وہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، ان کے اساتذہ میں مولانا مفتی محمود حسن کا نام بھی ملتا ہے جو ان کے اور قاری صدیق احمد باندویؒ کے استاذ تھے، ان میں طالب علمی کے زمانے سے ہی سعادت اور صالحیت کے آثار نمایاں تھے اور مدرسہ کے طلبہ کے علاوہ اساتذہ بھی ان کے طرز اور طور طریق سے متاثر تھے، والد ماجد کے تعلق اور اس سے زیادہ اپنی طبعی اور ذہنی مناسبت کی وجہ سے وہ ہر ہفتے سہارنپور سے تھانہ بھون پابندی سے جاتے، خصوصاً تعطیل کی فرصت میں وہ اپنا سارا وقت خانقاہ تھانہ بھون ہی میں گزارتے، ان کے احوال ظاہری و باطنی اپنی جانب مولانا تھانویؒ کی توجہ اور عنایت کو مبذول کرانے میں بہت معاون ثابت ہوئے ۱۹۴۳ء میں مولانا تھانویؒ کا جب انتقال ہوا تو ان کی عمر تیس سال کے قریب تھی اور اس وقت وہ مولانا تھانویؒ کی خلافت واجازت سے سرفراز ہو چکے تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد وہ درس وتدریس کی خدمت میں مصروف ہو گئے اور اس کا آغاز فتح پور ہنسوہ کے مدرسہ اسلامیہ سے ہوا اور ایک روایت کے مطابق ان کو نامۂ خلافت یہیں ملا تھا لیکن ان کی تمام دینی، اصلاحی اور تعلیمی سرگرمی کا مرکز ان کا آبائی وطن ہردوئی ہی رہا یہاں انہوں نے مدرسہ اشرف المدارس کی بنیاد رکھی اور بعد میں اس مجلس دعوۃ الحق کا احیا کیا جو اصلاً ان کے پیر ومرشد کی قائم کردہ تھی، اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی بنیاد پر قائم ان اداروں کو غیر معمولی مقبولیت عطا کی، مدرسہ کی شہرت ملک گیر ہوئی اور مجلس کے اثرات خیر تو عالم گیر ہوئے، قرآن مجید کی تلاوت وتجوید میں صحت کا نہایت التزام ان کے مدرسہ کا امتیاز تھا، مولانا کی تعلیمی واصلاحی کاوشوں میں قرآن مجید سے تعلق اور تلاوت سے تفہیم تک ہر مرحلے پر خاص اہتمام سب سے نمایاں ہے اور اس تعلق بلکہ شیفتگی کا سرِ رشتہ بھی حضرت تھانویؒ سے ملتا نظر آتا ہے جن کے حسن صوت اور فن تجوید میں مہارت سے وابستگان تھانہ بھون ناآشنا نہیں اور جو قرآن مجید کے ترجمے کو محقق استاذ کے ذریعہ اور بغیر کسی تفسیر کی مدد کے براہ راست پڑھنے کو مستقل مقصود قرار دیتے تھے، مولانا ابرار الحق نے عام اور مروجہ نورانی قاعدہ کو اسی لیے بڑی اہمیت دی، اس میں چند اصلاحات بھی فرمائیں، بنیاد پر اس قدر توجہ دینے کا ثمرہ یہ ہوا کہ ان کے مدرسہ کے فارغین اب اس باب میں بجائے خود سند کا درجہ رکھتے ہیں، قرآن مجید کے غیر معمولی اہتمام کے بعد شریعت وسنت کی حفاظت اور تتبع، حیات ابرار کا سب سے نمایاں باب ہے، انہوں نے کثرت سے سفر کیے، ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا، مریدین ومرشدین کی اس درجہ کثرت کی مثال کم ہی نظر آئیگی سنت کی اس قدر پاسداری اور اس کی ترویج واشاعت کی فکر کا سرچشمہ بھی دراصل مولانا تھانویؒ کا وہ معمل ہے جہاں ساری توجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت واطاعت پر

تھی اور جہاں سنت کی کامل پیروی کا نسخہ کیمیا بڑی حکمت سے تیار کیا جاتا تھا، مولانا ہردوئی کی صفات میں وقت کی اہمیت، نظافت ونفاست، اصول وضوابط کی شدت اور علما کی قدر ومنزلت کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے اور یہی محاسن سوانح حکیم الامت کے بھی روشن عناوین میں اپنے شیخ کا ایسا عکس جمیل خود مرید کی شفافیت کی دلیل ہے اور اصلاحیہ مصلح اعظم اور دانا و مولائے کل ﷺ کا اعجاز فیض ہے جو سیرت طیبہ اور سنت کاملہ کے ہر جویائے صادق کے لئے ہمیشہ جاری وساری ہے اولیاء اللہ کی قرآن پہچان یہی ہے کہ وہ ایمان اور تقویٰ یعنی عمل صالح کی دولت سے مالامال ہوتے ہیں، مولانا نے ہردوئی کے بارے میں یہ شہادت ایک خلقت کی زبان سے ادا ہو رہی ہے اس لیے اس یقین میں شک نہیں کہ جس طرح حیات دینوی میں بشری کی نعمت ان کے لیے ظاہر ہوئی، حیات اخروی میں بھی یہ بشارت ومژدہ ان کے لیے ہے وما عند الله خير للابرار۔

ماہنامہ معارف اعظم گڑھ (یوپی)

جون ۲۰۰۵ء

داغ مفارقت

شہ لطیف

اس دار فانی میں باکمال ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ باکمال شخص اپنی ذات سے انسانیت کو فیض پہنچائے۔ تاریخ عالم نے ایسی کئی شخصیات کو دیکھا اور ان کی خدمات کے تذکرے سے اپنے صفحات کو منور کرلیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ باکمال شخصیات کے باب میں ایسے نام کم ہی ہیں جنہوں نے خدمت انسانیت کو اپنا شیوہ بنایا، اس کے باوجود ایسی شخصیات کے ناموں کی فہرست مرتب کی جائے تو عالمی سطح پر اچھی خاصی طویل فہرست بن سکتی ہے۔ البتہ ان صاحبان بصیرت کے ناموں کی فہرست مختصر ہے جن کی خدمات سے تشنگان علم نے دل ونظر کا نور ہی نہیں، روح کا سرور بھی حاصل کیا ہے۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کا شمار بھی انہیں باکمال شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی صالح اور ملکوتی زندگی کو اس طرح پیش کیا کہ جو بھی قریب آیا جس نے اس شخصیت کے اوصاف حمیدہ کی بابت سنا، گرویدہ ہو کر رہ گیا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ حضرت مولانا کو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ دوران طالب علمی حضرت مولانا ابرار الحق ہر ہفتے سہارنپور سے تھانہ بھون تشریف لے جاتے اور بالخصوص تعطیلات کے دوران اپنے پیر ومرشد کی خدمت ہی میں شب وروز گزارتے۔ حصول علم اس تڑپ کی برکت ہی تھی جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آپ کو کم عمری ہی میں خلافت کے عظیم منصب سے سرفراز فرمادیا تھا۔

مولانا علی میاں ندویؒ کے بعد اب جو مولانا ابرار الحق صاحب کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا اسلئے بھی مشکل ہے کہ اب ایسے طالبان علم مشکل ہی سے ملتے ہیں جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہو کہ انہوں نے بزرگوں کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ نئے چراغوں سے روشنی کی اس رمق کی امید بھی کم ہی کی جاسکتی ہے جو محض راستوں کو منور نہیں کرتی بلکہ قلب ونظر کو جگمگا بھی دیتی ہے۔ کسی کو ایک نظر دیکھ لینے سے اس کی زندگی وہی بدل سکتا ہے جو عالم باعمل ہو دور حاضر میں حصول علم کی رغبت ہی کا فقدان نظر آتا ہے، وہ علم بغیر عمل وبال ہے اور عمل بغیر علم گمراہی۔ مولانا ابرار الحق نے علم سے رغبت دلانے کے مقصد ہی سے ہردوئی میں اشرف المدارس نامی مدرسے کی بنیاد رکھی تھی جس میں مقامی طلبہ ہی زیر تعلیم نہیں ہیں بلکہ دور دراز کے شہروں سے بھی تشنگان علم آتے اور اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ ممکن تھا کہ اپنی اس خدمت پر مولانا مرحوم اکتفا کرلیتے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اپنے جذب خدمت کو تسکین پہنچانے کے مقصد سے آپ نے اپنے شیخ کی قائم کردہ ”دعوۃ الحق“ کو نئی زندگی اور اسے از سر نو قائم کیا۔

آپ ہمیشہ عوام سے زیادہ علماء کی اس سبب نکیر فرماتے تھے کہ علماء چونکہ انبیاء کے وارث ہیں اس وجہ سے انکی ذمہ داریاں بھی دوسروں سے زائد ہیں۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کرامت کے ظہور کے متلاشی ہیں جبکہ اصل کرامت اور کمال تو آقا کی سنتوں پر عمل ہی ہے اور اسی میں دنیا ومافیہا کی خیر مضمر ہے آپ کی تقاریر اور طریقہ اصلاح کی ایک خاص کیفیت یہ بھی تھی کہ ہمیشہ اصلاحی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے پر تنقید سے بالاتر ہوتی تھیں۔ اس قدر صاحب کمال ہونے کے باوجود مولانا خود کو اس

قدر کتنی سمجھتے تھے کہ ایک دفعہ مسجد میں صف باندھی جارہی تھی حسب عادت آپ نے ایک معمر شخص سے سوال کیا کہ ''کلمہ کے تقاضے کو سمجھ لیا؟ جس پر انہوں نے جواب دیا کسی قدر۔ حضرت نے ایک سرد آہ کھینچ کر فرمایا'' میں اب تک آدھے کلمے کے مفہوم سے بھی ناواقف ہوں''۔ اسی طرح ایک دفعہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، طلبہ کے کمروں کے سامنے سے گزر رہے تھے، دیکھا کہ کاغذ کا ٹکڑا زمین پر پڑا ہوا ہے، اسے اٹھا کر اور طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، اس کی قدر کیجئے یہ آلات علم میں سے ہے۔

حضرت ہردوئی نے اپنے مرشد سے نہ صرف سلوک وتصوف کی تعلیم حاصل کی تھی بلکہ ان کے مزاج وانداز کو بھی اپنے وجود میں جذب کرلیا تھا، مولانا اکابر کی امانتوں کے امین، بزرگوں کی روایتوں کے نمائندہ اور اسلاف کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ افسوس کہ علم وعرفاں اور رشد وہدایت کی وہ شمع جو تقریباً ۶۵ ربرسوں تک ہندوستان اور بیرون ملک اپنی تابناک کرنیں بکھیرتی رہی اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی ہے۔

روزنامہ انقلاب ممبئی

جس سے تھا روشن جہاں، رخصت ہوا۔

مفتی ابوالکلام قاسمی

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقی علیہ الرحمۃ! جید عالم دین، مشہور بزرگ، متبع سنت اور حق گوئی کے حامل شخصیت تھے، امت کی فلاح وبہبود اور معاشرہ کی اصلاح میں رات ودن بے چین رہنے والوں میں سے تھے۔ اصول پسندی آپ کی عادت اور کسی امر منکر پر نکیر آپ کے روزمرہ کا عمل تھا۔ رشد وہدایت، تعلیم وتبلیغ اور مسلم معاشرہ میں سنت کے نفاذ میں آپ ہمہ وقت سرگرداں رہتے تھے اور ہر مسلمان کو آپ سنت کا خوگر دیکھنا چاہتے تھے، محی السنہ آپ کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی جاتے اور جس جس مسلمان سے ملاقات ہوتی تو فوراً آپ سنت کی ترویج واشاعت اور سنت کے اپنا لینے پر زور دیتے۔ آپ کی تقریر اور تحریر سے ہمیشہ احیائے سنت ہی کا پیغام نشر ہوتا۔ نو وارد سے اول ملاقات ہی میں سنت کی تبلیغ کرتے اور تاحیات اس کو اختیار کرنے پر زور دیتے، آپ اکثر فرماتے کہ دنیا کا ہر کام کرو لیکن سنت کی ضرور اپنی زندگی میں داخل کرو، تمہارا ہر عمل آہستہ آہستہ سنت کا خوگر ہوتا جائیگا، جس سے تم دنیا میں بھی کامیاب رہوگے اور آخرت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری سرخروئی ہوگی۔

قدم بڑھاؤ، ترقی کرو، ضرور ولے
رہے رسول کے قدموں پہ سر خدا کیلئے

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقی علیہ الرحمۃ کا سلسلہ نسب حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی سے ملتا ہے، اس لئے آپ ذہناً، جسماً اور فطرۃً تصوف کی جانب مائل تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت محمود الحق صاحب حقی حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مصاحبین اور حلقۂ ارادت میں سے تھے، اسلئے بچپن ہی سے آپ بھی بزرگوں کی مجلسوں میں برابر شریک ہوتے اور عقیدت کی حد تک ان کا ادب واحترام کرتے، پھر آپ کا گھریلو رہن سہن بھی علمی اور خالص تصوف کی شاہراہ پر گامزن تھا، اسلئے شروع ہی سے آپ کی تعلیم وتربیت علمی اور خالص صوفیانہ مزاج پر ہوئی۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق علیہ الرحمۃ! قرآن کریم سے عشق کی حد تک شغف رکھتے، قواعد تجوید اور مخارج حروف پر آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے وہاں تصحیح قرآن کی تحریک چلادیتے۔ نورانی قاعدہ اگرچہ کسی اور کی تصنیف ہے لیکن نورانی قاعدہ کے اجراء اور اسکی تعلیم کی تحریک آپ ہی کی چلائی ہوئی ہے۔ ہندوستان کے تقریباً تمام چھوٹے، بڑے مدارس میں یہ کتاب داخل درس ہے اور بچے ابتداہی سے اس کتاب کے ذریعہ تصحیح قرآن میں مشغول ہوجاتے ہیں پھر آپ جس دینی ادارے میں مدعو کئے جاتے وہاں کے منتظم حضرات سے پہلی ہی فرصت میں یہ استفسار فرماتے کہ آپ شعبہ ناظرہ اور شعبہ حفظ کے طلباء کے لئے کیا کیا انتظامات کر رکھے ہیں اور ان طلباء کے لئے کیا کیا سہولتیں مہیا کر رکھی ہیں؟ اگر وہ انتظامات اور سہولتیں منشاء کے مطابق ہوتیں تو آپ برملا خوشی کا اظہار فرماتے اور اگر وہ دوسرے یا تیسرے درجے کی ہوتیں تو آپ خفگی کا اظہار فرماتے اور ایک طرف سے ذمہ داروں کو ڈانٹتے کہ آپ کے ادارے میں قرآن کریم کی تعلیم وتدریس پر بالکل ہی دھیان نہیں دیا جاتا ہے آپ اس کا خیال کریں۔ قرآن کریم بنیادی کتاب

ہے اور وہ تمام کتابوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے اس لئے اس کی تدریس کا انتظام بھی اعلیٰ ہونا چاہئے اور اس کتاب کے پڑھنے والے طلباء بھی تمام طلباء سے ممتاز ہونے چاہئیں ورنہ کل قیامت اگر قرآن کریم یہ فریاد کرے کہ میرے ساتھ دوسرے اور تیسرے درجہ کا سلوک کیا گیا تو پھر آپ لوگوں کا کیا جواب ہوگا؟ اور کس طرح آپ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے حاضر ہوسکیں گے؟ آپ کا عمل تو یہ ہونا چاہئے کہ آپ جہاں کہیں بھی رہیں قرآن کریم کو فوقیت دیں اور اس کے مقتضائے کے مطابق عمل کریں یہی قرآن کی آواز اور یہی خدا کی چاہت ہے اور اسی رنگ میں ہم تمام لوگوں کو رہنا چاہئے۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا افسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو ہم تیرا رنگ محفل دیکھ لیتے ہیں

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقی علیہ الرحمہ ان مخلص اور مشفق مصلحین اور رہنماؤں میں سے تھے، جن کی زندگی کا محور ہی قرآن وحدیث کے واضح احکام اور اسلامی تعلیمات کے کھلے ارشادات تھے، آپ اسلامی تعلیمات کی نزاکت اور انسانی زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر گم کردہ راہ اور آدم کی اصلاح ورہنمائی فرماتے۔ اخلاص، للّٰہیت، شفقت اور محبت سے پیش آتے اور دین قیم کو مضبوطی سے پکڑ لینے کی ترغیب وتحریص فرماتے اور جہاں سخت گیر اور ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت پیش آتی وہاں اپنے پیشرو ومرشد حضرت مولانا تھانویؒ کی طرح سخت گیری سے کام لیتے، اصول پر عمل اور بے اصولی پر دارو گیر ہی کی وجہ سے آپ کو حضرت تھانویؒ کے جلالی خلفاء میں شمار کیا جاتا تھا اور آپ کی خدمت میں حاضری دینے سے بڑے سے بڑا عالم بھی ڈر محسوس کرتا تھا کہ کہیں آپ اس کی زندگی کی بے اصولی اور بے ضابطگی پر گرفت نہ فرمالیں، ورنہ عام حالات میں آپ نرم طبیعت کے تھے۔ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ اخلاص ومحبت سے پیش آتے۔ شفقت کا معاملہ فرماتے اور ان کے دکھ درد میں برابر کے شریک رہتے، آپ کی صحبت میں جو بھی رہا، کندن بنا اور جہاں کہیں بھی آپ تشریف لے گئے عرصہ تک آپ کا تذکرہ ہوتا رہا، لوگ آپ کی ہمہ جہت اور متنوع صفات پر گھنٹوں عقیدت واحترام کے الفاظ سے تبصرہ کرتے نظر آئے، گویا کہ وہ کل کی نہیں، آج ہی بات ہو اور آج ہی آپ کا قافلہ رشد وہدایت کا گوہر گرانمایہ لٹاتا ہوا گذرا ہو ۔

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی   ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق علیہ الرحمہ کی زندگی سادگی سے عبارت تھی لیکن ایسی بھی سادگی نہیں، جس سے نفس کو ذلیل کرنا پڑے بلکہ وہ سادگی جس میں رکھ رکھاؤ، متانت اور وقار ہو، لوگ اول وہلہ متاثر ہوجائیں بلکہ ایک طرح سے ان پر رعب پڑے۔ خود کو اپنی نظر میں حقیر سمجھنا مستحسن ہے مگر لوگوں کی نظر میں اپنے کو حقیر دکھانا اور نفس کی تذلیل کرنا کسی بھی طرح درست نہیں۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آتی ہے بلکہ اس طرح سے دعا کرنے کی تلقین کی گئی ہے کہ "اے اللہ مجھے میری نگاہ میں چھوٹا دکھا لیکن لوگوں کی نگاہ میں بڑا دکھا" جب ایک مومن کی نظر اس دعا پر ہوگی تو بغیر کسی حقد وحسد اور کبر حسن وہ آگے ہی بڑھتا جائیگا۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب بھی اسی قسم کی تلقین فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ناچیز بھی ایک چیز ہیں ۔

ناچیز ہیں ہم پھر بھی بڑی چیز ہے ہم
دیتے ہیں کسی ہستی مطلق کی خبر ہم

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق علیہ الرحمہ کی زندگی تسلیم ورضا، صبر وتحمل اور توکل واستغناء سے لبریز تھی اور اسی قسم کی دعوت آپ اپنے مریدین، محبین اور متوسلین کو دیتے تھے، آپ فرماتے کہ اخروی خوشی کے عوض دنیا کی تمام خوشیوں کو قربان کردو، یہی تمہاری منزل اور یہی تمہارا مقام ہے اور اگر تم دنیا کی خوشی میں گرفتار ہوگئے تو آخرت کا انعام اور خوشی یکلخت تم سے چھین لی جائیگی۔ اسلئے صرف اللہ والے ہوکر رہو، غیر اللہ کی طرف بالکل دھیان نہ دو۔ بقول حضرت مولانا محمد احمد پرتابگڈھی علیہ الرحمہ

خوشی کو آگ لگادی خوشی خوشی ہم نے

مہمان! اللہ کے فرستادہ ہوتے ہیں وہ قابل تعظیم اور لائق اکرام ہیں، ان کو آنکھوں اور پلکوں پر بٹھایا جائے اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر ان کا اعزاز واکرام کیا جائے، کھانے پینے، رہنے سہنے، اور ان کی ضروریات زندگی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو کچھ تکلیف پہنچے اور آرام و راحت میں کچھ خلل آجائے اور تکلیف اور خلل کو دور کرنے کی کوئی بھی تدبیر نہ کی جائے..... ہر مسلمان مہمانوں کے ساتھ بہتر ہی سلوک کرتا ہے، آرام و آسائش اور کھانے پینے کا اپنی حیثیت سے بڑھ کر انتظام کرتا ہے خود رنج و مصیبت میں رہتا ہے لیکن مہمانوں کے رنج و مصیبت کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقی علیہ الرحمہ بھی ان مہمان نوازوں میں سے تھے جن کے یہاں مہمان ہی سب کچھ ہوتے ہیں وہ کھانے پینے کی ایک ایک چیز مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے اور ضروریات زندگی کا ہر طرح سے خیال کرتے پھر بھی ظاہراً و باطناً شرمسار ہوتے اور دل میں بار بار یہ خیال آتا کہ ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حالانکہ آپ مہمانوں کی خاطر داری میں ذرہ برابر بھی کسر نہیں چھوڑتے، رخصت کرتے وقت آپ فرماتے کہ "بھائی صحیح طریقے سے آپ کی مہمان نوازی نہیں ہو سکی اور خاطر داری کا حق ادا نہ ہو سکا، آپ معاف فرمائیں گے" یہ آپ کی جلالت شان تھی کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی کچھ نہ کرنے کا عندیہ ظاہر فرماتے۔ اللہ والوں کی یہی شان ہے اور اسی شان سے وہ اور لوگوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

دین مبین بھوپال
جون ۲۰۰۵

کریں گے یاد تجھ کو مدتوں رندان میخانہ

(مولانا محمد سلمان صاحب)

بیشک یہ دنیا انقلاب و تغیرات کا عالم ہے اس دنیا کی ہر شخصیت خواہ کتنی ہی مقبول و دلکش اور محبوب و دلنواز کیوں نہ ہو بالآخر ایک نہ ایک دن اس کو رخصت ہونا ہے، باقی رہنے والی ذات صرف خداوند قدوس کی ہے، اس کے سوا ہر ایک جانے کے لئے آیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کسی کے جانے سے صرف ایک خاندان اشکبار ہوتا ہے اور کبھی کسی کے جانے سے پورا ملک بلکہ پوری ملت غمزدہ دل فگار و بے قرار ہو جاتی ہے، حضرت والا کی وفات حسرت آیات سے لاکھوں معتقدین اور متوسلین کا اسوقت یہی حال ہے، عالم اسلام کی دینی قیادت و سیاست کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے، حضرت مولانا کے ذریعہ پورے ملک، بلکہ بیرون ملک بے مثال علمی، دینی و روحانی فیض جاری تھا۔ آپکی زندگی معاشرتی امور میں اصول پسندی سے عبارت تھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں اولوالعزمی کی شاندار مثال تھی۔

ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور
جون ۲۰۰۵ء

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب

(محمد ناظم ندوی)

الوداع اے محی السنۃ، الوداع۔ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کا سانحۂ ارتحال۔ رشد و ہدایت کا آفتاب غروب ہو گیا، اصلاح و تجدید کا ایک دروازہ بند ہو گیا، تھانوی سلسلہ کا آخری چراغ بھی گل ہو گیا، اپنے وقت کا مجدد نہ رہا، ابرار و اخیار کے سرخیل زمین اوڑھ کر سو گئے، شریعت و طریقت کے رمز آشنا اللہ کو پیارے ہو گئے، ہردوئی کی خانقاہ سونی ہو گئی، ہمہ وقت کتاب و سنت کی تبلیغ کرنے والی شخصیت کا وقت موعود آپہونچا، وہ مرد قلندر جس کی صدائے بازگشت سے دنیا محروم ہو گئی، وہ مرد غیور و جسور جسکی وجہ سے دنیا بیدار ہوئی وہ اپنے حقیقی پالنہار سے جا ملا وہ ذات اتباع سنت جس کی فطرت میں ودیعت کی گئی تھی نہ رہی، ذکر و فکر کا ایک باب بند ہو گیا، وہ دانائے راز جس کے در پر جا کر مریدوں کو بھی مزید راہنمائی ملتی تھی۔

آپکے سانحہ ارتحال کو نہ بے موقع کہا جا سکتا ہے نہ بے وقت کیونکہ خدا تعالیٰ کا ہر کام بر وقت و مناسب حال ہوتا ہے، یہ دستور ازلی ہے کہ ہر آنے والے کیلئے جانا یقینی ہے، امت کی عموی عمروں کے بارے میں ابرار و اخیار کے سرتاج محمد عربی ﷺ نے جو شہادت فرمائی ہے **اعمار امتی ما بین ستین الی سبعین** آپ کی عمر اس سے متجاوز کر گئی تھی، آپ اسی سے اوپر میں تھے لیکن پھر بھی کچھ شخصیتوں کے اٹھ جانے سے بہاریں بھی

روٹھ جاتی ہیں اور جام ویپاد انہیں مدتوں روتے ہیں شاعر کا حساس قلب ان کیلئے دھڑکتا ہے ادیب کا قلم بھی تعزیت کے الفاظ اگلتا ہے مؤرخ وسیرت نگار بھی ان کی خدمات وکارناموں کی مرقع نگاری کرتا ہے بیدار مغز داعی علم ومعرفت کے تاجدار اور عوام الناس بھی ان کی کمی محسوس کرتے ہیں۔

حضرت مولانا انہیں افراد میں سے تھے جنکی وجہ سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا، روحانیت، اخلاص اور اصول وخلاق کا ایک باب بند ہوگیا آپ یقینا تھانوی سلسلہ کے آخری چشم وچراغ اور آپ کی مسند تزکیہ واحسان کے آخری رکن رکین تھے آپ کے انتقال سے شرق وغرب میں پھیلے ہوئے منتسبین ومسترشدین اور آپ سے محبت کرنے والے ان گنت قافلوں پر حزن وملال کی کیفیت طاری ہوگئی جوق در جوق ایک جم غفیر نے ہردوئی کی اس خانقاہ کا رخ کیا جہاں یہ قافلہ سالار انہیں داغ مفارقت دے گیا، اگر آنسوؤں کے سوتے خشک کرنے اور آنکھوں کے جھرنے بہانے سے کچھ بات بن سکتی تو ہزاروں اس کے لئے تیار تھے لیکن من سعادة ابن آدم رضاه بما قضی الله به کے تحت سب نے انا لله وانا اليه راجعون پڑھا مکی مدنی آقا ﷺ کے یہ الفاظ دوہرا کر اپنے قلب حزین کو تسلی دی العین تدمع، والقلب يحزن وانا على فراقك لمحزون۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ آپ کا ہر ہر لمحہ ذکر الٰہی، فکر کائنات احیائے سنت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے وقف تھا امور شریعت فطری طور پر آپ سے صادر ہوتے، سفر میں، حضر میں، خلوت میں، جلوت میں، نجی مجلسوں میں، عوامی جلسوں میں، انفرادی اور اجتماعی محفلوں میں زبان سے احکام الٰہی ہی صادر ہوتے، آپ کی اصلاحی کتابیں اور ملفوظات کے قیمتی ذخیرے جو اس بات کی غماز ہیں کہ ہر موقعہ پر آپ کا قلب وضمیر اور زبان وقلم معرفت ربانی کے اسرار ورموز ہی بیان کرتے، زندگی کے ہر لمحہ کو جاوداں بنانے کیلئے انہوں نے خود کو وقف کردیا تھا خاص طور پر علماء کے طبقہ میں بھی نہی عن المنکر اور منکرات پر نکیر سے جو تغافل پایا جاتا ہے اس پر آپ خود عمل پیرا ہوتے اور احباب کو اس کی برابر تلقین فرماتے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا

کہ علماء کو کسی وقت بھی غافل نہ رہنا چاہئے، تراش خراش ہوتی رہنی چاہئے اور جو اپنے ماتحت ہیں ان کی نگرانی اور ان پر روک ٹوک ہر حال میں ضروری ہے، ورنہ اللہ کے یہاں پوچھ ہوگی مختصر سی نصیحت بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوتی، اور داعی الی اللہ تو ماحول کے اثرات سے بھی متاثر نہیں ہوتا گرچہ ہم ناقص ہیں مگر ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں، اور اس ارشاد خداوندی سے بہت تقویت ملتی ہے ان تنصرو الله ينصر كم اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریگا جب کام میں لگیں گے کمال حق تعالیٰ عطا فرمادیں گے جس طرح بیج ہم بوتے ہیں مگر پھل حق تعالیٰ عطا فرماتے ہیں، افرأيتم ما تحرثون، أنتم تزرعونه أم نحن الزارعون کوشش تم کرو پیدا ہم کریں گے۔

آپ کو حق تعالیٰ شانہ نے بہت سی امتیازی خصوصیات عطا فرمائی تھیں آپ کی حکیمانہ گفتگو اور موجودہ حالات کے مطابق مثالوں سے بہت مسائل حل ہوجاتے ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم - پر مفسرین کی مدلل ومفصل تقریر سے وہ شرح صدر نہیں ہوتا جو آپ کی اس حکیمانہ گفتگو سے ہوجاتا ہے... فرمایا کہ اس آیت کے متعلق جو عام لوگوں کو اشکال ہے کہ جب دلوں پر مہر لگادی تو ان کا کیا قصور انہیں کیوں عذاب دیا جائے گا اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک سپریم کورٹ کا جج فرسٹ کلاس کے ڈبہ میں بیٹھا سفر کررہا ہے اس ڈبہ میں اور لوگ یہ گفتگو کررہے ہیں کہ آج اخبار میں یہ خبر ہے کہ دس آدمیوں کو پھانسی دیدی گئی اسی درمیان ان جج صاحب سے لوگوں نے تعارف چاہا، انہوں نے کہا میں وہی جج ہوں جس نے ان مجرمین کو پھانسی کی سزادی ہے اب یہ جملہ کہہ کر جج صاحب خاموش ہوگئے اور سب پر رعب ودہشت طاری ہوگئی پھر یہ جج صاحب اپنے اجلاس پر جب بیٹھتے تو اپنے متعلق عملہ والے ملازمین سے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ کل دس آدمیوں کو ہم نے فلاں جرم کے سبب پھانسی کا حکم دیا ہے لہذا آپ اس جرم سے محتاط رہیں تو جج صاحب کا ریل کے اندر جو کلام تھا وہ حاکمانہ کلام تھا اور اپنے خاص لوگوں میں جو کلام صادر فرمایا وہ

حکیمانہ کلام ہے اسی طرح حق تعالی کا یہ کلام حاکمانہ ہے حاکمانہ کلام کا مقتضی یہی ہوتا ہے کہ اس میں ہیبت ہو، جسکی صورت یہی ہوتی ہے کہ وہاں صرف حکم سنایا جائے علت اور سبب کا ذکر نہ ہو یہاں مقصود صرف صفت حاکمیت کا ظہور ہوتا ہے اور دوسری جگہ حق تعالی نے اسی کلام کو حکیمانہ انداز سے فرمایا وہاں اس حکم کا سبب بھی بیان فرمایا تاکہ دوسرے لوگ اس سبب سے محتاط رہیں چنانچہ ارشاد باری ہے **بل طبع الله عليها بكفرهم** ۔اللہ تعالی نے مہران کے کفر کے سبب ان کے قلوب پر لگائی پس ایک جگہ کلام حاکمانہ ہے دوسری جگہ حکیمانہ!

اتباع سنت، اصلاح معاشرہ کی فکر، اپنے متعلقین کی ایک ایک بات کی نگرانی، فساد و بگاڑ کے اسباب اور ان کا آسان حل اور امت کے علماء کو ان کی ذمہ داری اور فرض منصبی کی برابر تاکید آپ فرماتے رہتے تھے.... خصوصا قرآن پاک کی عظمت واہمیت اور اس کی تصحیح پر تو آپ بہت اہتمام فرماتے اور اس پورے خطہ میں آپ کی حسن توجہ اور شغف وانہماک سے صحت مخارج اور تصحیح قرآن کا مزاج ومعیار بنا ہے اس کے لئے آپ نے بہت سے مکاتب قائم کئے اور قرآن پر توجہ مبذول فرمائی جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے آپ نے صرف الفاظ صحت مخارج اور تجوید وترتیل ہی توجہ نہیں فرمائی بلکہ اس کے اسرار ورموز اس کے معانی ومطالب اور اس کے عالمگیر وآفاقی پیغام کو بھی بندوں تک پہونچانے کی بھرپور جدوجہد کی، اس کیلئے آپ نے پیادہ پا اسفار کئے بیس بیس میل پیدل سفر کر کے امت کے سامنے اس کے پیغام کو عام وسہل انداز میں پہونچایا، اس کے لئے انتھک جدوجہد کی، اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ گرد وغبار راہ حق میں جو قدموں پر لگ رہا ہے یہ قدم دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے ہیں ان مجاہدات نے ہی بعد میں فتوحات کا دروازہ کھولا ہے۔

آج حضرت شاہ صاحب مرحوم ہوگئے، داعی اجل کو انہوں نے لبیک کہا اور وہ خوشی خوشی سفر آخرت پر روانہ ہوگئے، خود انہوں نے لکھا ہے کہ آخرت کی منزل مہتم بالشان ہے کہ ایک غریب آدمی مرنے کے بعد بڑے بڑے سلاطین اور بڑے بڑے مشائخ اور علماء کے کندھوں پر قبرستان جاتا ہے جو مقتدی تھا اب امام کے کندھے پر جا رہا ہے عظیم الشان سفر کا اکرام ہے کہ جنازہ کے آگے نہ چلو، جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جائے زندہ لوگ نہ بیٹھیں، بادشاہوں کی سواری کار ہے، اور یہ مرنے کے بعد اشرف المخلوقات کے کندھوں پر جا رہا ہے خادم کا جنازہ مخدوم کے کندھوں پر ہے جس سفر کے ابتداء کی یہ شان ہے تو اس کے اور منازل کی کیا شان ہوگی... یقینا یہ آپ کی شان امتیازی ہے کہ روزمرہ کے حالات اور معمولی واقعات سے بھی نت نئے اسرار ونکات پیدا کردیتے آپ کی اصلاحی رسائل، اسرار شریعت کی دلآویزی اور جذبۂ صلاح واصلاح پر نفس انسانی کو مائل کرنے والے مواعظ وملفوظات آپ کے جانے کے بعد بھی ہر خاص وعام میں بیداری کی روح پیدا کرتے رہیں گے، اور آپ کا ایک ایک جملہ اس مشن کی یاد تازہ کراتا رہے گا جسے آپ زندگی بھر انجام دیتے رہے آج ان پر آنسو بہانے کے بجائے ان کے پیغام ومشن کو اور تیز تر کرنے کی ضرورت ہے، اور ان کی کتابوں، رسائل، مواعظ، ملفوظات کا جتنا ہم مطالعہ کریں گے یہ داعیہ برابر چوکے لگاتا رہے گا.... اور انشاء اللہ کے گھر کی تو سبزۂ نورستہ نگہبانی کرتا رہے گا۔

حراء کا پیغام مانک مئو

جون ۲۰۰۵ء

وقعت الواقعة

اے دل خموش صبر ورضا کا مقام ہے

(مولانا حبیب الرحمن اعظمی)

رونق آرائے مسند ارشاد، پیکر سنت، ترجمان شریعت اور حضرت حکیم الامت مرشد تھانوی کی بزم اصلاح وتربیت کے آخری نمونہ مجسمۂ علم وعمل حضرت مولانا قاری ابرار الحق حقی ہردوئی طویل علالت کے بعد ۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء کو بوقت ۸ بجے شب ملت اسلامیہ کو روتا بلکتا چھوڑ کر رہگرائے عالم جاودانی ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللهم اغفرله ونور ضريحه واجزه عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء وارفع درجته فى عليين

وعوض المسلمين فيه خيرا۔

حضرت مولانا کا ہردوئی کی ذات والاصفات برصغیر میں یادگار سلف تھی، آپ حضرت ریحانۃ العصر شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہ کے تلمیذ رشید، زہد واستغناء کے پیکر فنافی اللہ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری نوراللہ مرقدہ کے منظور نظر، اور حضرت حکیم الامت مجدد ملت شاہ اشرف علی تھانوی برد اللہ مضجعہ کے آخری خلیفہ ومجاز تھے۔ مادیت کے فروغ اور مذہب بیزاری کے اس دور میں حضرت مرحوم کی ذات مینارۂ رشد وہدایت تھی جس سے ہر شخص اپنی طلب وچاہت کے مطابق اکتساب نور کرتا تھا اس لئے بلاریب آپ کی وفات کا سانحہ تنہا کسی فرد، جماعت، یا ادارہ کا غم نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا غم ہے پھر اس لحاظ سے اس غم کی وسعت اور ہمہ گیر ہو جاتی ہے کہ حضرات اکابر رحمہم اللہ نے برصغیر میں علم ومعرفت اور فضل وکمال کی جو بساط بچھائی تھی وہ بڑی سرعت کے ساتھ لپٹتی جارہی ہے، اپنی تاریخ کے ماضی پر نگاہ دوڑائیں تو آپ دیکھیں گے کہ حضرت حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ گئے تو اپنے پیچھے شاہ عبدالعزیز، شاہ عبد القادر وغیرہ جیسے عبقری اخلاف چھوڑ گئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے رخت سفر باندھا تو اپنے پیچھے سید احمد شہید، مولانا شاہ عبدالحی بڈھانوی، مولانا شاہ اسماعیل شہید، شاہ محمد اسحاق علم وفضل وجہد وعمل کا ایک کارواں چھوڑ گئے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت قطب ارشاد محدث کبیر مولانا رشید احمد گنگوہی نے علم وفضل اور حکمت ومعرفت کا جو باغ لگایا تھا اس کی آبیاری کیلئے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن جیسا خلف رشید چھوڑ گئے تھے پھر حضرت شیخ الہند کی مجلس علم وفضل اور مسند جہاد وعزیمت کو حضرت محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نے آراستہ وپیراستہ رکھا۔ داعی کبیر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے جاری کردہ دعوت وتذکیر کے کام کو آگے بڑھانے کیلئے امیر التبلیغ حضرت محمد یوسف صاحب کاندھلوی موجود تھے، خانقاہ رائے پور کی رونق وتازگی حضرت شاہ عبدالقادر کے دم قدم سے قائم رہی، حضرت محدث جلیل مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے جاری کردہ علمی وروحانی سلسلے کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نے نہ صرف سنبھالے رکھا بلکہ اس کے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کردیا۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے فیض کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے عروج وکمال عطا کیا، اسی روحانی سلسلے کی ایک زریں کڑی حضرت مولانا ہردوئی قدس سرہ کی باکمال شخصیت تھی جو بلحاظ فیض رسانی اور افادۂ خلق کے حضرت حکیم الامت مرشدی تھانویؒ کے خلفاء میں ایک امتیازی مقام ومرتبہ کے مالک تھے جن کا وجود آج کے لادینی دور میں اہل دین کیلئے تسلی واطمینان کا ایک بڑا چشمہ تھا۔ انکی وفات حسرت آیات سے ایک ایسے خلاء کا احساس ہوتا ہے جسے پر کرنے والا بظاہر کوئی نظر نہیں آتا۔

خزاں رسید وگلستاں بآں جمال نماند
سماع بلبل شوریدہ رفت وحال نماند
نشان لالۂ ایں باغ از کہ می پرسی
برو کہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

ماہنامہ دار العلوم دیوبند۔ جون ۲۰۰۵ء

صدق وصفا اور دعوت حق کے علمبردار

(مدیر عبید اقبال عاصم)

آج کے اس دور میں جبکہ دنیا بھلے آدمیوں سے خالی ہوتی جارہی ہے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقی ہردوئی کی روشن تعلیمات مینارۂ نور کا کام انجام دے رہی تھیں۔ ایسے وقت میں جبکہ ان کے وجود عالیہ کی بہت ضرورت تھی۔ ان کا اس طرح چلا جانا امت مسلمہ کے لیے صدمہ عظیم ہے جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اس دنیا کا نظام اس انداز اور اسی انداز پر بنایا کہ جہاں ہر ذی روح کو اس مقام سے گزرنا ہے اسی کا نام دنیا اور اسی کا نام زمانہ ہے۔ باقی رہنے والی ذات صرف اس رب ذوالجلال کی ہے، جس کو نہ کبھی نیند آئی ہے نہ اونگھ اور جس کو دوام ہی دوام حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہے۔ البتہ جو لوگ اس ذات ذوالجلال کے لیے اپنے کو وقف کردیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ذکر کو بھی مقبول ومحبوب بنادیتا

ہے۔ حضرت مرحوم کی ذات بابرکات بھی انہیں شخصیات میں سے تھیں اس لیے زمانہ ان کے اوصاف کو یاد کرکے ان کی تعلیمات کی شمع سے روشنی حاصل کرتا رہے گا اور ان کے درجات بلند سے بلند تر ہوتے رہیں گے، انشاء اللہ۔ ظاہری طور پر اس نقصان کی تلافی ممکنات میں سے نظر نہیں آتی جو حضرت مرحوم کی وفات کی شکل میں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت، بلند درجات، پسماندگان و متوسلین کو صبر جمیل اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆

ماہنامہ ہدایت کا راستہ (نئی دہلی) جولائی ۲۰۰۵ء

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ....ایک ولی صفت شخصیت

(رضوان احمد ندوی)

برصغیر ہندوپاک کے ایک ایسے روشن ضمیر، ولی کامل نے ۱۶؍مئی ۲۰۰۵ء کو داعی اجل کو لبیک کہا جس نے اپنی سلوک و عرفان ہدایت وارشاد اور اصلاح باطن کے ذریعہ سینکڑوں گم کردہ راہوں کو راہ راست دکھلایا، ان کے فیوض کی تسنیم اور برکات کی کوثر دور دور تک پھیلی۔ یہ تھے مظاہر علوم کے تربیت یافتہ ممتاز عالم دین حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق، ہردوئی۔ مولانا علیہ الرحمہ اپنے علم وفضل اور زہد وتقوی کے لحاظ سے سلف وصالحین کا نمونہ تھے اور جن کے علمی وروحانی کمالات سے ملت اسلامیہ فیضیاب ہورہی تھی۔ افسوس ہے کہ وہ داغ مفارقت دے گئے۔

اللہ اپنے اس مخلص بندے سے اشاعت دین اور تزکیہ نفس کا بڑا کام لیا، سینکڑوں مسلمان آپ کے دامن تربیت سے وابستہ اور فیض صحبت سے مستفید ہوئے۔ اکثر حضرت کے پاس لوگوں کا اژدہام رہتا۔ یوں بھی اللہ والوں سے ملاقات میں ایک روحانی کیف وسرور حاصل ہوتا ہے، انسان ان کے قرب سے طمانیت قلب محسوس کرتا ہے۔ یہ حقیر نے اپنی زندگی میں جن شخصیتوں کے اخلاق وکردار سے متاثر ہوا اور دل میں عمل کا جذبہ پیدا ہوا ان میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب بھی تھے۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اصلاح حال کے لئے دعا کراتے، آپ عام طور پر لوگوں کو اطاعت، بندگی، پابندی شریعت اور اتباع سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے۔ آپ میں ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ حق گوئی میں لایخاف لومۃ لائم کا عملی نمونہ تھے جس بات کو حق سمجھتے تھے اس کے کہنے میں ان کے سامنے کسی کا جاہ ومنصب اور شان وشوکت رکاوٹ نہیں بنتا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند کرے اور ان کی بڈیوں کو جنت کے باغات میں سرسبز وشاداب رکھے۔

ماہنامہ جہان کتب دہلی
جولائی ۲۰۰۵ء

ایک شمع رہ گئی تھی وہ بھی بجھ گئی

(سرور عالم رحمانی)

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

شریعت محمدیہ کی نشر واشاعت میں خادمان دین وملت کو ایک مستقل باب کی حیثیت حاصل ہے، ملت کے بقاء وتحفظ کے ساتھ ان کے تذکروں کو بھی بقا ہے جنھوں نے اپنی زندگی کی انمول گھڑیاں دین واسلام کے لئے وقف کردیں، فضل وکمال وعلم وعرفاں، اخلاص وایثار عظمت ورفعت اور کامیابی وکامرانی، زہد وتقویٰ اور نظم ونسق کا نشان بنکر آسمان دنیا کے مطلع وجود پر نمودار ہوئے اور پھر قضاء وقدر کی گہرائیوں میں روپوش ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

روپوش ہونے کے بعد بھی ان کی مجاہدانہ زندگی علمی وعملی تربیتی واصلاحی تاریخ کے صفحات پر انمٹ نقوش ولازوال یادگار بن گئی، ایسے مقدس افراد کی پاکیزہ زندگی اور اس کے کارناموں سے لوگ رہبری حاصل کرتے ہیں، انہیں مقدس جماعت میں محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب قدس سرہ حقی بھی ہیں۔

ماہنامہ الحمود میرٹھ (یوپی)
جولائی ۲۰۰۵ء

وصال پرملال

مفتی بلال احمد شیرکوئی

قلب وجگر کو مضطرب کردینے والی حضرت محی السنہ کی
وفات کی خبر سے عجیب حالت ہوگئی مدرسہ ناصر العلوم سراپا تصویر غم
بن گیا علی الصباح ہم حضرت کی قیام گاہ پہنچے جہاں پر ہزاروں
ہزار مشتاقین زیارت کا ہجوم تھا دروازہ میں داخل ہونا بظاہر دشوار
ہورہا تھا کافی دیر کی کوشش کے بعد جب دروازہ میں داخل ہونے
کا نمبر آیا تو گویا کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھسے جانے کا تصور
ہوا داخل ہوتے ہی بے اختیار آنسوں جاری ہوگئے آج یہ روحانی
حاذق طبیب خاموش اپنے دیوانوں کا منظر دیکھ رہا تھا رونا آرہا تھا
کہ آج دیوانے بے حال ہیں اور محسوس ہورہا تھا کہ ہمارے
درمیان سے ہمارا ایک مربی رخت سفر باندھے ہوئے ہے قطار
میں لگے لگے جب دیدار کا وقت آیا اور چہرہ پرنور پر نظر پڑی تو بلا
غور وتامل مثنوی گنج راز میں حضرت صوفی شاہ عبد الرحمن صاحب
فتح آبادیؒ نے مومن کامل کی علامت موت کو جن دو شعروں میں
ذکر فرمایا ہے کی طرف ذہن منتقل ہوا، جن کو حضرت والا ہردوئی نور
اللہ مرقدہ کے وصال کی نسبت سے مع تشریح ذکر کررہا ہوں ۔

بازگویم از نشان موت مومن نیک مرد
وقت مُردن خوئے پیشانی بود یا نور زرد

ترجمہ: نیک اور صاحب ایمان کی موت کی نشانی میں بیان کرتا ہوں
مرتے وقت اس کی پیشانی اور چہرہ زرد رنگ سے پرنور ہوجاتا ہے۔

تشریح: یعنی ایک مرد مومن کامل کی وفات کے وقت
کیا کیا علامت ظاہر ہوتی ہیں ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی نشانی تو یہ ہے فطری طور پر کسی نقاہت وبیماری
کے بغیر چہرہ اور پیشانی زرد ہوجاتی ہے کیونکہ انسان کا ظاہر اس
کے باطن کا آئینہ دار ہوتا ہے، حضرت صوفیا، کرام رحمۃ اللہ علیہم
نے مکاشفہ سے تصوف میں لطائف کے جو رنگ معلوم کئے ہیں
ان میں لطائف روح کا رنگ زرد ہے، پس جس شخص کا باطن نور
ایمانی سے منور ہوگا اور ظاہر اعمال صالحہ اور سنت نبویہ سے مزین
ہوگا تو فیضان روح کیوجہ سے لطیفۂ روح کا نور یعنی زرد رنگ اس
کی پیشانی اور چہرے پر نمایاں ہوجائے گا، مشاہدہ بھی اس بات
کی گواہی دیتا ہے، آگے فرماتے ہیں ۔

آب دیدہ ترکند رخسار خندد بر دہاں
یا بخواند ذکر یا خاموش ماند آں زماں

ترجمہ: اس کے چہرے پر آنسو اور لبوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے اس
وقت یا تو وہ ذکر ذات پاک میں مصروف ہوتا ہے یا خاموش ہوتا ہے۔

تشریح: صوفی کے فرمانے کا مطلب یہ ہیکہ مرد مومن کی موت کی
تین علامات ہیں، ایک تو یہ مرتے وقت اس کے آنسوں نکل
پڑتے اور بسا اوقات آنسوؤں سے چہرہ تر ہوجاتا ہے ورنہ آنکھ پر
نم ہوجاتی ہے، یہ کیفیت دنیا اور اسباب دنیا نیز اعزہ واقربا کی
جدائی پر دکھ افسوس کی بنا پر نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ اب وہ احکم
الحاکمین کی بارگاہ میں حاضر ہورہا ہے اس کو باوجود ان اعمال صالحہ
کے جو اس نے اپنی زندگی میں کئے ہیں یہ احساس ہے کہ مجھ سے
بندگی کا حق ادا نہ ہوسکا اور تمام عمر ضائع ہوگئی، اس احساس کے
تحت آنسو نکل آئے ہوں یا یہ بات ہو کہ اب محبوب حقیقی سے ملنے
کا وقت قریب ہے، تمام زندگی جس گھڑی کا انتظار کرتا رہا وہ سعید
وقت میسر آیا ہے اس پہ آنسو خوشی کے آنسو ہوں، مگر ان دونوں
کیفیات کے ساتھ ہونٹوں پر مسکراہٹ بھرپور ہوتی ہے اس لئے
یہ خیال صحت کے زیادہ قریب ہے کہ خوشی کے آنسو ہیں جو مسرت
کی زیادتی پر بے اختیار آنکھوں کے پیمانوں سے چھلک رہے ہیں

دوسری علامت یہ کہ موت کے وقت تمام رشتہ ناطے
توڑ کر وہ محبوب حقیقی کی ذکر میں مصروف ہوجاتا ہے کیونکہ اسم کے
ذکر سے مقصود مسمی ہے اس لئے کہ جب اس مرد حق نے اس ذات
باری کا ذکر بحالت صحت کثرت سے کیا ہے تو اب آخری وقت
میں اس لذت کی کیفیت کے احساس کے تحت بے اختیار وہ ذکر
باری تعالی عزاسمہ میں مصروف ہوجاتا ہے تیسری علامت یہ ارشاد
فرمائی کہ وہ خاموش رہتا ہے یعنی اسکے سامنے تجلیات خداوندی
کے وہ نظارے آجاتے ہیں جن میں گم ہوکر وہ سب سے بے خبر
ہوجاتا ہے اور تصویر حیرت بن کر محبوب حقیقی کی تجلیات کا مشاہدہ
کرتا رہتا ہے اس وقت اسکا تعلق ایک ایسے عالم سے قائم ہوجاتا
ہے جسکا اظہار الفاظ کے ذریعہ نہیں کیا جاسکتا۔

دل کا دریا نطق کی وادی سے بہہ سکتا نہیں آدمی محسوس کر سکتا ہے کہہ سکتا نہیں

حضرات صوفیائے محققین نے ذکر کی کثرت اور اجراء لطائف کا
عمل وشغل اسی وجہ سے وضع کیا ہے کہ بے اختیار اور لاشعوری طور

پر اس کے قلب ودماغ، روح، خفی، اخفی میں ذکر سرایت کر جائے اور جب تمام تعلقات اور رشتے ناطے ختم کرنے کا وقت آجائے تو صرف اسی ذات وحدہ لاشریک سے براہ راست رابطہ قائم ہو جائے اس سے بڑی ایمان اور سعادت کی بات کیا ہوگی

جب چہرہ انور سے کو غور سے دو منٹ دیکھا تو یہ علامات بدرجہ اتم حضرت کے خوبصورت چہرہ پر نمایاں طور پر محسوس ہوئی اور زبان سے بے اختیار نکلا آہ..... ایک مرد باصفا اپنے رب حقیقی کی بارگاہ میں جا پہنچا رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت محو خواب ہیں بس اب بول اٹھینگے یوں تو کہا ہی جاتا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ دنیا کی مشقتوں سے نجات دلا کر انکو آخرت کے عشرت کدے میں پہنچا دیا جاتا ہے مگر حضرت کا چہرہ بھی کسی موت کی گواہی نہیں دے رہا تھا بلکہ لگ رہا تھا بالکل صحت یاب ہیں محو آرام میں سو رہے ہیں

سید الصوفیا حضرت صوفی عبد الرحمٰن فتح آبادی نے فرمایا ۔

اولیا ورا می نہ باشد موت فانی بالیقین
می رود از حبس دنیا در مکان خسر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی دوستوں کی موت سے ان پر فنا کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ وہ دنیا کے قید خانہ سے رہائی پا کر آخرت کے عیش وعشرت کے گہوارے میں پہنچ جاتے ہیں۔

تشریح: مطلب یہ کہ وہ حضرات جو حکم الٰہی کی بجا آوری میں اپنی زندگی ہی میں اس قدر منہمک اور مستعد ہو گئے کہ انہوں نے اپنی تمام خواہشات اور تمناؤں کو اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے حکم کے تحت کر لیا تو گویا انہوں نے خود کو فنا کر کے ابدیت حاصل کر لی اور جنکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابدیت کا تمغہ عطاء کر دیا جائے تو موت کی کیا مجال کہ انکو فنا کر سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کے قید خانہ سے رہا ہو کر ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں انکے اور محبوب حقیقی کے درمیان کوئی حجاب ہی نہ رہا اس سے بڑھ کر عیش وعشرت کا اور کیا مقام ہو سکتا ہے حدیث پاک کے مطابق تو دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔

مثال: جس طرح کسی قیدی کو دنیوی راحت وآرام رنگینیوں اور آزادی کی فضا سے ہٹا کر دنیوی قید خانہ میں ڈال دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے لئے بھی یہ دنیا ایک قید خانہ ہے، قید خانہ کی زندگی میں ایک طرح کی موت ہے کیونکہ وہ قیدی کو دنیاوی لذتوں سے محروم کر دیتی ہے اور جب قید سے رہائی ہوتی ہے تب آزادی کی فضا میں سانس لیکر دنیوی لذتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے اسی طرح مومن کو بھی اس دار فانی کے قید خانے سے منتقل ہونے کے بعد دار بقا کی لافانی مسرتوں سے فیض یابی کا انعام عطا کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں تو صحیح عیش وہی ہے جو ابدی اور لامحدود ہے پس ایک محب خداوندی کا اس کے محبوب حقیقی سے ملنے کا ذریعہ موت ہے اسی کو عارف نے کہا ہے ۔

موت پل باشد رساند یار را بایار خویش مصطفیٰ فرمودہ زیشاں ایں حدیث

ترجمہ: موت ایک ایسا پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے اسی لئے حضرت اکرم ﷺ نے خصلت شخص کے بارے میں اس طرح کے ارشاد فرمائے ہیں

تشریح: مطلب یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب یعنی فرمایا کہ موت یعنی فرمایا کہ موت ایک ایسا پل ہے جو یار کو یار سے ملاتا ہے، جن حضرات نے دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر کے دوستی کا شرف حاصل کر لیا ہے تو ایسے حضرات اسی حقیقی محبوب کے ملنے کیلئے تڑپتے رہتے ہیں اور لذت دیدار کے لئے ہمیشہ بے چین رہتے ہیں موت ان کو پل کا کام دیتی ہے یعنی احکام موت ان پر طاری ہو کر ان کو اس دنیا کے قید خانے سے نجات دلا کر محبوب حقیقی سے ملنے کا ذریعہ بنتے ہیں تو یہ موت ان کیلئے فنا کرنے والی نہیں بلکہ محبوب حقیقی سے ملا کر عیش وآرام کی ابدی اور لامحدود زندگی عطا کرنے والا پل ہے حدیث مذکورہ کے مصداق صحیح معنی میں ایسے ہی پاکیزہ نفوس ہیں، حضرت والا ہردوئی نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اسی حقیقت کی آئینہ دار تھی، جو سطور بالا میں ذکر کی گئی، یوں تو حضرت والا کی پوری زندگی علوم ومعارف سے لبریز تھی اور آپ کی ہر ادا قرآن وسنت کے زیادہ قریب تھی لیکن بطور خاص جذبۂ احیاء سنت اور تصحیح قرآن کریم کو جب آپ نے اپنی زندگی کا ایک مشن وتحریک بنا لیا تھا طرۂ امتیاز ہے اور اس جذبۂ خیر سے امت کا جو دینی نفع ہوا ہے ناقابل انکار ہے، آپ کا وصال پر ملال پوری ملت اسلامیہ کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

خداوند قدوس آپکی دینی مساعی پر اپنی شایان شان اجر وثواب عطا فرمائے اور آخرت کے درجات عالیہ سے نوازے اور آپکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین یارب العالمین۔

ماہنامہ فیضان اشرف سرائے میر اعظم گڈھ
(جولائی ۲۰۰۵)

محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ

(محمد نعیم الہ آبادی)

حضرت ہردوئیؒ کس پایہ کے عالم اور کس درجہ کے ولی تھے۔ یہ تو اہل علم اور اولیاء ہی جانتے ہیں، یہ ناکارہ علم سے کورا، سلوک سے ناآشنا کیا ان کی تعریف وتوصیف بیان کرے۔

حضرت والا کی بعض نباضیاں اور اصلاحی گرفتوں نے احقر کو بہت متاثر کیا مثلاً ایک صاحب نے سنایا کہ ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے تھے، رمی جمار کے لئے چھوٹی چھوٹی مصری بچیاں کنکریاں چن رہی تھیں، حاضرین میں سے ایک صاحب نے ان بچیوں کو دیکھ کر کہا کہ ان بچیوں کے چہروں پر کس قدر نورانیت ہے" حضرتؒ نے فوراً اسی وقت ان کا مرض پکڑا اور فرمایا کہ ان حجاج کرام کے چہروں پر آپ کو نورانیت نظر نہیں آرہی ہے

اللہ اللہ! خانقاہ حکیم الامت کے پروردہ؟ کیا مرض پکڑا عامۃ لوگوں کا ذہن ہی ادھر نہیں جائے گا آخر آپ تھے نہ حضرت حکیم الامت کے خلیفہ، اس کو کہتے ہیں نفس کا چور پکڑنا۔

حضرت کو قرآن شریف سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا سفر میں ہوں یا حضر میں، تلاوت کا معمول جاری ہے مجال ہے کہ ذرا بھی اس میں فرق آجائے.... ایک دن قرآن کریم سے حضرت ہردوئی کا والہانہ عشق اور اس سے شغف کا تذکرہ آنے پر مولانا عقیل الرحمٰن صاحب بتانے لگے کہ حضرت قرآن کے عاشق بچپن ہی سے تھے، مظاہر علوم کے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت اس قدر تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ کثرت تلاوت کی وجہ سے کبھی کبھی غشی آجاتی تھی غالباً ایک ختم کا معمول روزانہ کا تھا، یہ قرآن سے تعلق صرف طالب علمی ہی تک نہیں رہا بلکہ حضرت کی پوری زندگی قرآن کی خدمت میں گزری، خدمت قرآن ہی کو حضرت نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا اور اسی میں اپنی پوری زندگی صرف کردی، قرآن کریم پر آپ کی خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں ان کا تعارف کرانا سورج کو چراغ دکھانا ہے، آج قرآن کریم کی تعلیم دینے والوں کی عامۃ کوئی عزت نہیں ہوتی ان کو مکتب کا "میاں جی" تصور کیا جاتا ہے، خود قرآن کریم کی تعلیم دینے والے بھی اپنے کو کمتر اور بخاری شریف پڑھانے والے کو اعلیٰ تر سمجھتے ہیں، مگر حضرت نے اس فرق کو مٹانے کے لئے بہت محنت کی، قرآن شریف کی خدمت کرنے والوں کو ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھتے، ان کا احترام کرتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر نگاہ رکھتے، مثلاً جزدان صاف ہے یا نہیں، قرآن سلیقہ سے رکھا ہے یا نہیں، رحل ٹوٹی تو نہیں ہے، ٹوٹی ہوئی رحل کو لوگ الٹی کرکے پڑھنے لگتے ہیں، حضرت کی ان سب جزئیات پر گہری نظر تھی، اور اس کی اصلاح فرماتے رہتے تھے، قرآن کریم کی عزت اور اس کی اہمیت یہاں تک تھی کہ حضرت کے یہاں یہ نظام تھا کہ جو فرش قرآن پاک کی درس گاہ سے نکلتا تھا وہ عربی وفارسی کی دوسری درسگاہوں میں جاتا تھا، اگر نیا فرش آتا تو وہ پہلے قرآن کریم کی درسگاہوں میں بچھتا اور یہاں کا پرانا عربی وفارسی کی درسگاہوں میں جاتا، عامۃ آج کل یہ نظر آئے گا کہ عربی وفارسی کی درسگاہوں سے جو ٹاٹ اٹھیگا وہ قرآن شریف کی درسگاہ میں آئے گا مگر حضرتؒ کے یہاں بالکل اس کے برعکس نظام تھا سنا ہے کہ حضرت کے یہاں ایک انوکھا نظام یہ بھی تھا کہ ملازمین ومدرسین کی باضابطہ تنخواہیں مقرر نہیں تھیں، ہر شخص کو حسب ضرورت تنخواہ دی جاتی تھی، اگر کوئی مجرد ہے تو اس کو اس کے اخراجات کے مطابق اور اگر کوئی کثیر العیال ہے تو اس کو اس کے اخراجات کے مطابق تنخواہ دی جاتی تھی۔ ہر شخص کی ضروریات کا خیال رہتا تھا۔

حضرت ہردوئیؒ بزم اشرف کے آخری چراغ اور کاروان تھانویؒ کے آخری مسافر تھے، کاروان تھانوی کے سارے مسافر ایک ایک کرکے داغ مفارقت دے گئے، یہ اکیلا مسافر اپنے سفر کی پچاسی منزلیں طے کرچکا تھا، اب بہت تھک گیا تھا اسے نیند آگئی، اس خاک کے پتلے کو خاکساری بہت مرغوب تھی چنانچہ ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ کو قریب ساڑھے نو بجے اس کیلئے خاک کا ایک چھوٹا سا گھر بنا، خاک کی چادر اوڑھی اور ہمیشہ ہمیش کے لئے آرام کی نیند سوگیا۔ اللہ رب العزت اس خاکی مکان اور خاکی مکین پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے۔

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
فضل حق تیری لحد پر رحمت افشانی کرے

ماہنامہ مفتاح الخیر جلال آباد
(جولائی ۲۰۰۵)

وفیات

مولانا مختار احمد قاسمی احمد آباد

جلالت الملک خادم الحرمین شریفین شاہ فہد کا حادثہ وفات

سعودی عربی کے مشہور فرماں رواں اور پانچویں حکمراں شاہ فہد کا یکم اگست کو ریاض میں انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انکی وفات بعارضہ نمونیہ ہوئی شاہ فہد شاہ عبد العزیز کے ۴۳ر اولاد میں سے ایک تھے انکی ولادت ریاض میں ۱۹۲۳ء میں ہوئی تھی، ۱۹۵۳ء میں وہ وزیر تعلیم ہوئے اور ۱۹۷۵ء میں وہ ولی عہد نامزد ہوئے وہ سعودی عرب کے بیدار مغز اور جدید ذہن کے حکمراں تھے انکے زمانہ میں سعودی عرب کے ہر شعبہ میں قابل رشک ترقی ہوئی انکی وزارت تعلیم کے زمانہ میں ۳۰ر ہزار سے بڑھکر ۳ر کروڑ تک تعلیم یافتہ افراد تیار ہوئے حرم مکی اور حرم مدنی کی توسیع اور سعودی عرب کی زرعی اور جدید ٹیکنالوجی حیرت انگیز ترقی انہی کی مرہون منت ہے انہوں نے سات یونیورسٹیاں قائم کیں ۱۹۸۲ء میں وہ شاہ خالد کے بعد انکے حکمراں ہوئے ۱۹۹۰ء میں انہوں نے اپنے یہاں کویت کی جلاوطنی حکومت قائم کی وہ ایک مثالی حکمراں تھے۔
الغرض ۲۳ر برسوں تک سعودی عرب پر حکمرانی کرنیوالے شاہ فہد کو حرمین شریفین کی عظیم خدمت، تراجم قرآن کی اشاعت، مساجد اور اسلامی سینٹرز کے قیام اور دیگر اسلامی خدمات کے لئے انہیں ہمیشہ یاد کیا جائیگا

اللہ تعالی انکی بال بال مغفرت فرمائے اور انکو جنت الفردوس میں اعلی علیین عطا فرمائے آمین ثم آمین.....

آہ.........ڈاکٹر رفیق زکریا مرحوم

ممتاز تاریخ داں اور مصنف رفیق زکریا بھی گذشتہ جولائی کی ۹ر تاریخ کو ہم سے ۸۵ر سال کی عمر میں رخصت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک قابل سیاست داں اور ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار تھے انہوں نے مہاراشٹر اور مرکز کی سطح پر مختلف عہدوں کو رونق بخشی بلکہ اقوام متحدہ میں بھی ہندوستان کی نمائندگی کی انکی تدفین اورنگ آباد میں ہوئی جہاں سے وہ مسلسل ریاست اور مرکز میں نمائندگی کرتے رہے انہیں اسکا جدید معمار بھی کہا جاتا تھا یہاں انہوں نے صنعتوں کا جال بچھادیا، بین الاقوامی ہوائی اڈہ، آکاشوانی، گورمنٹ میڈیکل کالج، وغیرہ انہیں کی یادگار ہیں رفیق زکریا محض ایک بیرسٹر ایک بلند پایہ مفکر، ایک اسلامی اسکالر اور ایک دانشور ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک ایسے صاحب کردار سیاست داں بھی تھے جنکو بمبئی کے پیشتر مسلمانوں سے قوم پرستی ورثہ میں ملی تھی اور انہوں نے تقریباً نصف صدی کی مدت تک ملک کی خدمت میں بحیثیت ایک صاحب اقتدار قومی رہنما اور بحیثیت ماہر تعلیم کے گذاری اور ایک لمحہ کے لئے بھی وہ ملت اسلامیہ کے مسائل سے غافل نہیں ہوئے وہ انگریزی اور اردو کے شعلہ بار مقرر تھے سرسید مرحوم نے تو ایک کالج قائم کیا تھا لیکن مرحوم نے ۱۵ر کالج قائم کئے ہندوستان میں انکی یہ تعلیمی بیداری کی خدمات سنہرے حرفوں سے لکھی جائینگی ۱۹۴۲ء میں "ہندوستان چھوڑو" تحریک میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جسکی وجہ سے انہیں جیل میں بھی جانا پڑا تصنیف وتالیف کا بہت ہی صاف ستھرا ذوق تھا انکی سات تصانیف نے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوکر ارباب علم وفن سے خراج تحسین وصول کیا، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بحیثیت مسلمان قلمی جہاد کا حق ادا کیا، ملعون زمانہ سلمان رشدی کی کتاب کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا علی میاں نے فرمایا تھا۔
"رفیق زکریا نے دنیا میں کتنے گناہ کئے یہ تو میں نہیں جانتا مگر مجھے اس کا یقین ہے کہ سلمان رشدی کی فتنہ انگیزی کا نہایت جامع جواب دیکر انہوں نے دنیا میں اپنے نام جنت لکھوالی ہے"
اللہ تعالی انکے درجات کو بلند فرمائے یہ کتاب ہمیں انکی ہمیشہ یاد دلاتی رہیگی مرحوم زندگی بھر دوقومی نظریہ سے اختلاف کرتے رہے تقسیم ہند اور جناح کی شخصیت پر "دی مین ہوڈوائڈ انڈیا" جیسی کتاب اپنے موضوع پر بلاشبہ انکی ایک یادگار تصنیف ہے ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۷ء تک مہاراشٹر کی حکومت میں وہ مختلف ممتاز عہدوں پر فائز رہے چار سال راجیہ سبھا میں کانگریس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر رہے اور انہوں نے یہاں بھی سب سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا انکی آخری تصنیف (غلطیاں جو ہندوستانی مسلمانوں سے سرزد ہوئیں) بہت مقبول ہوئی اگرچہ اسکے تمام مندرجات سے اتفاق تاریخی اعتبار سے مشکل ہے لیکن پھر بھی وہ ایک خاصے کی چیز ہے ۱۹۹۶ء میں انہوں نے اقوام متحدہ میں ہندوستان کی نمائندگی کی تھی انکی تقاریر سے اندازہ ہوتا تھا کہ انکی بصیرت کس درجہ تھی اس بصیرت کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایک طویل سفر کیا تھا اب جبکہ ہم میں وہ نہیں ہے اللہ تعالی مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں آمین۔

آہ........مولانا عبدالرحمٰن میمن مرحوم احمد آباد

جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر سے اپنے پاس بلالیا

مولانا عبدالرحمٰن میمن بھی ۱۹ر جولائی کو اپنے مولائے حقیقی سے جاملے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کی وفات ایک تیز رفتار ٹرالی کے کچل دینے سے ہوئی، مولانا جامعہ ابن عباسؓ سے نزدیک مدنی مسجد سے نماز ظہر کی امامت سے واپس گھر جارہے تھے کہ یہ دردناک حادثہ ہوا مرحوم احمد آباد کے قدیم علماء میں سے تھے اور دم واپسی تک دعوت وتبلیغ اور دینی خدمات میں مشغول رہے اس جانکاہ واقعہ سے ایک روز قبل وہ اپنے بھائی مفتی عبداللہ میمن کو اسٹیشن لینے آئے تھے جو انڈونیشیا کی چار ماہ کی جماعت سے واپس آئے تھے اس وقت کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھا کہ کل وہ اس دار فانی سے اس طرح منہ موڑ کر ہم سب کو غمگین کر کے چلے جائینگے۔

مرحوم نہایت خلیق، ملنسار، سنجیدہ، کم سخن، کم آمیز، نمود ونمائش سے دور اور شریف الطبع واقع ہوئے تھے احمد آباد جیسے شہر میں ان جیسا صابر، قانع، شاکر اور بے نفس عالم میں نے نہیں دیکھا ،وہ ہر ایک کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتے تھے خواہ اسکا تعلق کسی بھی طبقہ اور جماعت سے ہو جبکہ وہ خود تبلیغی جماعت سے منسلک تھے اور اس کے جملہ اعمال ومعمولات کے سخت پابند تھے، یہ نتیجہ تھا ان کی اس ذہنی تربیت کا جو انہیں اپنے والد ماجد جناب عبد الغفار میمن صاحب سے حاصل ہوئی تھی، عبدالغفار میمن احمد آباد کے زاہد مرتاض، عابد شب زندہ دار اور خشیت الٰہی کے جیتے جاگتے نمونہ ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی دعوت وتبلیغ کے لئے وقف کر دی ہے انہوں نے سخت حالات میں بھی اپنی تمام اولاد کو عالم حافظ اور مفتی بنایا جسکی وجہ سے مشہور داعی الی اللہ لسان التبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالنپوریؒ انہیں ابو العلماء کہہ کر مخاطب کرتے تھے ۱۹۷۷ء کے زمانہ میں یہاں صرف مولانا عبد الغفار میمن العطار مظاہری، مولانا عباس مظاہری، مولانا عبد الرزاق امام گھوڑا مسجد اور یہی مولانا عبد الرحمٰن میمن مقامی علماء میں سے تھے اور یہی حضرات یہاں کے تعلیمی اور دینی سرگرمیوں کے مرکز تھے (اگرچہ یہاں مولانا ظریف الحسن، مولانا امداد الحق مرحوم، مولانا اقبال صاحب قاسمی، مولانا منظور صاحب قاسمی، مولانا ایقان الرحمٰن، مولانا سعید احمد خاں، مولانا خیر الرحمٰن، مولانا فضل احمد، مولانا شیرین، مفتی شیر محمد، مولانا وکیل احمد اعظمی، مولانا حبیب الرحمٰن ، صدر جمعیۃ علماء گجرات، مولانا ابو بکر قاسمی وغیرہ جید علماء دین کی ذریں خدمات میں مشغول تھے)۔

چنانچہ جب شہر میں تطلیقات ثلاثہ کو طلاق واحد قرار دئے جانے کا فتنہ اٹھا تو انہیں مولانا عبدالرحمٰن میمن نے فضلاء دیوبند اور دیگر علماء کے تعاون سے اسکا کامیاب تعاقب کیا، مرحوم نے عوام کو صحیح دینی سمت بتلانے کے لئے یہاں کے علماء اور ائمہ حضرات کی ہفتہ وار میٹنگ کے انعقاد کا اہتمام کیا جسکی باقاعدہ ہفتہ وار اور ماہانہ نشستیں اور اسکے اجلاس بڑی پابندی سے ہوتے تھے جس میں مولانا مرحوم شہر کے حالات سے باخبر کرتے تھے۔

مولانا مرحوم کی ایک اور خصوصیت بھی قابل ذکر تھی جو انکو یہاں کے دیگر علماء فضلاء سے ممتاز کرتی تھی وہ تھی انکی جمعیۃ علماء ہند سے گہری وابستگی مرحوم ہمیشہ اسکے تمام اجلاسوں میں اپنے رفقاء کے ساتھ بڑے ذوق شوق سے شریک ہوتے تھے اور اسکے لئے ہر ممکنہ تعاون کے لئے فکرمند رہتے تھے۔ انہوں نے احمد آباد کے جمعیۃ علماء ہند کے سردار باغ اور اس سے قبل مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس کو کامیاب بنانے میں بھی پوری دلچسپی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ایسے ہی جب حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام مرحوم سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور حضرت مولانا نظام الدینؒ امیر شریعت بہار اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی صاحب محترم حافظ عبد الرزاق مٹھائی والے کی دعوت پر جب پہلی بار احمد آباد تشریف لائے اس موقع پر شہر کے بواہر ہال میں عظیم الشان اجلاس کو کامیاب بنانے میں مولانا مرحوم کی جدو جہد شامل تھی اس جانکاہ حادثہ کے پیش آنے کے بعد انکے والد مکمل صبر ورضا وتسلیم کے تصویر نظر آرہے تھے مولانا عبد الحمید میمن جو عربوں کی جماعت کے ساتھ چل رہے ہیں انکی واپسی کے لئے ایسے موقع پر جب ان سے کہا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ مولوی عبد الرحمٰن جہاں گئے ہیں اسی کی تیاری کے لئے تو عبد الحمید گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے انکو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے

مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے مفتی رضوان القاسمی تاراپوری نے جامعہ ابن عباسؓ میں ختم قرآن اور کلمہ طیبہ کا اہتمام کیا، ادارہ صوت القرآن بھی مرحوم کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور قارئین سے مرحوم کے ایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے۔

مولانا لقمان صاحب قاسمی تاراپوری

(۱) یوپی: درسی کتاب میں نبی کریم ﷺ کی خیالی تصویر گجرات کے مسلمانوں میں زبردست غم وغصہ

آل انڈیا ملی کاونسل کے نائب صدر محترم شیخ الحدیث مولانا عبد الاحد تاراپوری نے فوری طور پر کتاب واپس لینے کا مطالبہ کیا۔

گجرات ملی کاونسل نے اور دیگر اداروں نے یوپی کے سرکاری جونیر اسکول میں زیر درس اہم شخصیات پر مشتمل ایک کتاب میں رسول اکرم ﷺ کی خیالی تصویر کی مبینہ شمولیت کی مذمت کرتے ہوئے وزیر اعلی ملائم سنگھ یادو سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ فوری طور پر اس کتاب کو واپس لینے کے احکام جاری کریں۔ مولانا تاراپوری نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ یہ بڑی تشویش کی بات ہے اور یہ بات ناقابل فہم ہے کہ کوئی ذی ہوش مصنف یا ذمہ دار ادارہ ایسا ہو سکتا ہے جسکو یہ معلوم نہ ہو کہ اسلام میں اس طرح کی تصویروں کی اشاعت قطعاً ممنوع ہے مولانا تاراپوری نے فرمایا کہ یہ بات معلوم ہونے کے باوجود کے اسلام میں مجسمہ سازی اور پیغمبر اسلام کی تصویر بنانا اور اسکا شائع کرنا قطعاً غلط اور مسلمانوں کے لئے انتہائی تکلیف دہ اور قابل مذمت اعتراض ہے آپ نے فرمایا کہ آل انڈیا ملی کونسل رسول پاک کی خیالی تصویر کرنے کی مکروہ جسارت کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کریگی کتاب کے مصنف پریس اور متعلقہ اشاعتی ادارے کے خلاف کاروائی کرتے ہوئے ریاستی سرکار مذکورہ کتاب کو فوراً واپس لے اور اسکا پختہ انتظام کیا جائے کہ ایسی تکلیف دہ جسارت کا آئندہ ارتکاب نہ ہو۔

(۲) جین تہوار کے موقع پر مذبح بند رکھنے کی روایت غلط گجرات ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ سیکولر ہندوستان اور آئین کی فتح ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الاحد تاراپوری

جین تہوار کے موقع پر ہر سال جینیوں کے پریوشن تہوار کے موقع پر مذبح کے بند کئے جانے کی خلاف گجرات ہائی کورٹ کے حالیہ اس فیصلے پر اظہار مسرت کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا تاراپوری نے اسکو آئین ہند کی فتح قرار دیا ہے گجرات ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ میں کہا ہے کہ کسی فرقہ یا مذہب کے ماننے والوں کے مذہبی جذبات کو مطمئن کرنے کیلئے کسی بھی تجارت کو بند کرنا قومی مفاد کے حق میں نہیں ہے۔ گجرات میں سے ۱۹۹۳ سے اس دن تمام مذبح بند رہتے ہیں اور حکومت گجرات جینوں کے مذہبی جذبات کے احترام میں اس کو جاری رکھنے کا دفاع کرتی ہے۔ جی ایس سنگھوی اور ایچ ایس دوے پر مشتمل ایک ڈویزن بینچ نے، جس نے یہ حکم جاری کیا ہے، کہا کہ جانوروں کا ذبیحہ ایک تجارت ہے اور اسے آئینی اختیار حاصل ہے جو کسی بھی طرح سے کسی پابندی کے دائرے میں نہیں آتی ہے اور اس طرح سے کسی بھی شہری کے بنیادی حقوق پر پابندی عائد نہیں کی جاسکتی ہے۔ جینوں کے تہوار "پریوشن" کے، جو اگست اور ستمبر میں منایا جاتا ہے، موقع اس مذہب کے ماننے والے ۸ دنوں تک "اپواس" کرتے ہیں۔ اس موقع پر احمد آباد میونسپل کارپوریشن نے ۱۹۹۳ میں پہلی بار جینوں کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے تمام مذبح بند کرنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔

ایک غیر سرکاری تنظیم لوگ ادھیکار سنگھ نے احمد آباد میونسپل کے اس حکم کو مفاد عامہ کیلئے ہائی کورٹ میں چیلنج کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کی تھی کہ اس حکم سے عوام کے تجارتی اختیارات میں، جو آزادی کے ساتھ اپنی روزی روٹی کماتے ہیں، بیجا دخل ہے۔

۱۹۹۷ میں ریاستی حکومت نے اس حکم کے دائرے کو مزید بڑھا دیا اور یہ حکم پوری ریاست میں نافذ کر دیا گیا اور ساتھ ہی اس پابندی کی مدت میں مزید ۱۰ دنوں کا اضافہ کر دیا گیا کیونکہ دگمبر جین مختلف تاریخوں میں یہ تہوار مناتے ہیں۔ اس حکم کے بعد ہی گوشت کے تاجروں کے علاوہ دیگر تنظیموں نے بھی اس کے مخالفت کی اور عدالت میں دائر کئے گئے پٹیشن کے حق میں کھڑی ہوگئیں۔ لوک ادھیکار سنگھ کی نمائندگی کرتے ہوئے سینیر وکیل گریش پٹیل نے عدالت کے سامنے دلیل پیش کی کہ مذبح پر پابندی لگانا دوسرے فرقے کے لوگوں کے بنیادی حقوق کی

خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کسی معقول وجہ کی بنیاد پر پابندی عائد کئے جانے کی آئین اجازت دیتا ہے لیکن یہ پابندی بھی عوامی مفاد کے پیش نظر ہونی چاہئے کسی بہت ہی چھوٹے فرقے کے مذہبی جذبات کو مطمئن کرنے کیلئے نہیں جو کہ عام مفاد کے بالکل منافی ہو۔ ایڈوکیٹ جنرل ایس این سیلٹ نے کہا کہ سپریم کورٹ نے ۲۰۰۴ء میں رشی کیش قصبے کے ایک کیس میں اس مذہبی شہر میں مذبح پر پابندی کے حکم کو برقرار رکھا تھا اور پھر انہوں نے یہ کہا کہ یہ پابندی عام شہریوں کے مفاد میں تھی کسی ایک فرقہ کیلئے نہیں تھی۔

ایڈوکیٹ جنرل نے ۱۹۸۶ کے سپریم کورٹ کے ایک اور فیصلے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حکومت کسی مذبح کو بند کرنے کا حکم جاری کرسکتی ہے لیکن یہ صرف چند دنوں کیلئے ہوسکتا ہے طویل عرصہ کیلئے لیکن ہائی کورٹ نے ان کی کسی بھی دلیل کو ماننے سے انکار کردیا۔

(۳) آسام کی اقلیتوں کے تحفظ کے قانون آئی ایم ڈی ٹی کے خاتمہ سے شیخ الحدیث مولانا تاراپوری کو تشویش انکے تحفظ کے لئے آرڈی ننس جاری کرنے کا مطالبہ

آل انڈیا ملی کونسل کے نائب صدر محترم مولانا تاراپوری نے مرکز سے آسام میں ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء سے پہلے آباد لوگوں کے مفادات کی افادت کے لئے آرڈی ننس جاری کرنے کا مطالبہ کیا ہے، مولانا تاراپوری نے ملی کونسل گجرات کی مجلس عاملہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مرکزی وزارتی کونسل کو آسام کی اقلیتوں کو عدالتی تحفظ فراہم کرنے کے لئے تمام اہم پارٹیوں سے صلاح ومشورہ کرکے فوراً فیصلہ کرنا چاہئے اور اس سلسلے میں صدر جمہوریہ سے دستور کی دفعہ ۱۲۳ کے تحت آرڈیننس جاری کرنے کی سفارش کرنی چاہئے مولانا تاراپوری نے فرمایا کہ اس آرڈی ننس میں یہ وضاحت ہونی چاہئے کہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ سے پہلے آسام میں رہنے والے ہندوستانی شہری ہیں انہیں غیرملکیوں کے نام پر ہراساں نہیں کیا جانا چاہئے اور ایسے کیس کبھی بھی غیر ملکی شہریوں سے متعلق ٹریبونل کے سپرد نہ کئے جائے آپ نے فرمایا کہ بعد میں پارلیمنٹ کے اجلاس میں اس آرڈی ننس کو ایکٹ میں تبدیل کردیا جائے تاکہ اقلیتوں کو ہراساں نہ کیا جائے جیسا کے کئی بار ہوچکا ہے۔ ملی کونسل کے اس اجلاس میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ اقلیتوں کو قانونی تحفظ دینے کے لئے غیرملکیوں سے متعلق ایکٹ مجریہ ۱۹۴۶ء اور شہریوں سے متعلق قانون مجریہ ۱۹۵۵ء میں مناسب ترمیمات کی جائیں۔ اس لئے کہ فارزس ایکٹ ۱۹۴۸ء کی بنیادی توضیعات فطری انصاف کے اصول کے منافی ہیں کیونکہ ان توضیعات کے تحت غیرملکی ہونے کے کسی ملزم کو خود یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ وہ ملک کا شہری ہے غیرملکی نہیں۔ مولانا تاراپوری نے اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ آسام میں بنگلہ بولنے والے تمام لوگوں اور خاص کر مسلمانوں کو اس قانون کے ختم ہونے کے بعد جسمانی اور قانونی دونوں اعتبار سے ہراساں کیا جائیگا اور صورت حال پھر وہی ہوجائیگی جو ۱۹۸۰ء کی دہائی میں تھی جس سے بنگلہ بولنے والوں خاص کر مسلمانوں کی شہریت پر پھر ایک بار سوالیہ نشان قائم ہوجائیگا واضح ہو کہ صوبہ آسام شمال مشرقی ہند کا ایک ایسا خطہ ہے جہاں تقریباً ۸۰ لاکھ مسلمان آباد ہیں مگر ان کی بڑی تعداد جنگلوں، ندی نالوں اور دریاؤں کے ساحلوں پر بستی ہے جو انتہائی پس ماندہ اور مفلوک الحال ہونے کے ساتھ ساتھ ناخواندہ بھی ہے۔

آزادی ہند اور بنگلہ دیش کے قیام کے بعد سے ان غریب مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت بنگلہ دیشی کے نام پر انہیں مسلسل ہراساں کیا جاتا رہا ہے۔ بنگلہ دیشی کے نام پر مسلمانوں کی پریشانی کا عالم یہ تھا کہ انہیں شہری ثبوت دکھانے کے لئے مقامی عدالتوں میں طویل قطاریں لگانی پڑتی تھیں۔ بسا اوقات حاملہ خواتین بھی گھنٹوں طویل قطار میں کھڑے ہونے پر مجبور ہوتی تھیں۔

(۴) آئی ایم ڈی ٹی کیا ہے اور اس کا نفاذ کب ہوا؟

آنجہانی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے دور اقتدار میں صوبۂ آسام میں آئی ایم ڈی ٹی ایکٹ کا نفاذ عمل میں آیا تھا۔ اس ایکٹ کے تحت مقامی مسلمانوں کو اس لئے کچھ راحت تھی کہ انہیں بنگلہ دیشی قرار دینے یا ان کے خلاف شکایت کرنے والے کو ٹھوس ثبوت پیش کرنے پڑتے تھے ساتھ ہی اس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ شکایت کنندہ ۲ کلومیٹر کی حدود میں رہتا ہو۔ یہ قانون مسلمانوں کے تئیں ڈھال کا کام کرتا تھا لیکن آل آسام اسٹوڈنٹس یونین اور اس کی پشت پناہی کرنے والی دیگر فرقہ پرست جماعتیں اپنی مسلم دشمنی کے سبب کافی دنوں سے اس ایکٹ کے خاتمے کے لئے کوشاں تھیں۔ سوئے اتفاق کہ سپریم کورٹ نے مذکورہ ایکٹ کو کالعدم قرار دیا سپریم کورٹ کی جانب سے مذکورہ ایکٹ کے خاتمے کا اعلان کیا ہوا کہ آل آسام اسٹوڈنٹس یونین کے رضاکاروں نے بغلیں بجائی جگہ جگہ جشن منائے گئے، پٹاخے چھوڑے گئے، مٹھائیاں تقسیم کی گئی، یہی نہیں اکا دکا جھڑپ کی وارداتیں بھی ہوئیں، اس قانون کے باطل ہونے سے ایک بار پھر مسلمانوں کے سروں پر تحفظ کا مسئلہ منڈلانے لگا ہے۔

(۵) فجر کی اذان کے لئے مائک کے استعمال کا معاملہ

سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ سے فجر کی اذان میں خلل ہوگا لہذا عدالت عالیہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے۔ شیخ الحدیث مولانا تاراپوری

رات میں دس بجے سے صبح ۶ بجے مائیکروفون کے استعمال پر پابندی عائد کرنے کے عدالت عالیہ کے فیصلہ سے شیخ الحدیث حضرت

مولانا عبدالاحد نائب صدر آل انڈیا ملی کونسل نے اپنی بے چینی کا اظہار کیا ہے کیونکہ مذکورہ واقعہ کے دوران ہی نماز فجر کے لئے اذان دی جاتی ہے اس فیصلہ سے نماز فجر کے لئے مائک پر دی جانے والی اذان پر بھی پابندی عائد ہو جاتی ہے جبکہ اذان میں انتہائی مختصر وقت لگتا ہے مولانا تاراپوری نے عدالت سے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کی اپیل کی ہے مولانا تاراپوری نے فرمایا اگر پابندی ہی لگائی جاتی ہے تو تمام لوگوں پر عائد کی جائے کیونکہ دیگر برادران وطن کے پروگرام پوری پوری رات جاری رہتے ہیں لہٰذا ہم عدالت عالیہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرتے ہوئے وقت کی پابندی میں تبدیلی کرے اور شب میں دس بجے کی بجائے ۱۱ بجے اسی صبح کو ۶ بجے بجائے ۵ بجے رکھا جائے۔

(۶) دہشت گردی کی اصل مار تو مسلمان جھیل رہے ہیں۔

مرکزی وزیر "سبودھ کانت سہائے" کا اعتراف۔

اس کا دعویٰ کرتے ہوئے کہ ملک میں مسلم دہشت گردی جیسی کوئی چیز نہیں ہے مرکزی وزیر غذائی ڈبہ بندی سبودھ کانت سہائے نے آج کہا کہ دہشت گردی کی اصل مار تو صرف مسلمان جھیل رہے ہیں۔ یہاں نامہ نگاروں سے بات کرتے ہوئے سہائے نے کہا کہ ہندوستان میں اسلامی دہشت گردی نہیں ہے۔ ۵۰ سال سے کشمیری مسلمان انتہا پسندوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ دہشت پسندانہ حملوں کا نشانہ بنے ہونے کے باوجود مسلمانوں نے کبھی بھی سیاست میں مذہب کو خلط ملط کرنے کی کوشش نہیں کی جبکہ بی جے پی ادھر کئی برسوں سے یہی کام کر رہی ہے۔ بی جے پی ادھر کئی برسوں سے یہی کام کر رہی ہے۔ بی جے پی پر ۵ جولائی کو اجودھیا میں ہونے والے حملہ سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کا الزام عائد کرتے ہوئے سہائے نے کہا کہ عوام بی جے پی کو اس گھناؤنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گے۔

(۷) لندن کے میئر کا اعتراف: دھماکوں کی وجہ برطانیہ کی خارجہ پالیسی۔ مغرب کی شہ پر جو کچھ مشرق وسطیٰ میں تین نسلوں سے ہو رہا ہے ہمارے ہاں ہو رہا ہوتا تو ہم بھی کئی خودکش بمبار پیدا کر چکے ہوتے۔ کین لیونگسٹن میئر آف لندن

"مغرب کا دہرا معیار اور مشرق وسطیٰ میں برطانوی اور امریکی دخل اندازی لندن بم دھماکوں کی ذمہ دار ہے۔" یہ ردعمل کسی انتہا پسند مسلمان لیڈر کا نہیں بلکہ برطانیہ کے ایک انتہائی ذمہ دار عہدے پر فائز ایک اہم شخصیت کا ہے۔ لندن کے میئر کین لیونگسٹن نے کہا ہے کہ لندن دھماکوں میں ان مغربی طاقتوں کا ہاتھ ہے جنہوں نے پہلے اسامہ بن لادن جیسے لوگوں کو دہشت گردی کی تربیت دی۔

بی بی سی ریڈیو سے بات چیت کرتے ہوئے لندن کے میئر نے کہا کہ لندن دھماکوں میں مغربی طاقتوں کی مشرق وسطیٰ کے بارے میں پالیسیوں کا بڑا عمل دخل ہے جو تیل کے حصول کے لیے وہاں حکومت کو تبدیل کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ "مغرب کی شہ پر جو کچھ مشرق وسطیٰ میں تین نسلوں سے ہو رہا ہے اگر وہ سب کچھ ہمارے ہاں ہو رہا ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ ہم بھی کئی خودکش بمبار پیدا کر چکے ہوتے"

لندن میئر نے کہا کہ انہیں لندن بم حملوں کے مرتکب افراد سے کوئی ہمدردی نہیں ہے لیکن وہ ان حکومتوں کی بھی مذمت کرتے ہیں جو اپنی غیر منصفانہ خارجہ پالیسی کو آگے بڑھانے کے لیے بلاتفریق لوگوں کا قتل عام کرتی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اگر مغربی طاقتیں پچھلے ۸۰ سال سے مشرق وسطیٰ میں مداخلت نہ کر رہے ہوتے تو لندن دھماکے نہ ہوتے۔

انہوں نے کہا کہ "مغرب نے ہمیشہ مشرق وسطیٰ میں غیر مقبول حکومتوں کی حمایت کی اور ایسی حکومتوں کو گرایا جو ہمارے خیال میں مغرب کی مخالف تھیں۔

بی بی سی ریڈیو فور کو دیے گئے انٹرویو میں لندن کے میئر نے کہا کہ" معاملات اس وقت زیادہ خراب ہو گئے جب امریکہ نے اسی کی دہائی میں اسامہ بن لادن کو افغانستان میں روسیوں سے لڑنے کے لیے بھرتی کیا۔

کین لونگسٹن نے کہا کہ امریکہ نے ۱۹۸۰ کی دہائی میں اسامہ بن لادن کو لوگوں کو مارنے، بم بنانے اور بم پھاڑنے کی ترتیب دی۔ ایسا کرنے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ کل یہی اسامہ بن لادن ان کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔

انہوں نے مغربی حکومتیں تیل کی ترسیل میں رکاوٹ سے اتنے خائف تھیں کہ انہوں نے مشرق وسطیٰ میں مداخلت کی پالیسی جاری رکھی۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم پہلی جنگ عظیم کے بعد عربوں سے کیے ہوئے وعدے پر قائم رہتے ہوئے ان کے معاملات میں مداخلت نہ کرتے تو آج حالات اس نہج پر ہرگز نہیں پہنچتے۔

مسٹر لونگسٹن نے کہا کہ لندن دھماکوں کے پیچھے مغرب کی دوغلی پالیسیوں کا بھی ہاتھ ہے اور کہا کہ مغرب نے پہلے صدام حسین کو خوش آمدید کہا۔ انہوں نے کہا کئی نوجوان جب یہ دیکھتے ہیں کہ گوانتاناموبے میں کیا ہو رہا اور وہ محسوس کرتے ہے۔ انہوں نے کہا "اسرائیلی حکومت صرف اس بنیاد پر فلسطینی علاقوں پر بمباری کرتی ہے کہ اس علاقے سے حملہ آور نکل کر آتے ہیں جن میں معصوم بچے، عورتیں اور لوگ مارے جاتے ہیں۔

کن لیونگسٹن نے کہا لندن میں ۷۵ ہزار مسلمان رہتے ہیں لیکن ہمیشہ تین چار غیر نمائندہ لوگوں کو اخبار کے صفحہ اول پر جگہ ملتی ہے جن میں کئی حقیقی دنیا سے بہت ہی دور رہتے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر [illegible]

مدیر محترم کی ڈاک

گرامی قدر مولانا عبد الاحد صاحب زید مجدہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملت اسلامیہ کے لئے جن علماء مشائخ کی بابرکت ہستیاں سہارا بنی ہوئی تھیں اور روئے زمین پر جن کا وجود مسعود رحمت الٰہی کے ورود کا ذریعہ ہوا کرتا تھا انہیں نفوس قدسیہ میں محی السنۃ مصلح الامۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقی رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ کی ذات گرامی قدر تھی۔ آپ کی زندگی اتباع سنت سے عبارت تھی اٹھتے بیٹھتے ایک ہی فکر، اتباع سنت کی دعوت، احیاء سنت کے لئے ہمہ وقتی وہمہ جہتی فکر، امت کے لئے عظیم نمونہ تھا۔ بغیر مداہنت وبلا خوف لومۃ لائم حق گوئی آپ کی امتیازی شان تھی آپ کی گرانقدر تعلیمات کی اشاعت اور سنت وشریعت سے ہم آہنگ زندگی ہی ہم چھوٹوں کی طرف سے حضرت والا کے لئے خراج عقیدت ہے۔

یہ مجھے جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ "صوت القرآن" احمد آباد حضرت والا کی حیات طیبہ پر خصوصی شمارہ شائع کررہا ہے۔ آپ کی طرف سے خصوصی اشاعت یقیناً ایک بہترین خراج عقیدت ہے۔ میں اس مستحسن اقدام پر ذمہ داران اور مجلّہ کے مدیر ومنتظمین کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو شرف قبولیت سے نوازیں اور حضرت والا کو اپنی خصوصی جوار رحمت میں جگہ دیں۔ آمین

فقط والسلام مع الاحترام

(مفتی) عبداللہ مظاہری

(بانی وناظم جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ گجرات)

محترم ومکرم جناب مدیر محترم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام بعد خدمت عالیہ میں عرض یہ ہیکہ آپکے ماہنامہ صوت القرآن میں جو آتش نمرود مضمون ہے اسکو پڑھتے ہیں اور بہت خوشی ہوتی ہے جناب حکیم صاحب کا جو عنوان ہے وہ کیا ہی شاندار ہے ہم سب آپکے شکر گذار ہے آپ کے اس ماہنامہ سے اہالیان مدرسہ کو بہت فائدہ ہورہا ہے اللہ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو سبب فلاح دارین بنائے اور اس رسالہ کو خوب ترقی عطا فرمائے آمین۔

فقط السلام مع الاحترام

العارض: مولانا انوار حسین صاحب

خادم مدرسہ اسلامیہ ہزاری پارہ (آسام)

مکرم ومحترم جناب مدیر صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے!

مجھے یہ بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپکا ادارہ صوت القرآن خصوصی شمارہ "محی السنۃ نمبر شائع کرنے جارہا ہے جو قابل رشک اقدام ہے انشاء اللہ اسکے توسط سے حضرت والا کی بہت ساری باتیں منظر عام پر آجائینگی جو عام وخاص کے لئے استفادہ کا سبب بنیگی، جناب والا سے بندہ اپنے اہل خانہ کے لئے دعائے صلاح وفلاح کا متمنی ہے

فقط والسلام مع الاحترام

بندہ: علی محمد عبد اللطیف علیائی

(مقیم بمبئی)

بقیہ صفحہ نمبر ۸۵ کا

لیونگسٹن نے مسلم عالم دین کے بیان کا بھی دفاع کیا جنہوں نے لندن بم دھماکوں کی حمایت میں بیان دیا تھا، میئر نے کہا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ شیخ یوسف القرضاوی نے "خودکش بمباروں" کی حمایت کی ہے "شیخ القرضاوی نے کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے یہی کہا ہے نا کہ فلسطینیوں کے پاس نہ جنگی طیارے ہیں اور نہ ہی ٹینک ہیں بس ان کے پاس ان کا جسم ہی تو ہے جسے وہ استعمال کررہے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے واقعی لوگوں کو باہر نکلنے اور خودکش بمباری بننے کے لئے اکسایا ہے۔" انہوں نے کہا کہ" میرے پاس جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان میں یہی بتایا گیا ہے شیخ نے متفقہ طور پر بم دھماکوں کی مذمت کی ہے اور اسے اسلام کے منافی قرار دیا ہے۔

عکس تحریر مکتوبات

حضرت اقدس ہردوئیؒ

بنام مدیر صوت القرآن حضرت مولانا عبدالاحد صاحب تاراپوری

VOLUME 7
MONTHLY SAWTUL QURAN URDU AHMEDABAD
R.N.I. NO. 39-6-9JC
Po. Reg. No. GUJ-051
صوت القرآن احمد آباد

عمرها در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب جنکو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے تاریخ عالم کی ایسی باکمال شخصیت تھی جنکی خدمات سے تشنگان علم نے دل ونظر کا نور ہی نہیں روح کا سرور بھی حاصل کیا اور جنکی فیض صحبت نے قلب ونظر کو جگمگا دیا حضرت مولانا ہردوئی کی وفات حسرت آیات ایک فرد ایک خاندان ایک ادارہ ایک ملک کا حادثہ نہیں بلکہ یہ عالم اسلام اور اکیسویں صدی کا عظیم حادثہ کبری ہے

آپ کی وفات نے علماء کرام کی کمر توڑ دی، عالم اسلام کو یتیم بنادیا، بیعت وارشاد اور تلقین کی مسند سونی ہوگئی۔

آج مدارس اور خانقاہوں میں آہ و نالہ کا شور ہے ہر سمت اداسی اور مردنی چھائی ہوئی ہے، آپکی موت ایسی موت ہے جسکے ماتم کے لئے الفاظ نہیں اور رونے کے لئے آنسو نہیں اور اظہار غم کے لئے قلم کو یارا نہیں۔

آپکی زندگی علم وعمل، فضل واحسان، تصوف، شریعت اور طریقت سے عبارت تھی، آپ ایسے نور تھے جسکے اوجھل ہوجانے کے بعد اب دور تک فضاؤں میں تاریکی نظر آرہی ہے۔

دور تک کوئی ستارہ ہے نہ جگنو باقی　　مرگ امید کے آثار نظر آتے ہیں

قرآن وسنت کے عملی پیکر اور رشد وہدایت کے مجسم پیغام اور حق ومعرفت کی آپ ایک ایسی آواز تھے جواب کبھی بھی نہ سنی جاسکے گی

عمرہا در کعبہ وبتخانہ می نالد حیات　　تا ز بزم عشق یک دانۂ راز آید بروں

آپ نے اپنی پوری زندگی شریعت مطہرہ کے مطابق گذارتے ہوئے ہمیشہ یہ کوشش فرمائی کہ ہر حال میں سنت کا احیاء ہو یہی وجہ تھی کہ آپ ہمہ وقت اپنی مجلسوں میں سنت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ کی زندگی کے دو بڑے مشن تھے (۱) حضور ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنا (۲) تلاوت قرآن کی تصحیح کو عام کرنا تھا۔ نورانی قاعدہ کی جدید ترتیب اور ایک منٹ کا مدرسہ اسی سلسلہ کی تکمیل ہے۔

آپکا خاندانی سلسلہ نسب حضرت مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ سے ملتا ہے، جو حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت تھے سولہویں صدی اور سترہویں صدی میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ذات گرامی احیاء سنت اور اماتت بدعت کی تمام تحریکوں کا منبع اور مخرج تھی حضرت محی السنۃؒ میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی یہی روحانی نسبت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے واسطے سے آپ میں بیسویں صدی کے آخر میں منتقل ہوئی اور آپکی ذات بابرکت بھی احیاء سنت کا مرکز بنی سنتوں کے اہتمام کی ہی وجہ سے آپکا لقب محی السنۃ ہوا، جو آپکے نام کا جزو بن گیا اور علمیت کے ساتھ آپکے اس لقب کو بھی خاص شہرت حاصل ہوئی۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبد الاحد تاراپوری خلیفہ اجل حضرت ہردوئیؒ
کے تعزیتی پیغام سے ماخوذ

...ter, Publisher, Editor and Owners : MAULANA ABDUL AHAD QASMI TARAPURI
...e of Publication : Jamia Ibne Abbas Building, Sarkhej Dhal, Ahmedabad - 380 055
...e of Printing : UNIQUE GRAPHICS, Juhapura, Sarkhej Rd., Ahmedabad-55. M: 9825054795